www.KitaboSunnat.com

حافظ انس نضر مدنی☆، حافظ مصطفیٰ راسخ
نظر ثانی: ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی*

پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار اور معیاری مصحف کی ضرورت

قرآن مجید دین وشریعت کی اساس اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر شروع سے ہی انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کی ترویج واشاعت ہوئی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف انداز میں کتابی صورت میں یہ ہم تک منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ جب سے دُنیا میں طباعت خانوں کا آغاز ہوا تو قلمی کتابت کے بجائے قرآن مجید باقاعدہ مطبع خانوں میں پرنٹ ہونے لگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں قرآن مجید کی مخصوص کتابت کے مسلم اُصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا تا آنکہ رسم وضبط، فواصل ووقوف کی غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہوگئیں۔ اس خلاء وکمی کو محسوس کرتے ہوئے مصحف کو فنی اُمور کے مطابق طبع کرنے کا دوبارہ آغاز مصر میں جلیل القدر محقق اور عالم قراءات رضوان بن محمد مخللاتی رحمہ اللہ نے کیا۔ علامہ مخللاتی کا کام انتہائی عظیم الشان تھا لیکن ان کا کام مصحف کو صرف رسم عثمانی کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کے احیاء کا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس مصحف میں متقدمین کے علم ضبط کی مکمل پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی، چنانچہ والی مصر ملک فواد اوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ قرآن مجید کو تمام فنی اُمور کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ المقاری المصریۃ علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی کی تحقیق سے ایک معیاری نسخہ طبع کروایا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ سعودی فرمانروا ملک فہد بن عبدالعزیز مرحوم نے دوبارہ اسی کام کو مزید تحقیقی معیار کے ساتھ یوں آگے بڑھایا کہ مدینہ نبویہ میں اشاعت قرآن کا ایک عالمی ادارہ مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے نام سے کھولا اور دنیا بھر کے ممتاز ترین علمائے رسم وضبط اور ماہرین قراءات وتفسیر کو اکٹھا کرکے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ کئی سال کی محنت سے ایک معیاری ترین مصحف تیار کرکے طبع کردیا، جسے مصحف المدينة النبوية کا نام دیا گیا۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ اُردو دان طبقہ کیلئے بھی ان کی مانوس اصطلاحاتِ ضبط کے ساتھ ایک معیاری ترین مصحف کو طبع کیا جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شروع میں قانونی طور پر 'انجمن حمایت اسلام' کا شائع کردہ قرآن اربابِ اقتدار نے ماہرین فن کے مشورہ سے بطورِ قانون نافذ کردیا جس کی پابندی بعد ازاں طبع ہونے والے تمام مصاحف میں لازم قرار دی گئی، لیکن بہرحال 'انجمن' کا مذکورہ مصحف کوئی معیاری مصحف نہیں تھا، صرف وقتی طور پر اسے حکومت نے ایک قانونی مقام دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے ماہرین کا حکومت سے بھرپور تقاضا چلا آ رہا ہے کہ مصحف مدینہ یا مصحف مصر وغیرہ کے انداز پر پاکستان کیلئے بالخصوص اور برصغیر

☆ فاضل كلية الشريعة مدینہ یونیورسٹی، فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور، انچارج مجلس التحقیق الاسلامی
* رئیس لجنة مراجعة المصاحف، وزارت اوقاف، پاکستان...... رئیس قسم القراءات، جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلئے بالعموم ایک معیاری محقق نسخہ تیار کر کے اسے طبع کروا کر قانونی حیثیت دی جائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت مسلسل مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے۔ شیخ القراء ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ ماہرین فن کی نمائندگی میں عرصہ دراز سے وفاقی وزارت مذہبی اموراور وزارت اوقاف وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرتے آرہے ہیں لیکن صورتحال میں کسی طرح کوئی فرق نہیں آیا۔

رُشد قراء ات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کی آخر میں بطور سفارشات کے ہم نے ضروری خیال کیا کہ دیگر اُمور کی توضیح کے ساتھ ساتھ حکومتِ وقت کو اس ضرورت کا احساس بھی دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے سلسلہ میں اس قسم کی لاپروائی انتہائی خطرناک ہے، جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہئے۔ زیر نظر مضمون کو اسی پس منظر اور احساس کے ساتھ قارئین رُشد کو مطالعہ میں لانا چاہئے اور اس کارخیر کیلئے جہاں تک ممکن ہو سکے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہئے کہ وہ اس اہم کام کو سرانجام دے۔ ہم شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی حفظہ اللہ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی کثرتِ مصروفیات کے باوجود اس مضمون کی نظر ثانی اور تہذیب وتنقیح کیلئے محنت فرمائی۔ [ادارہ]

قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے، جسے خالقِ کائنات کا کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کی بنا پر مسلمانوں نے اس کے اندر پنہاں علوم وفنون پر لاتعداد کتب تصنیف فرمائی ہیں اور اس خدمت کو اللہ کے ساتھ اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہوں نے اس عظیم الشان کتاب کو نازل فرمایا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ہر پہلو سے حفاظت فرمائی ہے، خواہ اس کے معانی ہوں یا اس کے الفاظ، اہل علم نے قرآن مجید کے معانی اور الفاظ [Text] ہر دو پہلوؤں پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر اللہ کے وعدہ کی تکمیل فرما دی ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والے مسلمان ان کتب سے رہنمائی حاصل کرسکیں اور اس عظیم الشان آسمانی کتاب کی تلاوت وکتابت کا حق ادا کرسکیں۔

قرآنِ مجید کے متعدد علوم وفنون میں سے علم الرسم اور علم الضّبط اس کے متن [Text] کے ساتھ براہِ راست جبکہ علم الوقف اور علم الفواصل یک گونہ تعلق رکھتے ہیں اور اہل علم نے ان علوم کی جزئیات پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر قرآن مجید کے ایک ایک کلمہ کے رسم، ضبط اور ان میں موجود علامات وقف کی تعیین فرما دی ہے۔ نیز یہ بات یاد رہے کہ رسم عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت کرنا واجب اور ضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ [جیسا کہ راقم کے مضمون رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' ماہنامہ رشد قراء ات نمبر اوّل' میں گذر چکا ہے۔]

قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کو سامنے رکھتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہم قرآنی مصاحف کی طباعت کے معاملے انتہائی احتیاط کرتے ہوئے سلف کی تحریر کردہ کتبِ رسم وضبط کو مدنظر رکھتے، متنِ قرآنی کو رسم عثمانی کے مطابق لکھتے اور سلف کی تحریر کردہ مستند کتب کو سامنے رکھ کر اس کی علاماتِ ضبط لگاتے۔ نیز سیاق وسباق اور معنویت کو سامنے رکھتے ہوئے علاماتِ وقف لگاتے، تاکہ حفاظتِ الٰہی کا وعدہ بھی پورا ہو سکے اور فرض کی ادائیگی بھی ہو جائے، لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں طباعتِ مصاحف کی صورت حال انتہائی نازک ہے، جس میں مجرمانہ کوتاہی کا ارتکاب کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارہا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک رسم، ضبط اور رموز واوقاف کا لحاظ رکھتے ہوئے مصاحف کی مراجعت کا کوئی مستند سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ قائم نہیں ہو سکا۔ بغرض تجارت، رسم وضبط اور رموز واوقاف وغیرہ کی مراجعت اور تصحیح کے بغیر ہی گھٹیا کاغذ اور کمزور جلد بندی کے ساتھ مصاحف شائع کیے جا رہے ہیں، جن میں رسم، ضبط، آیات اور اوقاف کے متعدد غلطیاں پائی جاتی ہیں اور تو اور کئی مصاحف ایسے ہیں جن کی طباعت اتنی ہلکی ہے کہ بعض صفحات پر الفاظ پڑھنا ممکن نہیں حالانکہ طباعت مصاحف کے اس عظیم الشان کام کو تو ایک مشن اور مقدس فریضہ سمجھ کر کیا جانا چاہیے تھا، کتابت وطباعت کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا جاتا اور قرآن مجید کی کتابت سلف کی تحریر کردہ کتب کے مطابق کی جاتی، جو ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہوتا۔

پاکستانی مطبوعہ مصاحف میں اغلاط

پاکستان میں متعدد ادارے اور مطابع قرآن مجید کی طباعت کر رہے ہیں، لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ [مکتبہ دار السلام لاہور، جنہوں نے حال ہی میں رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف شائع کیا ہے، کے علاوہ] کسی بھی ادارے کا مطبوعہ قرآن مجید رسم عثمانی کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ نیز ان مصاحف میں فواصل، ضبط اور اوقاف کی تعیین کی بھی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔

بطور مثال ہم نے ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۹۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے مطبوعہ پاروں کا جائزہ لیا تو تیس پاروں کے اندر رسم اور ضبط کی متعدد اغلاط پائی گئیں جہاں علم الرسم اور علم الضبط کے اصولوں کے خلاف کتابت کی گئی ہے۔ کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل محققین نے محنت شاقہ فرما کر عرصہ چار ماہ میں رسم اور ضبط کی ان تمام اغلاط پر نشان لگا دیئے ہیں اور ان غلطیوں کو شمار بھی کر دیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پارہ	رسم کی اغلاط	ضبط کی اغلاط	ہمزہ کی اغلاط
1	76	1473	851
2	78	1404	1065
3	58	1488	1046
4	91	1545	948
5	73	1636	927
6	54	1554	1118
7	54	1525	1028
8	54	1402	883
9	67	1424	992
10	131	1573	1018
11	44	1344	672
12	62	1169	900
13	54	1163	968

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14	56	1077	746
15	45	1035	837
16	62	1325	930
17	57	1526	895
18	76	1675	947
19	53	1610	1010
20	58	1350	979
21	81	1349	967
22	56	1295	847
23	121	1509	964
24	49	1216	881
25	41	1423	1280
26	108	1546	981
27	176	1495	998
28	126	1637	1195
29	83	1517	899
30	81	1300	1004

مذکورہ اعداد وشمار سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی مراجعت وتصحیح کا سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ان اغلاط میں سے رسم کی غلطیاں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں خصوصاً جب کہ ہمارے دینی مدارس میں علم الرسم پر ضخیم کتب پڑھائی جاتی ہیں اور علم الرسم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔رسم عثمانی کے مطابق کتابت کے وجوب کے باوجود ہر پارے میں اتنی اغلاط کا وجود سمجھ سے بالا تر ہے کہ ایک واجب کی ادائیگی میں اتنی بڑی کوتاہی!!! محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ لائسنس ہولڈر پروف ریڈرز کو بھی چاہیے کہ وہ صرف 'حروف ریڈنگ' کی بجائے حقیقی پروف ریڈنگ کو شیوہ بنائیں جس میں رسم، ضبط، فواصل اور اوقاف کا بھی خصوصی دھیان رکھیں۔اگر وہ علم الرسم وغیرہ سے نابلد ہیں تو سب سے پہلے ان علوم پر دسترس حاصل کریں اور پروف ریڈنگ کرتے وقت رسم کا خصوصی دھیان رکھیں۔صرف زبر، زیر، پیش، شد اور مد وغیرہ کی پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کا سرٹیفکیٹ جاری کر دینا کتاب اللہ کا استخفاف اور اپنی جان پر ظلم ہے۔

ضبط چونکہ توقیفی نہیں بلکہ اجتہادی ہے تو اس کی اغلاط میں کسی حد تک گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن رسم کے توقیفی (اور صحتِ قراءت کا ایک معیار) ہونے کی وجہ سے اس کی اغلاط ناقابل قبول اور گناہ کا باعث ہیں، لیکن اہل فن کے ہاں ضبط کی غلطی کو بھی معیوب جانا جاتا ہے۔بہتر یہی ہے کہ خالق کائنات کی اس عظیم الشان کتاب میں رسم وضبط اور فواصل واوقاف کی کوئی غلطی نہ پائی جائے تاکہ اس کی عظمت کا حق ادا ہو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوسناک امر یہ ہے کہ پاکستان میں طبع ہونے والے تمام مصاحف کا تقریباً یہی حال ہے، جن میں فواصل، رسم اور ضبط کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں، بعض مصاحف میں ذرا کم ہیں اور دیگر مصاحف میں کچھ زیادہ ہیں۔ بطور نمونہ طباعت قرآن کے معروف ادارے 'تاج کمپنی' کی طرف سے شائع شدہ بعض مصاحف میں موجود رسم اور ضبط کی چند غلطیاں ہم ذیل میں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

اغلاطِ رسم کی چند مثالیں

	غلط کتابت	صحیح رسم عثمانی
۱	أَصَابِعَهُمْ	أَصٰبِعَهُمْ
۲	الصَّوَاعِقِ	الصَّوٰعِقِ
۳	الْقَوَاعِدَ	الْقَوٰعِدَ
٤	بِخَارِجِيْنَ	بِخٰرِجِيْنَ
٥	عَاكِفُوْنَ	عٰكِفُوْنَ
٦	وَالرَّاسِخُوْنَ	وَالرّٰسِخُوْنَ
٧	وَالْقَنَاطِيْرِ	وَالْقَنٰطِيْرِ
٨	الْمَاكِرِيْنَ	الْمٰكِرِيْنَ

رسم عثمانی کے مطابق مذکورہ تمام کلمات تمام مصاحف عثمانیہ میں بغیر الف کے ہی مکتوب ہیں اور رسم کی جمیع کتب مثلا المقنع في معرفة رسم مصاحف الأمصار از امام ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ، مختصر التبيين لهجاء التنزيل از امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ، عقيلة أتراب القصائد في بيان رسم المصاحف از قاسم بن فیرہ الشاطبی رحمہ اللہ، دليل الحيران شرح مورد الظمآن في رسم وضبط القرآن از مارغنی التونسی رحمہ اللہ، جامع البيان في معرفة رسم القرآن از علی اسماعیل السید ہنداوی رحمہ اللہ، سمير الطالبين في رسم وضبط الكتاب المبين از علی محمد الضباع رحمہ اللہ اور نثر المرجان في رسم نظم القرآن از محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد النائطی الارکاتی رحمہ اللہ وغیرہ میں بھی الف کے بغیر ہی مکتوب ہیں، جبکہ ہمارے ہاں مطبوعہ مصاحف میں ان تمام کلمات کو رسم عثمانی کے خلاف الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ چند امثلہ صرف بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس قسم کی صریح غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہیں۔

اغلاط ضبط کی چند مثالیں

	غلط ضبط	صحیح ضبط
۱	اَلْحَمْدُ	الْحَمْدُ
۲	الدِّيْنِ	الدِّينِ
۳	مِنْ قَبْلِكَ	مِن قَبْلِكَ
٤	يَعْتَذِرُوْنَ	يَعْتَذِرُونَ
٥	وَلٰكِنْ لَّا	وَلٰكِن لَّا
٦	سُنْبُلٰتٍ	سُنۢبُلٰتٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ پاکستانی مصاحف میں ضبط کی بعض اغلاط ایسی ہیں کہ بعض مقامات پر الف لکھا ہوا ہے مگر اس کے سائیلنٹ [یعنی وصلاً ووقفاً نہ پڑھے جانے] کی کوئی علامت نہیں لگائی گئی، مثلاً لفظ ﴿ قَالُوْا ﴾ [البقرة: ۱۱] کے آخر میں الف موجود ہے مگر اس پر کوئی علامت موجود نہیں ہے کہ اس کو پڑھا جائے گا یا نہیں، حالانکہ اس الف کے اوپر ایسی علامت ہونی چاہئے تھی جس سے پتہ چلتا کہ یہ الف پڑھنے میں نہیں آتا جیسا کہ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس الف کے اوپر چھوٹے سے ترچھے گول دائرے کی علامت لگائی گئی ہے۔ اسی طرح لفظ ﴿ لِشَایْءٍ ﴾ [الکهف: ۲۳] ہے اس کا رسم تو درست لکھا ہوا ہے مگر اس میں شین کے بعد موجود الف پر کوئی علامت نہیں ہے حالانکہ اس جگہ بھی ﴿قَالُوْا﴾ کی طرح کوئی علامت ہونی چاہئے تھی جس سے پتہ چلتا کہ یہ الف وصلاً ووقفاً دونوں صورتوں میں پڑھنے میں نہیں آتا۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس جگہ بھی مخصوص علامت موجود ہے۔

◉ اسی کلمہ طرح ﴿إِنْ أَنَا إِلَّا﴾ [الأعراف: ۱۸۸] کا الف وصلاً نہیں پڑھا جاتا لیکن وقفاً پڑھا جاتا ہے لہٰذا اس الف کے اوپر بھی کوئی ایسی علامت ہونی چاہئے تھی جو ﴿ قَالُوْا ﴾ میں موجود الف کی علامت سے مختلف ہوتی اور اس پر دلالت کرتی کہ یہ الف صرف وقفاً پڑھا جاتا ہے۔ لیکن پاکستانی مصاحف میں سرے سے اس الف پر کوئی علامت موجود ہی نہیں ہے۔ ایک عامی شخص تو اسے ﴿ فِيْهَا ﴾ کی طرح وصلاً بھی لمبا کر کے ہی پڑھے گا اور بعد میں الف کی موجودگی کی بنا پر مد منفصل سمجھتے ہوئے شائد مد بھی کر دے۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں اس جگہ الف کے اوپر ترچھے کے بجائے سیدھا گول دائرہ ڈالا گیا ہے۔

◉ پاکستانی مصاحف میں کلمہ ﴿ لِّأَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ ﴾ [النحل: ۱۲۱] کا ضبط ہاء کی کھڑی زیر اور ہمزۂ وصلی کے نیچے زیر کے ساتھ مرسوم ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض مصاحف میں اسے مد منفصل سمجھتے ہوئے [لِّأَنْعُمِهٖ] کی ہاء پر مد بھی ڈالی ہوئی ہے۔ اگر [لِّأَنْعُمِهٖ] پر وقف کر کے [اِجْتَبٰهُ] سے ابتداء کی جائے تو مذکورہ ضبط کی کچھ سمجھ آجاتی ہے، مگر وصلاً اس ضبط کی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کیسے پڑھا جائے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضبط وصل کے موافق ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بھی وصل کا اعتبار کرتے ہوئے ہاء کے نیچے زیر جبکہ ہمزۂ وصلی کو حرکت سے خالی ہونا چاہئے تھا۔ مجمع ملک فہد کے مصاحف میں ایسے ہی لکھا گیا ہے۔

◉ اسی طرح کلمہ ﴿ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ ﴾ [الأحقاف: ۴] کا ضبط تاء اور ہمزۂ وصلی کے کسرہ اور ہمزہ کے بعد یاء ساکنہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر اسے ملا کر پڑھا جائے تو ﴿ فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِيْ ﴾ پڑھا جائے گا۔ یہاں بھی وصل کا اعتبار کرتے ہوئے ہمزۂ وصلی کو حرکت سے خالی اور اس کے بعد یاء کی بجائے ہمزہ لکھا ہونا چاہئے۔

◉ اسی طرح پاکستانی مصاحف میں ہمزہ قطعی اگر الف کی کرسی کے ساتھ ہو تو اس کے اوپر یا نیچے ہمزہ ڈالنے کی بجائے فقط حرکت ڈال دی جاتی ہے جیسے [اَلَم ، اِن ، اُولوا] حالانکہ الف کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ الف خالی لکھا جاتا ہے اس پر نہ حرکت ڈالی جا سکتی ہے نہ سکون، ویسے بھی یہاں الف بذاتِ خود مقصود ہی نہیں بلکہ ہمزہ پڑھنا مقصود ہے، الف تو صرف اس کی کرسی کا کام دے رہا ہے۔ جیسے [فِئَةٌ ، لُؤْلُؤًا] میں یاء اور واو اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ہمزہ کی کرسی کا کام دے رہے ہیں، اگر ان میں بھی ہمزہ حذف کر دیا جائے [فِيَةٌ ، لُوْلُوًا] تو ادائیگی کیسے ہوگی؟ اگر یہ کہا جائے کہ مذکورہ ہمزہ کا تعلق رسم سے نہیں ہے بلکہ ضبط کے ساتھ ہے تو ہماری گزارش ہے کہ [ماء ، فئة ، لؤلؤ] جیسے کلمات کا ہمزہ بھی تو ضبط سے تعلق رکھتا ہے اگر یہ لکھا جا سکتا ہے تو وہ بھی لکھا جانا چاہئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اسی طرح پاکستانی مصاحف میں نون قطنی بعض مقامات پر لکھا گیا ہے جبکہ دیگر بعض مقامات پر نہیں لکھا گیا۔مثلاً تاج کمپنی کے مطبوعہ مصاحف میں ﴿ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ ﴾ [البقرۃ:۱۸۰] میں نون قطنی لکھا گیا ہے جبکہ سورۃ الاخلاص میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ [الاخلاص: ۱،۲] پر نہیں لکھا گیا اور لفظ جلالہ کے ہمزہ وصلی پر زبر لگائی ہوئی ہے۔ حالانکہ وصلا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔اگر کوئی شخص ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ کو وصلا پڑھتا ہے تو کیسے پڑھے گا؟ عامی آدمی تو ﴿ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ میں وصل کے باوجود لفظ اللہ کے ہمزہ وصلی کو زبر دے کر ہی پڑھے گا جو صریح غلطی ہے۔
- پاکستانی مصاحف جس حرف کے اوپر کھڑا زبر ہو تو وہاں زبر نہیں ڈالی جاتی مثلاً ﴿ مٰلِكِ ﴾ حالانکہ کھڑا زبر الف کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر کسی حرف کے بعد الف ہو پھر اس حرف پر زبر ضرور ڈالی جاتی ہے مثلاً ﴿ كَمَا ﴾ تو اگر الف کی موجودگی میں پیچھے زبر ڈالی جاتی ہے تو کھڑا زبر (جو الف کے قائم مقام ہے) سے پہلے زبر کیوں نہیں ڈالی جاتی۔ ہمارے رائے میں اسے ﴿ مَـٰلِكِ ﴾ لکھا جانا چاہئے جیسے مصحف مدینہ میں لکھا ہوا ہے۔
- پاکستانی مصاحف میں مد متصل اور منفصل کے ضبط میں فرق رکھا گیا ہے جو ایک مستحسن امر ہے، بالکل اسی طرح ضبط کی تمام کتابوں میں نون ساکن ونون تنوین اور میم ساکن کے ضبط میں بھی غنہ، عدمِ غنہ اور اظہار ادغام وغیرہ کے اعتبار سے فرق رکھا گیا ہے جس کا ہمارے مصاحف میں لحاظ نہیں رکھا گیا۔بعض اصحابِ خیر نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسی مقصد سے تجویدی قرآن چھاپے تاکہ اظہار ادغام اخفاء وغیرہ کو واضح کیا جا سکے۔ ہماری رائے میں اگر مصاحف میں نون ساکن ونون تنوین اور میم ساکن کے مخصوص ضبط کا خیال رکھا جائے تو اظہار ادغام اخفاء وغیرہ کا فرق بڑی حد تک خود بخود واضح ہو جائے گا۔مثلاً کتبِ ضبط میں لکھا ہے کہ نون ساکن کے بعد اگر حروف حلقی آئیں تو نون کے اوپر سکون لکھا جانا چاہئے تاکہ نون کو خوب واضح کر کے اظہار کے ساتھ پڑھا جائے وگرنہ نون ساکن کو خالی رکھا جائے۔مثلاً [مِنْ خَيْرٍ ، يَنْـَٔوْنَ ، مَنْ يَأْتِ ، مِنْ تَحْتِهَا ، مِنْ بَيْنِ] اور اگر نون ساکن کو خالی رکھا جائے اور اگلے حرف پر شد ڈالی جائے تو یہ ادغام تام کی علامت ہے اور اگر اگلے حرف پر تشدید نہ ہو تو یہ ادغام ناقص یا اخفا کی نشانی ہے، یہی معاملہ میم ساکن کا بھی ہے۔اسی طرح تنوین کی دو صورتیں ہیں: متتالیتین (یعنی اوپر نیچے) اور متتابعتین (یعنی آگے پیچھے) متتالیتین کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے نون ساکن کے اوپر سکون ڈال دیا جائے اور متتابعتین خالی نون ساکن کی مثل ہے۔

اغلاط فواصل کی چند مثالیں

- روایت حفص کے مطابق ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے جبکہ ﴿ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ پر آیت نہیں ہے۔لیکن ہمارے ہاں پاکستانی مصاحف میں ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ کو آیت شمار نہیں کیا گیا اور ﴿ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ پر آیت کا نشان لگانے کی بجائے صرف ٦ نمبر دے کر سورۃ الفاتحہ کی سات آیات پوری کر دی گئی ہیں۔ جو علم عد الآی کی رو سے صریح غلطی ہے۔علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والكوفِ مع ملكٍ يعد البسملة   سواهما أولى عليهم عد له

’’یعنی کوفی اور مکی شمار میں بسم اللہ کو آیت شمار کیا گیا ہے جبکہ ان دونوں شماروں کے علاوہ دیگر شمار پہلے علیھم پر آیت شمار کرتے ہیں۔[الفرائد الحسان فی عدّ آي القرآن ، سورة الفاتحة]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- روایتِ حفص کے مطابق سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ﴿فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيماً﴾ پر آیت نہیں ہے اور سورۃ النساء کی ۱۷۶ آیات ہیں۔مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں بھی یہاں آیت نہیں ہے، جبکہ پاکستانی مصاحف میں سے بعض میں اس جگہ آیت شمار کی گئی ہے اور دیگر بعض مصاحف میں آیت شمار نہیں کی گئی۔ ہمارے پاس تاج کمپنی کے دو ایڈیشن موجود ہیں اور ان دونوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ایک طبع میں یہاں آیت شمار کی گئی ہے اور سورۃ النساء کی مکمل آیات ۱۷۷ کر دی گئی ہیں، جبکہ دوسرے طبع میں یہاں آیت شمار نہیں کی گئی اور سورۃ النساء کی ۱۷۶ آیات کر دی گئی ہیں۔ روایت حفص میں اس مقام پر آیت شمار کرنا علم عد الآی کی روشنی میں صریح غلطی ہے۔الشیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ اس ضمن میں الفرائد الحسان، سورۃ النساء میں فرماتے ہیں:

وذا أليمًا آخرا به انفرد

''یعنی آخری [أليما] پر آیت شمار کرنے میں شامی منفرد ہے۔'' جبکہ روایتِ حفص کوفی شمار کے مطابق ہے۔

- شمار آیات میں غلطی کا یہی حال سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۳ میں بھی ہے کہ ایک طبع میں [وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ] پر آیت شمار کی گئی، جبکہ دوسرے طبع میں آیت شمار نہیں کی گئی۔علم عد الآی کی رو سے روایت حفص میں یہاں آیت نہیں ہے۔صاحب فرائد الحسان سورۃ الانعام میں فرماتے ہیں:

ک فيكون الدّين شام بصري

''یعنی [فیکون] پر شامی اور بصری آیت شمار کرتے ہیں۔'' گویا کہ کوفی شمار میں اس جگہ آیت نہیں ہے۔

پاروں اور رکوعات کی درستگی

- پاکستانی مصاحف میں چودہواں پارہ ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [الحجر: ۲] سے شروع ہوتا ہے اور اس سے قبل سورۃ الحجر کی صرف ایک آیت مبارکہ کو تیرہویں پارے میں ڈال دیا جاتا ہے۔پاروں کی تقسیم چونکہ اجتہادی ہے لہٰذا اگر اس پارے کو سورۃ الحجر سے ہی شروع کر دیا جاتا [جیسا کہ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں ہے] تو اس میں آسانی کے ساتھ ساتھ اس کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہو جاتا۔
- جہاں پارہ ختم ہو رہا ہو وہیں رکوع ختم ہونا چاہئے، کیونکہ پاروں اور رکوعات کا مقصد قرآن مجید کو معانی کے مطابق مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ جب ہم ربع، نصف اور ثلث پر رکوع کے ختم ہونے کا اہتمام کرتے ہیں تو پارہ کے اختتام پر رکوع کا اہتمام کرنا بالاولیٰ ہے۔
- رکوعات وضع کرنے کا مقصد نمازِ تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کو برابر تقسیم کر کے آسان بنانا تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ تمام رکوعات میں ایک اعتدال ہوتا اور تمام رکوع باہم تقریباً ایک جیسے ہوتے، جبکہ صورتحال اس سے مختلف ہے، بعض رکوع بہت زیادہ لمبے ہیں اور بعض بالکل ہی چھوٹے ہیں۔
- پاکستانی مصاحف میں سورۃ الواقعہ کا پہلا رکوع ﴿ لِأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ [الواقعة: ۳۷] پر ہے، حالانکہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ لوگوں کا تذکرہ اس سے اگلی دو آیات پر مکمل ہوتا ہے،معنوی اعتبار سے یہ رکوع اس سے اگلی دو آیات ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْأٰخِرِيْنَ ﴾ [الواقعة: ۳۸، ۳۹] پر مکمل ہونا چاہئے تھا۔

پاکستانی اور سعودی مصاحف میں رموز اوقاف کا فرق

صحیح تحقیقی اور علمی مراجعت نہ ہونے کی وجہ سے پاکستانی مصاحف اور مجمع ملک فہد سے مراجعت شدہ مصاحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رموز اوقاف میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر بسا اوقاف عامی آدمی پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ سعودی مصاحف ماہرین فن اور پوری دُنیا کے کبار اہل علم اور اصحاب تفسیر پر مشتمل ایک کمیٹی [جن کے نام ہر مصحف کے آخر میں درج ہیں] سے مراجعت شدہ ہیں، لہٰذا ہم انہیں ایک معیاری اور ماڈل مصحف کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ہم نے بطور مثال سورۃ البقرۃ کے پہلے دو رکوع میں رموز کا موازنہ کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

کلمات قرآنیہ	رمز مصحف پاکستان	رمز مصحف مدینہ	کلمات قرآنیہ	رمز مصحف پاکستان	رمز مصحف مدینہ
الٓمٓ	ج	--	ءَامَنَّا	صلے / ج	--
لِّلْمُتَّقِيْنَ	لا	--	شَيٰطِيْنِهِمْ	لا	--
رَّبِّهِمْ	ق	صلے	مَعَكُمْ	لا	--
سَمْعِهِمْ	ط	صلے	بِالْهُدٰى	ص	--
غِشٰوَةٌ	ز	صلے	نَارًا	ج	--
بِمُؤْمِنِيْنَ	م	--	لَا يَرْجِعُوْنَ	لا	--
ءَامَنُوْا	ج	--	وَبَرْقٌ	ج	--
يَشْعُرُوْنَ	ط	--	الْمَوْتِ	ط	ج
مَّرَضٌ	لا	--	أَبْصَٰرَهُمْ	ط	صلے
مَرَضًا	ج	صلے	فِيْهِ	لا / ق	--
أَلِيْمٌ	لا	--	قَامُوْا	ط	ج
فِي الْأَرْضِ	لا	--	وَأَبْصَٰرِهِمْ	ط	ج
السُّفَهَآءُ	ط	قلے			

مذکورہ رموز اوقاف کے وسیع فرق سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان رموز کی تعیین میں بہت زیادہ کام ہونے والا باقی ہے جس کیلئے اہل علم کو آگے آنا چاہئے اور اس فریضہ مقدس کو ادا کرنا چاہئے۔بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ جہاں پاکستانی مصاحف میں تو رمز موجود ہے یا دو دو رمزیں لگا دی گئیں ہیں اور سعودی مصاحف میں سرے سے کوئی رمز موجود ہی نہیں ہے۔بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں دو متضاد رموز لگائی ہوئی ہیں، مثلاً تاج کمپنی کے مطبوعہ مصحف میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر۱۴ میں ﴿قَالُوْٓا ءَامَنَّا﴾ کے بعد دو متضاد رموز [صلے] اور [ج] لگائی ہوئی ہیں۔[صلے] کا مطلب ہے کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے جبکہ [ج] کی رمز کا مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔اب قاری مذکورہ دونوں رموز میں سے کس پر عمل کرے؟ وقف کرے یا وصل؟

اغلاطِ اوقاف کی چند مثالیں

- ہر آیت مبارکہ پر وقف کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نبی ﷺ ہر آیت مبارکہ پر وقف کیا کرتے تھے، جبکہ پاکستانی مصاحف میں ایک غلطی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ متعدد مقامات پر آیات کے گول دائرے کے اوپر وقف نہ کرنے کی علامت لا لکھی ہوئی ہے۔(اسی طرح روایتِ حفص کے علاوہ دیگر شماروں کی آیات، جہاں بطور علامتِ آیت [۵] لکھا ہوتا ہے، اس میں بھی بعض مقامات پر [۵] کے اوپر لا کی علامت لکھی ہوئی ہے۔) حالانکہ ہر آیت پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کرنا مستحب عمل ہے، اور اس علامت کے ذریعے مستحب عمل سے روک دیا جاتا ہے۔ اس غلطی کو متعدد مصاحف کے ساتھ ساتھ تاج کمپنی کے مطبوعہ مصاحف میں سورۃ الناس کی تمام آیات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

- پاکستانی مصاحف میں سورۃ اللّھب کی چوتھی آیتِ مبارکہ میں ﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ کے بعد وقف مطلق کی علامت [ط] لگی ہوئی ہے حالانکہ اس جگہ یہ علامت لگانا بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے بعد والا جملہ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ اس سے حال ہے اور فن کی رو سے ذوالحال اور حال کے درمیان وقف کرنا بہتر نہیں، نیز اگر اس جگہ وقف کر دیں تو اس کے بعد والے لفظ کو مبتدا یا مبتدا محذوف کی خبر ماننا پڑے گا حالانکہ حال ہونے کی بنا پر وہ منصوب ہے۔
- اسی طرح پاکستانی مصاحف میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ [البقرۃ: ۱۱۶] کے بعد علامت وقف [لا] لکھی ہوئی ہے، یعنی اس جگہ وقف نہ کیا جائے۔ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ ہے کہ ''انہوں (یعنی) کافروں نے کہا: کہ اللہ نے اولاد پکڑ رکھی ہے۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [سُبْحٰنَهٗ] ''کہ اللہ تعالیٰ (اس تہمت سے) پاک ہے۔'' گویا کہ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ تک کافروں کا کلام ہے اور اس کے بعد: [سُبْحٰنَهٗ] اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اگر اس جگہ وقف نہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ شاید [سُبْحٰنَهٗ] بھی کافروں کا ہی کلام ہے۔ جس سے معنی کی قباحت واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ کے بعد علامت وقف [لا] کی بجائے [قلے] ہونی چاہئے تھی، جس کا مطلب ہے کہ یہاں وقف کرنا اولیٰ ہے۔ تاکہ کفار کی بات اور اللہ تعالیٰ کے جواب میں فرق ہو جائے۔ ہاں البتہ: ﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ﴾ [مریم: ۳۵] میں [وَلَدٍ] کے بعد علامت وقف [لا] درست ہو سکتی ہے کیونکہ وہ سارا اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے۔
- اسی طرح تاج کمپنی کے مصحف میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں ﴿إِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ أَسْلِمْ﴾ کے بعد علامت وقف [لا] لگائی ہوئی ہے، جو وقف نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے، حالانکہ معنوی اعتبار سے یہاں وقف کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ [أَسْلِمْ] اللہ کا حکم ہے اور اس کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا جواب ہے۔
- اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۶ میں ﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ کے بعد علامت وقف [ط] لگائی ہوئی ہے، جو وقف مطلق پر دلالت کرتی ہے، حالانکہ معنوی اعتبار سے یہاں وقفِ لازم کی علامت ہونی چاہئے تھی تاکہ [يَسْمَعُوْنَ] اور [وَالْمَوْتٰى] میں تفریق ہو جائے، کیونکہ مردے سنتے نہیں ہیں۔ مجمع ملک فہد کے مطبوعہ قرآن مجید میں اس مقام پر وقف لازم کی علامت [م] ہی لگی ہوئی ہے۔
- سورۃ البقرۃ: ۲۴۶ میں ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْۢ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں وقف کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ جن سرداروں کا تذکرہ اللہ نے پہلے کیا ہے انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔
- اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۵۸ میں ﴿أَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس بادشاہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ لازماً وقف کیا جائے۔
- سورۃ المائدۃ: ۲۷ میں ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا تذکرہ اللہ نے اس سے پہلے کیا ہے، انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، کوئی نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- سورۃ الاعراف:۱۶۳ میں ﴿ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس بستی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے۔
- اسی طرح سورۃ یونس: ۷۱ میں ﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ نوح علیہ السلام کا تذکرہ اللہ نے اس سے پہلے کیا ہے، انہیں کی بات آگے چل رہی ہے، نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ یہاں لازماً وقف کیا جائے۔ واضح رہے کہ مذکورہ پانچوں مثالوں میں مجمع ملک فہد کے مطبوعہ مصاحف میں ان مقامات پر کوئی علامتِ وقف موجود نہیں ہے۔
- سورۃ ھود:۶۱ میں ﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحاً ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] لگی ہوئی ہے، حالانکہ معنوی طور پر یہاں بھی کسی علامت کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ جس نبی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کیا ہے، اسی کی بات آگے چل رہی ہے، کوئی نئی بات شروع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر لازماً وقف کیا جائے۔ نیز یہاں ایک بات اور قابل غور ہے کہ ایک رکوع پہلے ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً ﴾ اور ایک رکوع بعد ﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً ﴾ کے بعد وقف لازم کی علامت [م] کی بجائے وقفِ مطلق کی علامت [ط] لگائی ہوئی ہے، حالانکہ مذکورہ تینوں مقامات کا اندازِ تکلم ایک جیسا ہی ہے، پھر انکے درمیان رموز واوقاف کا یہ فرق کیوں؟
- مصاحف کے حاشیہ پر بعض ایسی علاماتِ وقف لکھی ہوئی ہیں جن کی استنادی حیثیت واضح کی جانی چاہئے، مثلا وقف النبی ، وقف منزل اور وقف غفران وغیرہ، ان سے مراد اوران کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

اچھی کاوش

مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم سعودی عرب، دُنیا کا وہ منفرد ادارہ ہے جسے رسم عثمانی، ضبط، علم الفواصل اور رموز واوقاف کے معروف قواعد کے ساتھ قرآنِ مجید کی طباعت کا اعزاز حاصل ہے۔ سعودی عرب کے اس ادارے کو نہ روایتِ حفص کا مستندترین مصحف چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے، بلکہ اس نے دیگر متداوِل روایات (ورش، قالون اور دوری) میں بھی کروڑوں کی تعداد میں مصاحف چھاپ کر مفت تقسیم کئے ہیں۔

مجمع ملک فہد کی طرز پہ مکتبہ دار السلام لاہور نے حال ہی میں رسم عثمانی، علم الفواصل اور رموز واوقاف کے مطابق مصحف طبع کیا ہے جو اس باب میں ایک اچھی اور قابل ستائش کاوش ہے، اگرچہ اس میں علم الضبط کے حوالے سے بہتری کی کافی گنجائش باقی ہے۔ دیگر طباعتی اداروں کو بھی اس اچھی روایت پر عمل کرنا چاہیے۔

عالمِ اسلام اور حکومتِ پاکستان سے اپیل

محقق اہل علم وقراء کرام اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اس کوتاہی کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان میں مطبوعہ مصاحف کے اندر رسم، ضبط، فواصل اور اوقاف کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں، جن کی تصحیح از بس ضروری اور ذمہ داران پر واجب ہے۔ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے اپنی کتاب 'قرآن وسنت، چند مباحث' میں اس امر کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ پاکستانی مصاحف کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ رشد کے قراءات نمبر اول میں قاری رشید احمد تھانوی صاحب کے 'رسم عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورتحال' نامی مضمون کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

پاکستان میں سرکاری سطح پر اگرچہ طباعت قرآن کا ایک اعلی ادارہ [پنجاب قرآن ہاؤس لاہور] چند سال قبل بنایا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا، جس کے قیام کا مقصد ایک معیاری اور رسم وضبط کی اغلاط سے پاک قرآن مجید کی طباعت تھا اور اس بورڈ نے محنت سے کام لے کر رسم وضبط کی اغلاط سے پاک ایک معیاری مصحف چھاپنے کی بجائے ''حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ خوانی'' کرتے ہوئے 'قدرت اللہ کمپنی اردو بازار لاہور' کے مصحف پر 'پنجاب قرآن ہاؤس لاہور' کا سرورق لگا کر ایک ماڈل مصحف کے طور پر چھاپ دیا ہے۔ اس ماڈل مصحف کی صورتحال بھی دیگر پاکستانی مصاحف سے مختلف نہیں ہے۔اس میں بھی دیگر پاکستانی مصاحف کی طرح رسم کی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔ البتہ اس مصحف کا کاغذ اور جلد دیگر مصاحف کی نسبت معیاری اور مضبوط ہے، جس پر حکومت پنجاب 'مبارکباد' کی مستحق ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ طباعتِ قرآن مجید میں رسم عثمانی (جو کہ توقیفی اور صحتِ قراءات کیلئے ایک معیار ہے اور اس کے خلاف قرآنِ مجید کی کتابت کرنا حرام ہے) ضبط اور اوقاف سمیت تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھا جائے۔

ہماری عالم اسلام سے بالعموم اور حکومتِ پاکستان سے بالخصوص اپیل ہے کہ وہ مجمع فہد کی طرز پر ماہرین فن پر مشتمل ایک لجنة مراجعة المصحف قائم کرے، جو رسم وضبط اور رموز اوقاف وغیرہ لازمی امور کو سامنے رکھ کر ایک معیاری مصحف کی تیاری کرے، جسے قانونی طور پر انجمن حمائت اسلام کے مصحف کی جگہ پر معیاری مصحف قرار دیا جائے اور تمام طباعتی اداروں کو اس مصحف کی مطابقت کا پابند کیا جائے، نیز کوئی بھی طباعتی ادارہ اس لجنة (کمیٹی) کی اجازت وسرٹیفکیٹ کے بغیر کسی مصحف کی طباعت نہ کر سکے۔اسی طرح حکومت کو یہ بھی چاہیے کہ وہ قرآنِ مجید کی طباعت کرنے والے مطابع اور اداروں کو اس امر کا پابند بنائے کہ کمیٹی کی اجازت کے ساتھ ساتھ وہ صرف اور صرف اعلیٰ معیاری کاغذ اور مضبوط جلدی بندی کے ساتھ ہی مصاحف کے طباعت کر سکتے ہیں۔اگر حکومتی ذمہ داران یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دے دیتے ہیں تو ان شاء اللہ یہ صدقہ جاریہ ہوگا اور روز قیامت ان کیلئے باعثِ نجات بنے گا۔

اگر حکومتِ پاکستان کیلئے ایسا ادارہ قائم کرنا یا ایسی کمیٹی تشکیل دینا مشکل ہے تو عالم اسلام کے مرکز سعودی عرب یا مکتبہ دار السلام لاہور، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر علوم القراءات کی تعلیم دینے والے ادارے [جن کے پاس اللہ کے فضل وکرم سے رسم وضبط کے ماہرین کی ایک جماعت موجود ہے] کے تعاون سے مراجعت کروا کر ایک ماڈل مصحف تیار کر کے تمام طباعتی اداروں کو اسی رسم کے مطابق طباعت قرآن مجید کا پابند کر دیا جائے۔ طباعتی اداروں کو پابند بنانے کا قانون تو موجود ہے، البتہ کمزوری صرف یہ ہے کہ غلطی کو غلطی نہیں سمجھا جا رہا۔

ہم آخر میں پھر واضح کرنا چاہیں گے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے، لہٰذا اس کے خلاف کتابتِ قرآن مجید حرام ہے مگر ضبط چونکہ اجتہادی ہے اور اس کو رسم عثمانی جیسا تقدس حاصل نہیں ہے۔ اگر اس میں بہتری کی جا سکے تو بہت اچھا ہے وگرنہ آسانی کی غرض سے انہی علامات کو ہی 'قواعد کے مطابق' لگایا جا سکتا ہے، کیونکہ ضبط کے معاملے میں خود سلف صالحین کے ہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، مثلاً ہمزہ وصلی کی علامت کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس پر کونسی علامت لگائی جائے۔اسی طرح فاء اور قاف کے نقطوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اہل مشرق فاء کے اوپر ایک نقطہ اور قاف کے اوپر دو نقطے لگاتے ہیں، جبکہ اہل مغرب فاء کے نیچے ایک نقطہ اور قاف کے اوپر ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ البتہ یہ کوشش ضرور کی جانی چاہیے کہ پوری دنیا میں تمام مطبوع قرآن مجید یکساں ہوں اور ان کا ایک ہی ضبط معروف ہو، نیز تمام لوگوں کو اسی سے متعارف کروایا جائے۔ اور اگر ایسا ممکن ہو جائے تو عوامی علامات ضبط کے بالمقابل اہل فن کے مقرر کردہ علامات ضبط کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وما توفيقي إلا بالله

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسن علی

علم الفواصل ......توقیفی یا اجتہادی؟

مقالہ نگار جناب محسن علی نے چند سال قبل شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب سے علوم اسلامیہ میں پروفیسر محمد عبداللہ کی زیرنگرانی ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان تھا 'علم الفواصل اور تفسیر و معنی پر اس کے اثرات'۔ زیرنظر مضمون اسی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے جو کہ موضوع کی افادیت کے پیش نظر رُشد کے صفحات میں شامل کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

جس طرح حق تعالیٰ نے قرآن مجید کے سمجھنے، سمجھانے اور یاد کرنے میں آسانی عطا فرمانے کی غرض سے اپنی اس کتاب کو تھوڑا تھوڑا کر کے اور سبع احرف پر نازل کیا۔ اسی آسانی کے لیے اس کو ۱۱۴ سورتوں پر تقسیم فرمایا۔ جن میں کچھ بڑی ہیں، کچھ درمیانی اور کچھ انتہائی چھوٹی حتیٰ کہ تین آیات کی۔ پھر ان سورتوں کو آیتوں پر تقسیم فرمایا اور ان کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا دیے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور زیادہ آسانی پیدا کرنے کے لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوبرو قرآن مجید کی آیتیں بھی شمار کیں۔ اس کو سیکھنے، سکھانے اور یاد کرنے میں مزید آسانی پیدا کرنے کی غرض سے پانچ پانچ اور دس دس آیتوں کے شمار کی تعلیم فرمائی۔ اس بارے میں صحیح احادیث اور آثار بھی وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عطاء بن سائب ابی عبدالرحمٰن اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم قرآن کی دس آیات پڑھنے کے بعد اس وقت تک آپ ﷺ سے اگلی دس آیات نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ اس کے حلال و حرام اور اَمر و نہی سے آگاہی حاصل نہ کر لیتے۔ [مسند احمد:۲۲۳۸۴]

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ان کا کہنا ہے کہ:

”تعلمنا القرآن والعمل جمیعاً“ [البیان فی عدآی القرآن:۳۳]

'یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔'

ان سب وسعتوں کے مہیا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اولاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور پھر ان کے ذریعے پوری اُمت کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرنے میں آسانی نصیب ہوجائے۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو تابعین رحمہم اللہ تک اسی طرح پہنچایا جس طرح نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم عمر بھر کلام الٰہی کے الفاظ اور اس کے حروف کے نقل کرنے میں مشغول رہے، اسی طرح اس کی آیات کے شمار کی بھی حفاظت کرتے رہے۔ پھر تابعین رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اَلفاظ اور آیات کے شمار کی تعلیم حاصل کی۔ ان سے آگے یہ تعلیم آئمہ شمار

☆ ایم فل علومِ اسلامیہ، شیخ زاید سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے پھر ہم تک پہنچ گئی۔ ذیل میں آیات کے شمار سے متعلق اَحادیث اور اَقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نقل کیے جاتے ہیں جن سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا کس قدر شوق تھا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کی تعیین کی بھی تعلیم حاصل کی۔

شمار کے بارے میں اَحادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔ یعنی کم از کم ساٹھ اور زیادہ سے سو آیات کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں فاتحہ کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔

[صحیح بخاری، ۵۴۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

’’جس نے ایک رات میں بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں اسے وہ دونوں کافی ہو جائیں گی۔‘‘

[صحیح بخاری، ۵۰۰۹]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت یعنی فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ’بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ العٰلمین۔ الرحیم۔ یوم الدین۔ نستعین۔‘ پانچوں میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے اور نستعین پر پہنچ کر پانچ انگلیاں بند کرلیں۔ پھر المستقیم پر ایک انگلی کھڑی کی جس میں اِشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہوگئیں، پھر سورت کے آخر پر ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیتیں ہوگئیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۶۳]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں پھر اس کو دجال نے گھیر لیا تو وہ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کو دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔‘‘ [صحیح مسلم:۱۸۸۳]

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ دجال کے دجالی فتنے سے اس کو بچائیں گے اور اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تیس (۳۰) آیتوں نے اللہ کی جناب میں ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کو جنت میں پہنچا دیا اور وہ سورۃ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾ [الملك:۱] ہے۔‘‘ [جامع الترمذی:۲۸۹۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت ساعت فرمائی قیامت کے روز وہ آیت اس کے لیے نور ہوگی۔‘‘

[البیان فی عدآی القرآن:۲۳]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسم اعظم (یعنی اللہ کا بڑا نام) ان دو آیات میں ہے۔ ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴾ [البقرۃ:۲/۱۶۳] اور ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ [آل عمران:۳/۱،۲، البیان فی عدآی القرآن:۲۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ایک رات میں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار آیات تک تلاوت کیں تو اس کے لیے دو قنطار اجر ہے۔ قنطار کے قیراط کی مثال بڑے پہاڑ کی سی ہے۔'' [ایضاً:۲۸]

حضرت ابوعبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ جن حضرات نے ہمیں قرآن مجید پڑھایا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان معلّمین نے ہمیں یہ بات بھی بتلائی کہ نبی ﷺ ان کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اُس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کراتے تھے۔ اسی لیے یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں ''تعلمنا القرآن و العمل جمیعاً'' یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ اور اس کے احکام دونوں چیزیں سیکھی ہیں۔ [البیان فی عدآی القرآن:۳۳]

اس روایت سے آپ ﷺ کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ احکام کی تعلیم فرمانا اور آیات کے شمار کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ایک وقت میں دس آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر اگلی دس آیات کی تلاوت اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پہلی دس آیات کے احکام کو سیکھ نہ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب گھر لوٹ کر آئے تو تین حاملہ اونٹنیاں پائے جو نہایت فربہ ہوں بڑی بڑی۔ ہم نے کہا بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس تین آیتیں کہ ان کو آدمی نماز میں پڑھتا ہے بہتر ہیں اس کے لیے تین اونٹنیوں سے جو بڑی اور موٹی ہوں۔'' [صحیح مسلم:۱۸۷۲]

شمار آیات کے بارے میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار و اَحادیث آئی ہیں۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ نبی ﷺ کا فاتحہ کی آیات کا، سورۃُ الملک کی آیات کا شمار بتانا اور سورت کے اوّل یا آخر میں سے کسی خاص مقام کی آیتوں کے مخصوص شمار پر ثواب کی تعیین فرمانا لغو اور بے فائدہ نہیں تھا بلکہ اس لیے تھا کہ لوگوں کو آیات کا شمار معلوم کرنے کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ ان کو مخصوص آیات کی تلاوت کا ثواب میسر آئے۔ ان سب اَحادیث سے فواصل کی تعلیم اور اس کے حفظ کی طرف توجہ کرنا معلوم ہوتا ہے، نیز یہ کہ فواصل کا شمار آپ ﷺ سے مروی ہونا پتہ چلتا ہے جو کہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ فواصل کی تعیین توقیفی ہے نہ کہ قیاسی۔

شمار آیات سے متعلق اَقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح نبی کریم ﷺ سے دیگر علوم قرآنیہ حاصل کیے اسی طرح آیات کا شمار بھی انہوں نے آپ ﷺ سے حاصل کیا جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں دس آیات کی قراءت کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات بھی سکھاتے اور پھر جب تک ہم ان دس آیات کو سیکھ نہ لیتے آپ ﷺ اگلی دس آیات کی قراءت نہ فرماتے۔

[مسند احمد:۲۲۳۸۴]

نبی کریم ﷺ سے شمار کی تعلیم تو سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی لیکن شمار آیات میں مشہور ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوئے۔ یہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی نفلی نمازوں میں بھی اپنی انگلیوں کے پوروں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کا شمار کیا کرتے تھے تاکہ ان کے ذریعے اجر موعود کو پاسکیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفلی نماز میں قرآن کی آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔

[البیان فی عدآی القران:۴۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔

[محولہ بالا]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔[ایضاً:۴۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت قاسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں آیات کا شمار کیا کرتی تھیں۔

[البیان فی عدآی القرآن:۴۲]

مندرجہ بالا تمام روایات جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نماز میں آیات کے شمار سے متعلق آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں آیات کے شمار پر ابھارنا تھا۔ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آیات کے شمار کا نماز میں اس قدر اہتمام فرماتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نماز کے باہر اس کی تعلیم وتلقین کا اہتمام نہ فرماتے ہوں۔ نماز کے علاوہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آیات کو شمار کرنا ذیل کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کی آیات کا شمار بھی کیا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک تلاوت کا اور دوسرا شمار کرنے کا۔[شرح المخللاتی:۹۵]

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کا شمار دیکھ کر اپنے بعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو اس کی تعلیم دی اور اس کو شمار کرنے پر ابھارا۔

اَقوال تابعین رحمہم اللہ

تابعین میں سے چوبیس لوگوں کے نام تقریباً ہمارے سامنے آتے ہیں جو آیات کے شمار میں مشہور ہیں ان اَئمہ کی نسبت مدینہ، کوفہ، مکہ، بصرہ اور شام کی طرف کی جاتی ہے۔

اہل مدینہ میں

عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، نافع بن جبیر بن مطعم اور یزید بن رومان رحمہم اللہ۔[البیان فی عدآی القرآن:۴۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کوفہ میں

ابوعبدالرحمٰن السلمی، زر بن حبیش، سعید بن جبیر، شعبی، یسیر بن عمرو، ابراہیم النخعی، یحییٰ بن وثاب، خثیمہ بن عبدالرحمٰن اور عاصم بن ابی النجود رحمہم اللہ۔[البیان فی عدآی القرآن:۴۳]

اہل مکہ میں

عطاء بن ابی رباح، طاؤس، ابن ابی ملیکۃ اور مغیرہ بن حکیم یمانی رحمہم اللہ۔[ایضاً]

اہل بصرہ میں

حسن، ابن سیرین، مالک بن دینار، ثابت البنانی، ابومجلز اور حبیب بن الشہید رحمہم اللہ۔[ایضاً]

اہل شام میں

کعب الاحبار رحمہ اللہ۔[محولہ بالا]

ان تمام شہروں کے کل آئمہ جو اُوپر بیان کیے گئے ہیں چوبیس (۲۴) ہیں۔جن میں سے چار مدینہ کے، نو کوفہ کے، چار مکہ کے، چھ بصرہ کے اور ایک شام کا۔ان سب آئمہ سے آیات کا شمار نماز میں اور نماز کے باہر ثابت ہے۔ شعبی کی روایت میں ہے کہ فرض نمازوں میں آیات کے گننے میں کوئی حرج نہیں۔[ایضاً:۴۷]

اسی طرح کی روایات باقی آئمہ سے بھی مروی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن سے جو بھی قرآن کریم پڑھتا وہ اس کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آیات کے شمار کی بھی تعلیم دیتے۔[ایضاً:۴۸]

امام عاصم رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی قرآن کی تلاوت کرتا تو وہ اپنی انگلیوں پر تلاوت کرنے والے کی آیات کا شمار کرتے۔[ایضاً]

خالد الحذاء ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر نماز میں آیات کا شمار کیا کرتے تھے۔[ایضاً:٦٦]

شمار آیات کی تعلیم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر اپنے مابعد آنے والوں یعنی تابعین رحمہم اللہ کو سکھائی اور ان سے آگے پھر شمار آیات کی یہ تعلیم ائمہ سبعہ اور امام دانی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق آئمہ ستہ تک پہنچی جو مندرجہ ذیل ہیں:

① مدنی اوّل ② مدنی اخیر ③ مکی ④ کوفی ⑤ بصری ⑥ شامی۔[ایضاً:٦٧]

یہ شمار و تعیین اس طرح روشن و ظاہر ہیں جس طرح صبح صادق کی روشنی واضح اور ظاہر ہوتی ہے۔ نیز جس طرح صبح کی روشنی سے رات کی اندھیری ختم اور ناپید ہوجاتی ہے اسی طرح یہ روایتیں بھی آیات کے شمار اور ان کی تعیین کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کو بالکل رفع کر دیتی ہیں۔

مذکورہ بالا تمام آثار و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم (علم الفواصل) توقیفی ہے۔لیکن اگر یہ علم توقیفی ہے تو پھر آئمہ شمار میں آیات کے شمار کے بارے میں اختلاف کیوں ہے؟ اس بناء پر ائمہ کرام کے دو مؤقف سامنے آتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① جو تمام آیاتِ قرآنیہ کے رءوس کی تعیین کو توقیفی قرار دیتے ہیں اور اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ قاری فتح محمد لکھتے ہیں:

’’تمام شمار توقیفی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے بتانے سے معلوم ہوئے ہیں اور اجتہادی نہیں ہیں جن میں قیاس اور رائے کا دخل ہو۔‘‘ [کاشف العسر:۵۷]

② جو اکثر آیات کے رءوس کی تعیین کے توقیفی ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن رءوس آیات کے تعیین کے ایک قلیل حصہ کے قیاسی/اجتہادی ہونے کے قائل ہیں۔ یہی مؤقف امام دانی رحمہ اللہ، ابن عبدالکافی رحمہ اللہ اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی مؤقف مقالہ نگار کے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ ذیل میں قائلین توقیفی اور قیاسی دونوں کے مؤقف بیان کیے جاتے ہیں۔

فواصل کا توقیفی ہونا

توقیفی کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”أما التوقيفي فما ثبت أنه النبي ﷺ وقف عليه دائماً تحققنا أنه فاصلة، وما وصله دائماً تحققنا أنه ليس بفاصلة.“[حديقة الزهر في عد آي السور (مخطوطة):۲۲۸]

’’جس کلمہ پر رسول اللہ ﷺ کا دائماً وقف کرنا ثابت ہے ہم اس کے فاصلہ ہونے کا یقین کریں گے اور جہاں آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ وصل کیا ہے اس کی نسبت ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ فاصل نہیں ہے۔‘‘

قائلین توقیفی کے دلائل

ائمہ کا وہ گروہ جن کا کہنا ہے کہ فواصل کا کلی علم توقیفی ہے اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں۔ وہ اس کے مندرجہ ذیل دلائل بیان کرتے ہیں:

① قرآن مجید میں ایسے کلمات بھی آئے ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور اپنے وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں جن پر سب نے آیت شمار کی ہے۔ لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔ پس اگر آیات کے مقرر کرنے میں اجتہاد اور رائے و عقل کا ذرا بھی دخل ہوتا تو یہ کلمات آیات میں سے خارج نہ ہوتے۔ کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ جتنے کلمات بھی آیات کے ہم شکل ہیں ان سب پر آیت شمار کی جاتی حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ پس ہم شکل ہونے کے باوجود ان پر آیت نہ ہونا صاف بتا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے بتانے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ عقل تو یہ بتاتی ہے کہ ہم شکل کلمات کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ یا تو سب پر آیت ہو یا کسی پر بھی نہ ہو۔ [ماخوذ از کاشف العسر:۶۴]

قاری رحیم بخش لکھتے ہیں:

’’رؤوس آیات کے توقیفی ہونے کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن پاک میں بہت سے کلمات ایسے ہیں جو وزن اور شکل کے اعتبار سے آیتوں کے مشابہ ہیں (اس کو شبه الفاصلة کہتے ہیں) حالانکہ اماموں نے ان کو رؤوس آیات میں شمار نہیں کیا نیز ایسے کلمات بھی کافی آئے ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں ہیں (اس کو شبه الوسط کہتے ہیں) جیسے ﴿ألا تعالوا﴾ لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے اور ان پر سب ہی نے آیت شمار کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔'' [ہدایات الرحیم:۳]

② بعض جگہ ایسے کلمات پر بھی آیت شمار کی گئی ہے جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا یا ان کلمات کا بعد والے کلمات سے قوی درجہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں عقل اور اجتہاد کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی کیونکہ ظاہر کی رو سے آیت کلام کے ایک حصہ کا نام ہے اور کسی حصہ کا کامل ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ اپنا مطلب بتانے میں بعد والے کلام سے بالکل بے نیاز ہو اور اس کا محتاج نہ ہو۔ ﴿ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ﴾ [العلق:۹/۹۶]، ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴾ [النازعات:۳۷/۷۹] ﴿ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ﴾ [اللیل:۱۷/۹۳] مذکورہ بالا کلمات ایسے نہیں، کیونکہ جب جملہ پورا نہیں یا بعد والے کلمہ کا پہلے کلمہ سے تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ یہ کلمات بعد والے کلمات سے بے نیاز ہیں۔ پس جملہ کے کامل نہ ہونے یا بعد والے الفاظ سے قوی تعلق ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے بتانے سے مقرر ہوئی ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴؛ مرشد الخلان:۱۸]

قاری فتح محمد رقم طراز ہیں:

''ایسے کلمات بھی کافی ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے۔''

[کاشف العُسر:۱۳۹]

③ دکتور وھبہ الزحیلي لکھتے ہیں:

"ولا سبيل لمعرفة أول الآية وآخرها إلا بالتوقيف الشارع فلا مجال فيها للقياس والرأی، بدليل أن العلماء عدوا ﴿المص﴾ آية، ولم يعدوا نظيرها وهو ﴿المر﴾ آية"

[الموسوعة القرآنية الميسرة: ٦٢٣٦]

''آیت کے اوّل و آخر کو شارع کے وقف کے علاوہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی اس میں قیاس اور رائے کا کوئی عمل دخل ہے، اس کی دلیل علماء کا 'المص' پر آیت شمار کرنا اور 'المر' پر آیت کا شمار نہ کرنا ہے۔''

عبدالفتاح قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات جو قرآن مجید کی انیس سورتوں کے شروع میں آرہے ہیں ان پر صرف کوفی نے آیت شمار کی لیکن ان میں سے تین حروف کو مستثنیٰ کردیا ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی ہے۔

❶ وہ جن کے آخر میں راء ہے۔ مثلاً 'الر ، المر'

❷ 'طسٓ' جو نمل کے شروع میں ہے۔

❸ مقطعات کے وہ حروف جو اکیلے آرہے ہیں۔ مثلاً 'ص، ن، ق' وغیرہ۔ سورۃ شوریٰ کے 'ق' پر حمصی اور کوفی دونوں کے لیے آیت ہے جبکہ باقی مقطعات کو کوفی نے لیا ہے۔ ان کو حمصی نے نہیں لیا۔ باقی پانچوں امام مدنی اوّل و آخر، مکی، دمشقی اور بصری ان حضرات نے مقطعات کے کسی حرف پر بھی آیت شمار نہیں کی۔ علماء کے ہاں یہ تفریق اور جدائی آیات کے توقیفی ہونے کی دلیل ہے۔ [بشیر الیسر:۲۴]

④ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل و رائے سے مقرر کیے جاتے تو کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوتی جو صرف ایک کلمہ والی ہو کیونکہ ایک کلمہ سے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ صرف ایک کلمہ والی آیتیں بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں جیسے دو مقطعات جن پر آیات شمار کی گئی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹی سورتوں میں بھی موجود ہے۔ جیسے 'والطور، والفجر، والضحٰی، والعصر' یہ بات نبی ﷺ کے بتانے اور آپ ﷺ سے سننے ہی پر منحصر ہے۔[کاشف العسر:٦٩]

نیز یہ کہ پورے قرآن میں کوئی آیت بھی ایسی نہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہو نہ بڑی سورتوں میں اور نہ چھوٹی سورتوں میں لیکن صرف ذیل کی تین صورتوں میں ایسی آیات ہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہیں۔

❶ مقطعات میں اور وہ بیس (۲۰) ہیں۔

❷ ان الفاظ میں جن سے قسم کھاتے ہیں جبکہ وہ دوسری آیتوں کے ہم شکل بھی ہوں۔ ان میں سے چار پر آیت شمار کی ہے۔

❸ قسموں کے سوا دوسرے الفاظ میں سے اور یہ پانچ ہیں۔

اس طرح ایک کلمہ والی کل آیات انتیس (۲۹) ہیں ان میں اکثر کو کوفی نے شمار کیا ہے اور بعض میں دوسرے امام بھی شریک ہوگئے ہیں۔[ایضاً:۱۰۱]

⑤ بڑی سورتوں میں چھوٹی آیتیں بھی آئی ہیں۔

⑥ چھوٹی سورتوں میں بڑی آیتیں بھی موجود ہیں۔[ایضاً:۱۳۹]

⑦ آیات کے آخری سرے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سلف آیات کے آخری کلمات پر دو نقطے لگاتے تھے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح نقطوں کا ترک اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت کا سرا نہیں ہے۔ اس کی توضیح کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل کافی وافی ہے کہ ان حضرات نے انفال وقتال یعنی براءۃ کے درمیان 'بسم اللہ' نہیں لکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی نبی کریم ﷺ اس کے شروع میں 'بسم اللہ' لکھنے کا حکم فرما دیتے تھے جبکہ سورۂ براءۃ کے شروع کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ کا کوئی بیان نہیں ملا۔ پس جب ان کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سورۃ کے اوّل میں 'بسم اللہ' لکھنے کا حکم فرمایا ہے یا نہیں تو اس بارے میں توقف اختیار کرلیا اور 'بسم اللہ' کو ترک کردیا۔

پس اگر آیات کا ثبوت اجتہاد سے ہوتا تو ان کو براءۃ کے شروع میں ضرورت پیش نہ آتی اور 'بسم اللہ' کو لکھ دیتے نیز وہ حضرات قرآنوں کے مجرد (نقطوں اور حرکتوں تک سے خالی) رکھنے کا پورا اہتمام فرماتے تھے اس کے باوجود بھی آیتوں کے شمار کے لیے ان کے اخیر میں نقطے لگاتے تھے۔ پس یہ عمل واضح دلیل ہے اس پر کہ آیات توقیفی ہیں اور ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نیز آیات کے درمیان کے ان نقطوں میں اماموں کا اختلاف کرنا آیات کے توقیفی ہونے کی یقینی دلیل ہے۔[ماخوذ از لوامع البدر:۹۰،۹۱]

⑧ امام عاصم رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی نقل کیا ہے کہ ایک بار ہمارا ایک سورت کی آیات میں اختلاف ہوگیا سو بعض نے کہا کہ تیس (۳۰) آیتیں ہیں اور بعض اس طرح گویا ہوئے کہ نہیں بتیس (۳۲) ہیں۔ سو ہم حضور ﷺ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور "فداہ أبي و أمي" کا مبارک رنگ متغیر ہوگیا (یعنی ناراضگی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار پیدا ہوئے) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آہستہ سے کچھ بات فرمائی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ حضور ﷺ امر فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھو، جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے (یعنی جو جو عدد آیات کا جس جس کو بتایا گیا ہے وہ اسی اسی طرح عدد پر قائم رہے)۔

پس اس روایت سے جہاں آیات کا توقیفی ہونا اور ان کا شمار معلوم ہوا وہاں یہ بھی بخوبی واضح ہوگیا کہ بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی کیونکہ یہ اختلاف اگر صحیح نہ ہوتا اور یہ تعداد آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی نہ ہوتیں تو آپ ﷺ کسی ایک عدد کو ساقط فرما کر اختلاف کو رفع فرما دیتے۔[ہدایات رحیم:۲]

شمار میں اِختلاف کی وجہ

قائلین توقیف آئمہ شمار میں اختلاف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’شمار کے اماموں کے اختلاف سے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ اختلاف اجتہاد کی علامت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شمار میں جو اختلاف ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قراءۃ کی وجوہ میں اختلاف ہے۔‘‘ [کاشف العسر:۱۳۹]

فواصل کا قیاسی ہونا

جس آیت پر آپ ﷺ نے ایک بار وقف کیا اور دوسری مرتبہ اس پر وصل فرمایا تو اس چیز میں یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کا وقف کرنا فاصلہ کی تعریف کے لیے تھا یا وقف تام کی تعریف کے واسطے یا یہ بات بتانے کے لیے کہ اس جگہ استراحت (آرام لینا) مقصود ہے اور اس کے بعد وصل کرنا۔ مگر ایسا (یعنی وقف تام یا استراحت) اسی صورت میں سمجھا جائے گا جبکہ وہ مقام فاصلہ کا نہ ہو۔ اسی طرح وصل کرنا کہ وہ مقام فاصلہ ہو مگر وقف تام کے لیے اس کو وصل کردیا۔ اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس کلمہ پر فاصلہ ہے یا نہیں اس بات کی تعیین/اجتہاد کے ذریعے کی جاتی ہے۔

قیاس کسے کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فهو ما ألحق من المحتمل غير المنصوص بالمنصوص لمناسب، ولا محذور في ذلك لأنه لا زيادة فيه ولا نقصان وإنما غايته أنه محل وصل أو فصل“

[حديقة الزهر في عد آي السور (مخطوطه):۲۲]

’’قیاس یہ ہے کہ جو احتمال غیر منصوص کسی مناسب امر کی وجہ سے منصوص کے ساتھ لاحق کردیا گیا ہو وہ بھی فاصلہ مانا جائے گا اور اس بات میں کوئی خرابی نہیں ہے اس میں کوئی کمی اور بیشی نہیں ہوتی اور اس کی غرض و غایت محض اس کا محل وصل یا محل فصل ہونا ہے۔‘‘

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ وقف ہر کلمہ پر الگ الگ بھی جائز ہے اور تمام قرآن کا وصل کرنا بھی جائز ہے لہٰذا قیاس اس بات کا محتاج ہے کہ وہ فاصلہ کی معرفت کا کوئی طریقہ معلوم کرے۔

[الاتقان فی علوم القرآن:۲/۲۶۹]

قائلین قیاسی کے دلائل

قائلین قیاسی کی رائے ہے کہ اس علم کا بہت بڑا حصہ تو ایسا ہے جو توقیفی ہے۔ لیکن ایک قلیل حصہ قیاسی بھی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کچھ جزئیات منقول ہیں۔ ان سے قواعد کلیہ مستنبط کیے گئے اور انہی کی طرف جزئیات بھی لوٹا دی گئی ہیں۔جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔قائلین قیاسی کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

① جب حضرت اعمش رحمہ اللہ تابعی سے امام حمزہ رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ آپ نے ﴿إِلَّا خَآئِفِينَ﴾ [البقرۃ:۲/۱۱۴] پر آیت شمار نہیں کی تو اس کے جواب میں اعمش رحمہ اللہ نے یہ دلیل بیان کی کہ ہماری قراءۃ میں ﴿خَآئِفِينَ﴾ کے بجائے ﴿خیفاً﴾ ہے۔[البیان فی عدآی القرآن:۱۰۹]

مقصد یہ تھا کہ اس قراءت کی رُو سے یہ کلمہ پہلی اور بعد والی آیتوں کے شکل اور ان کے وزن پر نہیں حالانکہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں شکل و وزن میں متحد ہو کر آئی ہیں۔ اس کے اپنی ماقبل اور مابعد آیات سے شکل و وزن میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اعمش رحمہ اللہ نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔

قاری فتح محمد کا کہنا ہے کہ علامہ دانی رحمہ اللہ کی اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

① آیات کے بارے میں مُشاکلہ اور تناسب والا قاعدہ معتبر بھی ہے اور اماموں نے اس کو استعمال بھی کیا ہے۔

② جن کلمات پر آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص و روایت نہ آئی ہو ان میں اجتہاد کر لینا اور اس کے ذریعہ سے ان کا حکم معلوم کر لینا صحیح اور درست ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

ابوایوب انصاری امام اعمش رحمہ اللہ اور امام حمزہ رحمہ اللہ کے قول سے متعلق فرماتے ہیں:

''آیات کے بارے میں اجتہاد کے جائز اور صحیح ہونے کی ایک دلیل وہ بھی ہے جس کو اعمش رحمہ اللہ نے ﴿خَآئِفِينَ﴾ پر آیت شمار نہ کرنے کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں ہماری قراءۃ ﴿خیفاً﴾ ہے۔ اس کی رُو سے یہاں مشاکلہ اور موازنہ کا قاعدہ معدوم ہے اس لیے ہم نے اس کو آیت کا آخری سر شمار نہیں کیا اور اس ارشاد کی بنیاد اس اجتہاد پر ہے جس میں کسی طرح بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔''[لوامع البدر:۹۱]

② آیات کی تمام جزئیات کے بارے میں نصوص نہیں آئیں (یہ رائے ابن عبدالکافی، علامہ دانی رحمہ اللہ اور امام شاطبی رحمہ اللہ وغیرہم کی ہے)۔[مرشد الخلان:۲۰]

③ شمار میں اماموں کا اختلاف ہے۔اس کے جواب میں یہ کہنا ظاہر کے خلاف ہے کہ آیات کا اختلاف قراءۃ کی وجوہ کے اختلاف کی طرح ہے اس لیے کہ قراءت کی وجوہ اُمت پر آسانی اور مہربانی فرمانے کے لیے نازل ہوئی ہیں اور شمار کا یہ حال نہیں ہے۔[کاشف العسر:۱۳۶]

قاری فتح محمد فرماتے ہیں:

''آیات کے بعض مواقعوں کا اجتہاد سے ثابت ہونا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لیے کہ اس سے قرآن مجید میں نہ کوئی زیادتی لازم آتی ہے اور نہ کمی بلکہ اس علم کے تمام مسائل وصل و فصل کے مقامات کی تعیین کے لیے ہیں۔'' [کاشف العسر:۱۴۰]

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق

قائلین توقیفی اور قیاسی کے نقطۂ نظر میں تطبیق بیان کرتے ہوئے عبدالرزاق علی ابراہیم موسیٰ فرماتے ہیں:

"إن هذا العلم بعضه ثبت بالنص وهو العظم وبعضه ثبت بالإجتهاد ولكن لما كان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الإجتهاد في هذا العلم هو رد الجزئيات التي لم ينص عليها إلى ما نص عليه منها، صح أن يقال: إن هذا العلم نقلي.'' [مرشد الخلان:۲۱]

''اس علم کا بعض حصہ نص سے ثابت ہے جو بہت زیادہ ہے اور بعض حصہ اجتہاد سے ثابت ہے۔ اس علم میں اجتہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان جزئیات کو جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی ہے، ان جزئیات کی طرف لوٹانا جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ علم نقلی ہے۔''

قاری فتح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم (یعنی علم الفواصل) کے دو حصے ہیں:

❶ وہ جو نص اور روایت سے ثابت ہے اور یہ اکثر ہے۔

❷ وہ جو اجتہاد کے ذریعے حاصل ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جن جزئیات کے بارے میں نص اور روایت نہیں آئی ان کو ان جزئیات کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جن کے بارے میں نص موجود ہے اور ان ہی سے غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی نکال لیا جائے۔ پس چونکہ بغیر نص والی جزئیات کا حکم بھی نص والی جزئیات ہی سے نکالا جاتا ہے اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ علم پورے کا پورا توقیفی اور نقلی ہے۔ [کاشف العسر: ۷۰-۷۱]

قاری صاحب اس سے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ آیات کے شمار میں اختلاف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیات کے شمار توقیفی اور نبیﷺ کے بتائے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ اختلاف مشاکلہ اور تناسب کی وجہ سے ہے۔ یہ دونوں قاعدے بھی فن کے علماء نے اُن آیات سے نکالے ہیں جن پر آیت ہونے کے بارے میں نص و روایت موجود ہے۔ پس ان آیات سے یہ دو قاعدے نکال کر اُن میں بھی جاری کر دیئے جن کے بارے میں نص و روایت نہیں تھی اور اس ذریعہ سے ان غیر نص والی آیات کو بھی وہی حکم دے دیا جو نص والی آ کا تھا اور وہ حکم یہ تھا کہ ان پر آیت ہے۔ پس اسی طرح غیر نص والی آیات پر بھی یہی حکم لگا دیا کہ ان پر بھی آیت ہے چونکہ یہ حکم مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ لگایا گیا ہے اور یہ دونوں نص والی آیات سے مستنبط ہیں اس بناء پر گویا وہ بغیر نص والی آیات بھی نص والی آیات ہی سے لی گئی ہیں اور اس طرح سب آیات توقیفی ہو گئیں۔ [ایضاً: ۱۳۸]

حاصل کلام یہ ہے کہ آیات کے فواصل کے شمار میں جو اختلاف ہے اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ یہ تمام اجتہادی/قیاسی ہیں۔ اس علم میں جو توقیف ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کے الفاظ اور اس کی آیات اور ان کا شمار یہ تینوں چیزیں خود نبی کریمﷺ سے سنی ہیں اور یہ اختلاف و اجتہاد توقیف کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریمﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آیات کی تعلیم ان کے رؤوس پر وقف کرنے کے ذریعے دی۔ جن رؤوس پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ان پر سب آئمہ کے نزدیک فواصل ہیں اور جن پر ہمیشہ وصل کیا اُن پر اجماعاً فواصل نہیں۔ آئمہ کے مابین اختلاف اصل میں ان رؤوس کے بارے میں ہوا جن پر ایک مرتبہ آپﷺ نے وقف کیا اور دوسری مرتبہ وصل۔ اب آپﷺ کے اس وقف اور وصل میں اختلاف ہوا کہ آپﷺ نے وقف فاصلہ کی تعلیم کے لیے کیا تھا یا وقف تام یا استراحت کے لیے؟ اسی طرح وصل کہ اُس پر فاصلہ تھا، جبکہ آپﷺ نے وقف تام کی وجہ سے وصل کیا۔ اس اختلاف کی بناء پر آئمہ میں اختلاف واقع ہوا کہ ان آیات کے رؤوس پر فواصل ہیں یا نہیں۔

آپﷺ کے وقف و وصل کی تین صورتیں ہیں:

❶ وہ کلمات جن پر آپﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ہے ان پر اجماعاً فاصلہ کا اطلاق ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ وہ کلمات جن میں ہمیشہ وصل کیا ہے یہ اجماعاً متروک ہیں۔

❸ وہ کلمات جن پر کبھی وقف کیا ہے اور کبھی ان کو وصل سے پڑھا ہے اس قسم میں اختلاف ہے۔

اس تیسری صورت کے وقف میں پھر تین طرح کے احتمالات ہیں:

① اس لیے کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے۔

② اس لیے کہ آگے پڑھنے کے لیے سانس میں قوت آ جائے۔

③ وقف کا طریقہ بتلانے کے لیے ہو کہ کسی حرف پر وقف کس طرح کیا جاتا ہے۔ مثلاً وقف میں حرکت والے حرف کو ساکن اور تاء تانیث سے بدل دیتے ہیں وغیرہ۔

جس طرح تیسری صورت کے وقف میں احتمالات ہیں اسی طرح وصل میں بھی دو احتمالات ہیں:

① یہ بتانے کے لیے ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا نہیں ہے۔

② اس لیے ہو کہ آیت کا آخری سرا تو ہے لیکن پہلی بار جو وقف کیا تھا وہ رؤوس کی تعلیم کے لیے تھا۔ پھر جب آپ ﷺ اس سے مطمئن ہو گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر فاصلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے تو پھر وصل کر دیا۔

پس ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں اور ان احتمالات میں یہ فیصلہ کرنا کہ اس پر فاصلہ ہے یا نہیں اجتہاد رقیاس ہی سے ممکن ہے۔ آیات کے رؤوس ایسے ہیں کہ وہ نہ تو کلی اجتہادی ہیں اور نہ کلی توقیفی۔ آیات کے رؤوس کا ایک بہت بڑا حصہ جس کی تعداد تقریباً چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) بنتی ہے ایسے ہیں کہ اُن پر سب کا اتفاق ہے جبکہ کل آیات چھ ہزار دوسو (۶۲۰۰) سے کچھ زائد ہیں ان اختلافی رؤوس سے عددی لحاظ سے کوئی نسبت حاصل نہیں۔ آئمہ کرام نے ان اختلافی رؤوس کی تعیین کے لیے ان آیات سے جن کے رؤوس کی بابت نص وارد ہوئی ہے، کچھ قواعد مرتب کیے اور پھر ان قواعد کی روشنی میں اختلافی رؤوس کی تعیین ممکن بنائی۔ یہ قواعد انہوں نے چونکہ نص والی آیات سے اخذ کیے تھے اس لیے یہ جزئیات رقواعد ان کلیات رنص والی آیات کا حصہ بن گئے۔ اس طرح یہ علم سارے کا سارا نقلی کہلانے لگا۔

✳———✳———✳

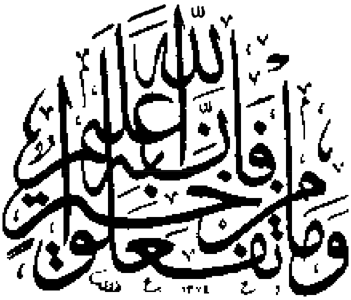

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو پینل☆

اِنٹرویو

حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا تحقیقی اور تعلیمی مشن

س: تعمیر شخصیت اور علمی رجحانات کا مختصر تعارف کروائیے؟

ج: بچپن سے ہی میں دھیمے مزاج کا حامل ہوں، اگرچہ میرے قابل رشک حافظے کے ساتھ ہر چیز پر توجہ دینے کے مزاج کی وجہ سے میرا شمار بہت ذہین لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ پورے گھر میں میرے حافظے پر بہت اِعتماد کیا جانے لگا۔ والدِ گرامی حافظ محمد حسین امرتسری روپڑی رحمہ اللہ کاروباری آدمی بھی تھے۔ لاہور کے تجارتی معاملات میں کسی نے اُنہیں جعلی چیک دے دیا۔ ایک پنچائیت میں فیصلہ ہوا کہ چیک کی بجائے اَصل رقم دی جائے۔ والد صاحب نے اَصل رقم لینے کے لیے بڑے بیٹے حافظ عبداللہ حسین کو ملزم کے ہمراہ بھیجا۔ وہ سائیکل بھی لے بھاگا۔ ہمارے پاس Raleigh سائیکل ہوتا تھا جوان دنوں کوالٹی کے اِعتبار سے بہت اچھی سواری سمجھی جاتی تھی۔ وقوعہ یوں ہوا کہ جس شخص نے جعلی چیک دیا تھا، اس نے کہا کہ سائیکل مجھے دو، میں اَبھی پیسے لے کر آتا ہوں۔ چھوٹی عمر کی وجہ سے بھائی صاحب نے سائیکل اُسے دے دی۔ وہ سائیکل سمیت غائب ہوگیا۔ کافی دیر بعد بڑے بھائی (حافظ عبداللہ حسینؒ) جب واپس آئے تو اُنہوں نے والد صاحب کو بتایا کہ وہ تو سائیکل بھی لے گیا ہے۔ والد صاحب نے تھانہ ماڈل ٹاؤن میں رپٹ درج کروادی۔ ان دنوں پولیس کے حالات کافی بہتر ہوتے تھے۔ پولیس نے ملزم کو سائیکل سمیت پکڑ لیا۔ اب سائیکل ہم نے اپنی تحویل میں لینا تھا۔ پولیس کا مطالبہ تھا کہ آپ رسید لے کر آئیں۔ عام طور پر سائیکلوں کی رسیدیں کم ہی سنبھال کر رکھی جاتی ہیں۔ یہ سائیکل ہم نے رستم سہراب فیکٹری کے ڈائریکٹر جناب محمد یٰسین (سابق امیر جماعت اہل حدیث پاکستان) کے ذریعے لیا تھا۔ اس سلسلے میں جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رسید تو میں بنا دیتا ہوں لیکن سائیکل کا نمبر چاہیئے۔ اب نمبر کسی کو یاد نہیں تھا۔ والد صاحب نے شام کے وقت گھر آکر ذکر کیا کہ سائیکل تو پولیس نے برآمد کرلیا ہے لیکن نمبر علم نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں نہیں مل سکتا۔ میں بالکل چھوٹی عمر کا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ نمبر مجھے یاد ہے۔ سائیکل کا نمبر گدی کے نیچے ہوتا ہے، جو میں نے اتفاق سے ایک دن پڑھ لیا تھا، میں نے بتایا کہ اس کا نمبر AK23842 ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے اسی کے مطابق رسید تیار کرا کر سائیکل حاصل کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد میرے ذہن کو گھریلو امور میں رجسٹر کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ہم عام طور پر دودھ حاصل کرنے کے لیے گھر میں جانور رکھا کرتے تھے، چنانچہ جانوروں کے جتنے بھی معاملات ہوتے، مجھے بتا دیئے جاتے۔ نومولود بچوں کی عمروں کے حساب وغیرہ بھی مجھے آج تک یاد ہیں۔

میں نے سات سال سے بھی کم عمری میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ چونکہ آواز دھیمی ہونے کے باوصف باریک بھی تھی اس لیے جب بعض مجلسوں میں خواتین نے میرا قرآن سنا تو کہنے لگیں کہ کوئی بہت چھوٹی بچی قرآن پڑھ رہی ہے۔ میری اسی ذہانت کی وجہ سے والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں اجل عالم دین بنوں۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ

☆ فضلائے جامعہ لاہور الاسلامیہ: نعیم الرحمٰن ناصف، فہد اللہ مراد، مصطفیٰ راسخ رفقاء مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری بڑی بہنوں کے بعد میں نے تمہیں بھی دینی تعلیم مکمل کرانی ہے تاکہ تم چھوٹے بہن بھائیوں کو عالم دین بنا سکو۔ ہم دس بہن بھائی تھے جن میں سے آج سات حیات ہیں۔ والدہ اور والد (رب ارحمهما كما ربياني صغيرا) بالترتیب یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء اور ۲۔اکتوبر ۱۹۵۹ء (بروز جمعة المبارک) داغ مفارقت دے گئے۔

میرا تعلیمی دورانیہ تقریباً ۱۹۴۹ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک ہے۔ ان دنوں دینی مدارس اِداروں کی شکل اختیار کر رہے تھے لیکن پورا مدرسہ کسی بڑی علمی شخصیت کے گرد ہی گھومتا تھا۔ جب کوئی مشہور شخصیت شیخ الحدیث کی مسند پر بیٹھ جاتی تو طالب علم اس مدرسہ کی طرف رُخ کرنے لگتے تھے۔ اگرچہ ہمارے خاندان کی دو معروف علمی شخصیات (حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ اور شیخ التفسیر حافظ محمد حسین امرتسری روپڑی رحمہ اللہ) نے الگ الگ ہر فن کے امام سے وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

ہماری خاندانی درسگاہ جامعہ اہلحدیث کا باقاعدہ افتتاح ۱۹۵۶ء میں ہوا تو اس میں بڑے بڑے علماء داخل ہوئے جن میں مفتی محمد صدیق (سرگودھا والے)، شیخ الحدیث مولانا محمد گنگن پوری اور مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی بھی شامل تھے۔ فارغ التحصیل علماء کو ان کی نصابی کتابوں کی دہرائی کے لیے ایک خاص کلاس بنائی گئی جس کے لیے ہر فن کی ایک اساسی جامع کتاب منتخب کی گئی۔ اس طرح درس نظامی کا خلاصہ فارغ التحصیل علماء کو پوری تحقیق کے ساتھ دوبارہ پڑھا دیا گیا۔ فنون کے خلاصہ کے طور پر نحو میں کافیہ، صرف میں اصول اکبری، منطق میں شرح تہذیب، بلاغت میں تلخیص المفتاح اور اُصول حدیث کی نخبۃ الفکر کو بطور علم پڑھایا جاتا تھا۔ گویا طرزِ تدریس میں کوشش ہوتی کہ ہر فن کی ایک کتاب پڑھنے سے ہی اس فن کا عالم تیار کر دیا جائے۔ والد گرامی اسی طرز پر تمام فنون آسان ترین انداز میں پڑھاتے کہ علماء کے ساتھ ساتھ ایک ادنیٰ طالب علم بھی مستفید ہو سکے۔ اندازہ کیجئے کہ نخبۃ الفکر کا مختصر متن ہمیں اس شرح وبسط کے ساتھ سمجھایا گیا کہ شرح نخبۃ اور مقدمہ ابن الصلاح کی ضروری بحثیں بھی شامل ہو گئیں۔

الحمدللہ ان کی توجہ خاص اور دعاؤں کی بدولت مجھے بڑے بڑے علماء کے ساتھ پڑھنے میں کوئی مشکل حائل نہ ہوتی بلکہ اچھے ذہن وحافظہ کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا کہ ایک بار میں کوئی عبارت دیکھ لیتا تو مجھے کافی حد تک یاد ہو جاتی اور تھوڑی سی توجہ کے بعد بالکل حفظ ہو جاتی۔ مجھے اصول اکبری کی اہم بحثیں، مصدر ثلاثی مجرد کے ۷۰ وزن آج تک ازبر ہیں۔ اسی طرح تخفیف ہمزہ اور تعلیلات کے عربی قواعد بھی اسی کتاب سے یاد ہیں۔ مثال کے طور پر تخفیف ہمزہ کا پہلا قاعدہ یوں ہے:

”الهمزة الساكنة يجوز قلبها بأخت حركة ما قبلها إن لم تكن همزة، وإلا يجب إذا كانتا في كلمة، وإلا لم يجب. وشذ الحذف وجوبا في خذ وكل وجوازا في مر، وهو أفصح من اومر كوأمر فأمر من ومر فمر.“

اسی طرح اصول اکبری (عربی) میں مصدر ثلاثی مجرد کے جو اوزان مجھے یاد ہیں وہ یہ ہیں:

حَمْدٌ	شُكْرٌ	بِشْرٌ	شَعْرَةٌ	شِعْرَةٌ	شُعْرَةٌ
فَرِحٌ	لَعِبٌ	كِبَرٌ	سُرًى	رُحْمٌ	أَنَسَةٌ
كَذِبَةٌ	صَلَاحٌ	قِيَامٌ	أُوَامٌ	دَلَالَةٌ	دِلَالَةٌ
دُلَالَةٌ	دَبِيبٌ	صَنِيعَةٌ	رَقُوبٌ	رُقُوبٌ	زِيُوحٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُلُوهَةٌ	أُلُوهِيَّةٌ	رَغْبَىٰ	فِكْرَىٰ	نُعْمَىٰ	خَطَفَىٰ
خَيْطَفَىٰ	خَنْسَرَىٰ	خَوْزَنَىٰ	شَنْئَانٌ	شَنَئَانٌ	دِرْيَانٌ
قُرْآنٌ	قَطِرَانٌ	عِرِفَّانٌ	فُرُكَّانٌ	عَلَانِيَةٌ	عَيْشُوْشَةٌ
دَيْمُومَةٌ (أصلها) دَيْوَمُوْمَةٌ		لُكْنُونَةٌ	بَاقِيَةٌ	رُفَهْنِيَةٌ	خَيْزَلٌ
سُؤْدَدٌ	سُؤْدُدٌ	تَيْقُورٌ	عِلَّوْزٌ	هِجِرٌّ	أَفْكَلُ
إِرْزِيْزٌ	أُزْبِيٌّ	تِمْشَاءُ	تُهْلُوكٌ	مَطْلَعٌ	مَطْلِعٌ
مَهْلُكٌ	مَقْدَرَةٌ	مَقْدِرَةٌ	مَقْدُرَةٌ	مِقْدَارٌ	تَهْلَكَةٌ
تَهْلِكَةٌ	تَهْلُكَةٌ	مَشْعُورٌ	مَشْعُورَةٌ		

مصدری مبالغہ کے اوزان ان کے علاوہ ہیں، یہ مبالغہ کے اوزان اور صفت مشبہ کے دوسوسولہ وزن کافی عرصہ تک مجھے یاد رہے۔

چونکہ بچپن اور ابتدائی جوانی میں پڑھی گئی زیر درس کتابوں کی اکثر عبارتیں مجھے خود بخود یاد ہو جاتیں۔ جیسے بلوغ المرام کے کافی حصے مجھے عرصہ تک یاد رہے۔ (مکتبہ رحمانیہ میں یہ بلوغ المرام، جس کو میں نے مکمل مشکّل کر دیا تھا، محفوظ ہے)

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ اپنی خاندانی درسگاہ جامعہ اہل حدیث قائم ہو جانے کے بعد والد صاحب مجھے مسجد قدس، چوک دالگراں (رام گلی نمبر ۵) میں ہمراہ لے جاتے۔ میں نے علوم آلیہ کی اساسی کتابیں فارغ التحصیل علماء کے ساتھی کی حیثیت سے پڑھی تھیں جو عربی زبان کے علوم صرف ونحو اور بلاغت کے علاوہ منطق وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ان کے ساتھ علوم عالیہ میں سے اصول (اُصول تفسیر، اُصول حدیث وفقہ) کی ابتدائی کتابیں زیادہ تر والد گرامی سے پڑھیں۔ انہی دنوں والد صاحب کی مزمن بیماری سل ودق شدید ہو جانے کے باعث میں ان سے بلوغ المرام، منتقى الأخبار (متن نیل الاوطار) اور الجامع الصحيح للبخاری گھر میں پڑھتا رہا اور کئی چھوٹے بڑے مخطوطے بھی والد صاحب نے مجھے املاء کروائے۔

چونکہ میں بنیادی کتابیں والد گرامی اور اپنے تایا محدث روپڑی سے پڑھ چکا تھا اس لیے والد گرامی کی وفات کے بعد میرے سرپرست محدث روپڑی اور میرے بہنوئی حافظ محمد اسماعیل روپڑی نے مجھے دیگر مکاتب فکر کے اہل علم سے نہ صرف پڑھنے کی اجازت دی بلکہ مولانا اسماعیل روپڑی کے دیگر مکاتب فکر کے علماء اور مشائخ سے رواداری اور ان کے بے پناہ عزت واحترام کو دیکھ کر میں ان علماء کا بھی گرویدہ ہوتا رہا۔ نیز اساتذین مرحومین کی اس نصیحت کے پیش نظر کہ ہر علم وفن اس کے ماہر سے حاصل کرنا چاہیے، میں نے ماڈل ٹاؤن کے قریب مسلم ٹاؤن لاہور کے بالمقابل جامعہ اَشرفیہ کے نئے کیمپس جانا شروع کر دیا جس میں بہت سے علوم آلیہ کے علاوہ علوم عالیہ سے فقہ واصول بھی کبار اساتذہ سے پڑھتا رہا، جبکہ فقہ الحدیث میں خصوصی طور پر مولانا رسول خان اور مولانا اِدریس کاندھلوی رحمهما الله کے تبحر علمی سے فیض یاب ہوا۔ اسی طرح سواری مہیا ہو جانے پر جامعہ مدنیہ واقع مسلم مسجد، لوہاری گیٹ۔ لاہور میں ماہر علوم وفنون مولانا شریف اللہ خان وغیرہ سے منطق وفلسفہ، علم ہیئت وکلام کی آخری نصابی کتابیں بھرپور توجہ سے پڑھیں۔ اس سے قبل مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ میں نے قرآن کریم کا اِبتدائی چوتھا پارہ ایک بہت بڑے استاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری سے حفظ کیا تھا۔ یعنی میں اپنے بڑے بھائی حافظ عبداللہ حسینؒ کے ہمراہ قاری فضل کریمؒ کے مایہ ناز اُستاد قاری کریم بخشؒ کا شاگرد ہوں، جو امرتسر میں پڑھاتے تھے، میں نے وہیں ناظرہ پڑھے بغیر حفظ کی ابتدا کی تھی۔

اگرچہ عم محترم محدث روپڑی نے مجھے والد گرامی کی وفات کے فوراً بعد جامعہ اہل حدیث میں ان کا قائم مقام بنا دیا جس کی وجہ سے نظامت کے ساتھ ساتھ بعض کتابوں کی تدریس کی ذمہ داری بھی اٹھانی پڑی تاہم اسی دوران وقت نکال کر میں دیگر مکاتب فکر کے مشہور مدارس میں بھی پڑھتا رہا۔ علوم عالیہ کے اعلیٰ ترین حصے قرآن وحدیث کی کافی تعلیم میں نے اَپنے والد مرحوم سے حاصل کر رکھی تھی خاص طور پر ان کے اساسی ذوق اُصولِ حدیث وتفسیر کی۔ بعدازاں فقہ واصول کا جائزہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہمیں محدث روپڑی کرواتے رہے اور صحیح بخاری بھی میں نے دوبارہ محدث روپڑی سے پڑھی اور مشکوۃ سمیت صحاح ستہ کی تکمیل بھی محدث روپڑیؒ اور مولانا محمد عبدہ فیروزپوریؒ وغیرہ سے کی۔ اِنسان جب مختلف اساتذہ سے پڑھتا ہے یا دیگر حلقوں میں جاتا ہے تو اَثر ضرور قبول کرتا ہے۔ اس حوالے سے مجھ پر زیادہ شوق اس امر کا سوار ہوا کہ میں آزادانہ تحقیق کروں۔ خاص طور پر مولانا رسول خان صاحب جب دورۂ حدیث کروا رہے تھے تو اس وقت ان کی حدیث کے ساتھ حنفی فقہ کی مطابقت کے لیے بحثیں بہت زور دار ہوا کرتی تھیں جن سے مجھے تقابلیفقہ کا ذوق پیدا ہوا، جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچ کر پورا ہوا۔

میں اور میرے بڑے بھائی حافظ عبداللہ حسین ایک دفعہ سرگودھا گئے تو وہاں حافظ محمد ابراہیم کمیر پوریؒ سے ملاقات ہوئی وہ اہل حدیث اکابر علماء کا ذکر کرتے ہوئے ان کے امتیازات پیش کرنے لگے۔ جن میں سے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ، حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ اَمرتسری رحمہ اللہ اور پھر ہمارے والد گرامی کا تذکرہ کیا۔ کہنے لگے کہ آپ کے والد صاحب کا اِمتیاز رسوخ فی العلم کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا تھا۔

واقعتاً وہ بہت متقی تھے، کاروباری معاملات میں بھی ان کی احتیاط انتہائی زیادہ ہوتی تھی۔ ہمیں کہا کرتے تھے کہ دینی مدارس میں چونکہ زکوۃ وخیرات آتی ہے اس لیے اس میں سے تنخواہ لینے والا اس کا پورا پورا حق اَدا کرے، ورنہ یہ انسان کی اَولاد کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس بارے میں اتنی احتیاط فرماتے کہ ہم جو کھانا گھر سے لے کر جامعہ اہلحدیث میں پڑھنے جاتے تو ہمیں جامعہ کے چولہوں پر کھانا گرم کرنے کی اجازت نہ دیتے، کہتے کہ یہ چولہے زکوۃ وخیرات سے چلتے ہیں اس لیے ان پر ہمیں کھانا گرم نہیں کرنا چاہئے۔

میں جامعہ اہل حدیث میں اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کر چکا ہوں کہ میرے سارے ساتھی عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے اس وجہ سے والد گرامی کو فکر ہوتی کہ شائد کوئی اہم شے مجھے پوری طرح سمجھ نہ آئی ہو۔ لہٰذا وہ جامع قدس سے ماڈل ٹاؤن تک بس میں آتے جاتے مجھے پڑھایا کرتے یا پڑھایا جانے والا سبق دوبارہ سمجھاتے رہتے۔ اس طرح میں ایک ہی سبق تین تین دفعہ پڑھ لیتا۔ اس دوران میں سوالات بھی کرتا تھا، کیونکہ جب انسان کو سمجھ آنے لگے تو وہ سوال زیادہ کرنے لگتا ہے۔ کلاس میں بھی کوئی الجھاؤ والی بحث ہوتی تو میں اس میں کوئی نہ کوئی اعتراض پیش کر دیتا۔ بسا اَوقات والد گرامی حوصلہ افزائی فرماتے کہ عبدالرحمٰن کے سوال میں وزن ہے۔ جس سے میں مغالطے کا شکار ہو گیا کہ میں کوئی بڑی شے ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مغالطے کے ازالہ کیلئے اس طرح مجھے ہدایت فرمائی کہ اس بارے میں حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ نے بہت اَچھے طریقے سے میری تربیت کی۔ اُنہیں میرے عنفوان شباب کے تعلّی آمیز روّیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے محسوس ہوا کہ میں اپنے بارے میں عالم وفاضل ہونے کا مغالطہ رکھتا ہوں تو وہ میری اِصلاح کیلئے کوشاں ہوئے۔ (اسکا ذکر آگے آ رہا ہے) اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اوران کی مغفرت فرمائے۔ آمین

میں ذکر کر چکا ہوں کہ میں نے بخاری شریف اپنے والد گرامی سے پڑھنے کے بعد دوبارہ حافظ عبداللہ محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ سے بالاستیعاب پڑھی۔ دونوں بزرگوں کا الگ الگ اسلوب تھا۔ والد گرامی کو صحیح بخاری کے پہلے چھ پارے زبانی حفظ تھے جبکہ مجھے پڑھاتے ہوئے وہ امام بخاریؒ کے منہج تصنیف اور اُسلوبِ استدلال پر زیادہ زور دیتے کہ اِمام بخاری رحمہ اللہ کس پائے کے مجتہد عالم ہیں۔ اسی اجتہادی اور اصولی شوق کے پیش نظر بعدازاں میں نے اپنی Ph.D کے لیے ''أصول الاجتهاد في الجامع الصحيح للإمام البخاريؒ'' موضوع چنااور اپنے ڈاکٹریٹ کے مذکورہ بالا مقالہ کی تیاری میں مجھے اپنے شیخین مرحومین کے اس دور کی راہنمائی بہت کام آتی رہی۔

میں نے جب محدث روپڑی سے بخاری پڑھی تو میرے ساتھیوں میں دور حاضر کے کئی اکابر اہل علم اور مبلغ شامل تھے۔ جن میں حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا عبدالسلام کیلانی اور سید حبیب الرحمٰن شاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا دھیما مزاج تھا اور وہ ڈانٹتے بالکل نہیں تھے۔ عام طور پر ہم ساری کلاس کے بیس، پچیس ساتھیوں کے علاوہ بعض اجل مشہور علماء ان کے درس میں آ کر بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ محدث روپڑی کے پرانے شاگرد علامہ محمد یوسف کلکتوی ہمارے بخاری کے درس میں آ بیٹھے تو قرآن مجید کی قراءتوں پر بحث شروع ہوگئی، کیونکہ علامہ صاحب نے دینی جرائد میں اشتہار دے رکھا تھا کہ جو شخص 'أنزل القرآن على سبعة أحرف' [صحیح بخاری:] کی صحیح تشریح کر دے اس کو میں پانچ سو روپے (آج کے لاکھوں برابر) انعام دوں گا۔ اس بحث میں ہم طلبہ نے بھی دلچسپی لی اور سوال وجواب سے کافی ذہن کھلا۔

ہمارے سوالات وجوابات سے روزانہ بخاری پڑھنے کا دورانیہ اس قدر طویل ہو جاتا کہ ہم صبح بیٹھتے اور شام تک بخاری کا سبق چلتا رہتا۔ کتاب الایمان (صحیح بخاری) پڑھتے ہوئے جب یہ ذکر آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویل قبلہ کے وقت والی نماز کون سی تھی؟ تو محدث روپڑیؒ نے وأنه صلى أوّل صلاة صلاها صلاة العصر کی مشکل عبارت کی ترکیب شاگردوں سے پوچھی۔ شارحین بخاری اس عبارت کو ترکیب کے اعتبار سے اہم قرار دیتے ہیں۔ محدث روپڑی رحمہ اللہ نے باری باری سارے طلباء سے کہا کہ اس کی ترکیب بتاؤ۔ اپنی باری آنے پر جب میں نے اپنی ترکیب پیش کی تو وہ کہنے لگے کہ یہ ترکیب غلط ہے۔ میں نے کہا: کیسے غلط ہے؟ انہوں نے میری غلطی واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر یوں ترکیب کریں تو؟ اس پر میں نے صاد کیا، جس پر وہ کہنے لگے: یہ ترکیب بھی غلط ہے۔ گویا اس طرح دو تین دفعہ ترکیبیں مجھ سے کروانے کے بعد جب ہر دفعہ میں تسلیم کر لیتا تو کہتے کہ یہ بھی غلط ہے۔ گویا انہوں نے مجھے باور کرایا کہ اپنے بارے میں مغالطہ نہیں ہونا چاہئے ﴿وفوق كل ذي علم عليم﴾ اس طرح مجھے احساس ہوگیا کہ جس صرف ونحو کی مہارت پر مجھے بہت اِعتماد ہے، اس کی حالت بھی پتلی ہے۔ ان کے انداز تدریس کے فوائد میں سے بڑی نعمت جو ہمیں حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ صحیح بخاری کے مشکل اہم مقامات حل ہوتے گئے۔ بڑے محدث اور فقیہ سے اس طرح بخاری پڑھنے سے ہماری سوجھ بوجھ کافی کھل چکی تھی جس کا اندازہ پانچ چھ سالہ جامعہ اہلحدیث میں تدریس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالب علم بن کر ہوتا رہا۔ اتفاق سے محدث روپڑی کے تین شاگرد میرے سمیت حافظ ثناء اللہ اور عبدالسلام کیلانی کلیہ الشریعہ (مدینہ یونیورسٹی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں متعلّم تھے کہ ایک دن جامع بخاری میں مذکور ایک حدیث مدینہ منورہ کے مشہور قاضی شیخ عطیہ سالم کے محاضرہ میں زیر بحث آ گئی۔ جس کے راوی عروہ البارقی رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ البارقی کو ایک دینار دیا تھا کہ بکری خرید کر لاؤ، انہوں نے اس دینار کی جو بکری خریدی وہ رستے میں ہی دو دینار میں بک گئی۔ پھر انہوں نے ان دو دیناروں میں سے ایک دینار کی بکری دوبارہ خریدی اور ایک دینار واپس بھی لے آئے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیع میں برکت کی دعا دی۔ [کتاب المناقب:۳۶۴۲]

اس حدیث کا متن اگرچہ صحیح بخاری میں موجود ہے لیکن یہ متن اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی روایت کا متن مع سندِ ضعیف صحیح بخاری میں کیوں ہے؟ ابن حجر رحمہ اللہ بلوغ المرام میں اس حدیث کو ذکر کر کے تبصرہ کرتے ہیں: أخرجه البخاري في ضمن حديث ولم يسق لفظه (امام بخاری نے ایک دوسری حدیث کے ضمن میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے لیکن اس متن کی روایت نہیں کی۔ کیونکہ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ نے ارواء الغلیل تخریج منار السبیل میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور کئی دیگر محدثین نے اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ابن حجر کی غلطی ہے، صحیح بخاری میں یہ روایت سند سمیت موجود ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کی ایک کلاس میں جب یہ سوال اٹھا تو مولانا عبدالسلام کیلانی اس بحث کو سٹاف روم تک لے آئے۔ جہاں یہ بحث مدینہ یونیورسٹی کے ماہر اساتذۂ حدیث کے درمیان دو دن تک مسلسل چلتی رہی۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اسے کسی علمی نکتے کی وضاحت کیلئے لائے ہیں کیونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہے۔ اس کی سند میں 'حي' (قبیلہ) مبہم راوی ہے۔ یعنی مبہم نامعلوم شخص ہوتا ہے، ایسے غیر متعین شخص کی توثیق بھی نہیں ہوسکتی۔ شرط پر نہ ہونے کے باوجود اس کا صحیح بخاری میں روایت ہونا الجامع الصحیح پر الزام ہو جائے گا کہ امام بخاری مبہم شخص سے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہم اس کی تائید میں ابن حجرؒ کی مذکورہ بالا عبارت پیش کرتے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت نہیں بلکہ یہاں اس حدیث کے معلول ہونے کا اشارہ ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کا تبصرہ قابل غور ہے۔ امام بخاری ''الخير معقود بنواصي الخيل إلى يوم القيامة'' کے ضمن میں اس کی جس سند کا ذکر کر رہے ہیں حسن بن عمارہ (راوی) نے اسی سند سے عروہ البارقی کی یہ حدیث روایت کردی ہے جو ان کی غلطی ہے۔ اس کی اصل سند وہ ہے جس کے اندر قبیلہ کے مبہم راوی کا ذکر ہے جو سند ضعیف ہے۔ لہٰذا عروہ البارقی کی یہ معلول حدیث امام بخاری کی مرویات میں شامل نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب اِس بحث کا سٹاف روم میں اِختتام ہوا تو اس بحث میں مدینہ یونیورسٹی کے شریک ہونے والے اُساتذہ میں سے جلیل القدر محدث شیخ حماد بن محمد انصاری کہنے لگے: ''أستفيد منهم أكثر مما يستفيدون مني'' (وہ مجھ سے اِتنا علمی فائدہ نہیں اٹھاتے جتنا میں ان سے اٹھاتا ہوں) شریک مجلس پاکستانی استاد حدیث مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: ''كيف لا! وهم تلاميذ المحدث الكبير الحافظ عبدالله الروبري'' اس طرح ہمیں بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ انعام کے طور پر شیخ حماد انصاری نے مجھے تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید جو انہی دنوں طبع ہو کر نئی مارکیٹ میں آئی تھی، اپنے ہاتھ سے عبارت لکھ کر تحفتاً دی۔ آپ اندازہ کریں کہ اس طرح گہرائی کے ساتھ بخاری پڑھنے کا ہمیں کتنا فائدہ ہوا تھا؟

میرے خاندانی اہلحدیث مسلک کی بنیاد کتاب سنت پر ہے۔ مختلف مدارس میں تعلیم پانے کی وجہ سے مجھ میں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادانہ تحقیق کا رُجحان بڑھا، وہ بعد میں کتاب وسنت سے استنباط اور اجتہاد کا مستقل رویہ بن گیا۔ اختلافی جزوی مسائل میں خاص رائے پرزور دینے کی بجائے اندازِ استدلال کی اہمیت کا رجحان بنتا رہا۔ مزید برآں اللہ نے مجھے جو مدینہ یونیورسٹی جانے سے قبل پانچ چھ سال جامعہ اہل حدیث میں پڑھانے کا موقع دیا تھا وہ نہ صرف میری تدریسی زندگی کی کلید بنا بلکہ علوم وفنون میں گہرائی کا باعث ہوا۔ آج کے کئی بڑے شیوخ اس دور میں مجھ سے پڑھا کرتے تھے جن میں قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ بھی شامل ہیں۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنی دنیاوی تعلیم کے بعد دینی علوم کی تحصیل کا پہلے دس سال تجربہ ہوا وہی اپنی تدریس اور بیرون ملک تعلیم کے دس سال پختہ ہوتا رہا۔

مدینہ یونیورسٹی کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر مجھے مشہور جامعات اور مختلف معاشروں کو دیکھنے کا بھی موقع ملا، اسی طرح دینی صحافت کے میدان میں اتر کر پاکستان کے علمی اور فکری حلقوں سے واقف ہوا۔ دینی ادارہ کا مہتمم ہونے ساتھ ساتھ علمی صحافت کے علمبردار مجلّہ ماہنامہ محدث لاہور سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اہم مذاکروں میں شرکت اور فکری حلقوں میں بھی گھومتا رہا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ پاکستان کی علمی فضاء محدود ہے جب کہ ہمارے خاندانی مرکز جامعہ اہلحدیث کی فضاء اس سے بھی مخصوص تر تھی کیونکہ اس پر روپڑی ثنائی اختلافات کی لہر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے اثرات مجھے مدینہ منورہ سے واپس آنے پر زیادہ محسوس ہونے لگے تو میں نے اپنے لیے مدنی نسبت اختیار کر لی۔

والد گرامی ۱۹۵۹ء تک فکری طور پر میری ایک اخلاص بھری آزادانہ تربیت کرتے رہے۔ مثال کے طور پر ان کی جو روش خصوصاً مجھ پر بہت اثر کرتی وہ یہ تھی کہ اپنے دھڑے کی ناجائز حمایت نہیں کرتے تھے، ہر ایک مسئلہ خواہ وہ تنظیمی ہو یا فکری، وہ اس میں ایک نپی تلی رائے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے خاندان کے ساتھ آنکھیں بند کر کے نہیں چلسکتا۔ جہاں حق ہوتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔

والد گرامی کی رحلت کے بعد ہمارے گھریلو سرپرست بڑے بہنوئی حافظ اسماعیل روپڑی بنے تو میں نے دیکھا کہ اُن کے اَندر بے مثل خطابت کے ساتھ ساتھ رَواداری اور اِیثار بہت زیادہ تھا۔ ہمارے خاندان کا جو روپڑی اور ثنائی اختلاف تھا اس کے اَندر بھی وہ مولانا ثناء اللہ اَمرتسری کے اخلاقیات کے بڑے مداح تھے۔ مولانا ثناء اللہ اَمرتسری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی حافظ اِسماعیل روپڑی کے بارے میں اَکثر یہ تذکرہ کرتے تھے کہ جب اسماعیل اُدھر ہوتا ہے تو اپنے چچا کے ساتھ، اور جب یہاں ہوتا ہے تو میرے ساتھ۔ حافظ اسماعیل روپڑی میں اِیثار اتنا زیادہ تھا کہ وہ کسی کو محسوس کرائے بغیر لگاتار (ایک عرصہ تک) ایثار کرتے چلے جاتے تھے جبکہ اسے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ صرف ایثار ہو رہا ہے۔ میں اکثر کھانا اُن کے ساتھ کھاتا تھا۔ جب بھی اُن کے ساتھ کھانا کھاتا تو گوشت کے ٹکڑے میرے آگے کر دیتے تو میں سمجھتا کہ وہ خود گوشت نہیں کھاتے اس لیے گوشت کو میرے آگے کر دیتے ہیں۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ گوشت کھا رہے ہیں تو میں بڑا حیران ہوا۔ حالانکہ یہ ان کا اِیثار تھا کہ ایک عرصہ تک مجھے اُن کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ مسلسل ایثار کرتے ہیں۔

بہرصورت اپنے ماحول کی یہ چیزیں اِنسان کو غیر شعوری طور پر تربیت دیتی ہیں۔ جب میں نے رَواداری کے یہ اَنداز دیکھے تو میرا مناظرانہ اَنداز تحقیق رواداارنہ افہام وتفہیم میں بدل گیا، اس طرح اس اخلاص کی تربیت ہوتی رہی جو والد گرامی سے مجھے ورثے میں ملا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیا تھا کہ میں نے دنیاوی علوم بھی باقاعدہ سکول اور کالج میں داخل ہو کر پڑھے تھے۔ میں عصری علوم سے ریاضی اور سائنس میں بہت تیز تھا۔ اِمتحان میں میرے تقریبا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰ فیصد نمبر آیا کرتے تھے۔ الحمدللہ میں نے سکول وکالج کا بھی ماحول دیکھا، دینی ماحول بھی دیکھا، اس کے علاوہ ناظم مدرسہ ہوتے ہوئے جامعہ اہل حدیث میں آزادانہ تدریس کا موقع ملا، بعدازاں مجھے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا۔ اس کی فضا بالکل اور تھی کیونکہ وہاں بین الاقوامی ماحول تھا، جو برصغیر کی صورت حال سے یکسر مختلف ہے ۔ پاکستان کی فضا تو یہ ہے کہ عوام جو بھی سوچتے ہیں، علماء ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پاکستان کے عوام جن بڑے بڑے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں، علماء ان کی راہنمائی کرنے کی بجائے ان کے ساتھ ہی الجھاؤ میں پڑ جاتے ہیں۔ نیز اپنی رفاہی اور اصلاحی کوششیں بہت کم بروئے کار لاتے ہیں جبکہ سعودی عرب کے اَندر رُجحان یہ نہیں ہے۔ وہاں علماء کی تحقیق وبصیرت اصل ہوتی ہے عوام اُن کی راہنمائی پر اعتماد کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ معاشرے کی تعمیر میں ان کے علماء کا بڑا کردار ہے، ایسی علمی فضاء میں تحقیق کا ذوق زیادہ پروان چڑھتا ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعہ میں فقہ مقارن کے مضمون کے لیے 'بدایۃ المجتهد' داخل نصاب ہے۔ اس کا انداز مجھے بڑا پسند آیا، کیونکہ فقہی مذاہب کے بجائے اول تو علماء کی اجتہادی آراء ذکر ہوتی ہیں پھر ابن رشدؒ ان کے بنیادی اختلافات کا سبب ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل میں جاتے ہوئے وہ کتاب وسنت اور اسلوب استدلال کی بحث کرتے ہیں۔ اس طرح آئمہ فقہاء کی حکمتوں کا تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ اختصار کے سبب مذکورہ فقہ مقارن کی کتاب مشکل سمجھی جاتی ہے لہٰذا میں اپنی کلاس میں 'بدایۃ المجتهد' پڑھنے کے بعد مغرب سے پہلے مسجد نبوی میں اپنے ان ساتھیوں کو دوبارہ پڑھایا کرتا تھا جو کمزور تھے۔

'بدایۃ المجتهد' پڑھانے والے دو اُستاد خاص طور پر مجھے بہت پسند آئے۔ ایک تو مدینہ منورہ کے مشہور قاضی شیخ عطیہ سالم اور دوسرے شیخ محمد اَمان اثیوبی (جو اصلاً حبشہ کے رہنے والے تھے) شیخ محمد امان اثیوبیؒ شیخ ابن بازؒ کے شاگرد خاص تھے جو بعدازاں جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الحدیث کے ڈین اور اس کے علمی مجلّے کے اَیڈیٹر بھی رہے ہیں۔ یہ دونوں استاد جس اَنداز سے ہمیں فقہ پڑھاتے تھے وہ نیل الأوطار، فتح الباری اور مُغنی ابن قدامۃ وغیرہ فقہ مقارن کی کتابوں کا خلاصہ ہوتا۔ جبکہ اختلافی مسائل پر وہ کتاب وسنت سے آزادانہ دلائل مہیا کرتے۔ اگرچہ قاضی عطیہ سالمؒ شافعی ہونے کے باوجود امام مالکؒ سے زیادہ متاثر تھے تاہم شیخ ابن بازؒ کی سرپرستی (وائس چانسلر) ہونے کی وجہ سے ان پر بے باک ترجیح کا انداز غالب تھا۔ یہ اَنداز تحقیق مختلف فقہوں سے وابستہ طلبہ اور علماء میں بہت پسند کیا جاتا، گویا مدینہ منورہ میں شیخ ابن بازؒ اور ان کے تربیت یافتہ استاد ہماری شخصیت کی تعمیر کرتے رہے۔

میں مدینہ منورہ جانے سے پہلے کئی سال تدریس کر چکا تھا اس لیے میری کافی علمی پختگی ہو چکی تھی لہٰذا میں نصابی کتابوں پر کم توجہ دیتا اور اسلامی تحریکوں کا زیادہ مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ جن میں اِخوانی، سلفی تحریک اور تبلیغی جماعت قابل ذکر ہیں، اس طرح جزوی مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر فرقہ وارانہ رجحان کی شدت میں کمی واقع ہوئی تو اجتماعی مسائل میں مذکورہ بالا تحریکوں کا آزادنہ جائزہ لینے کا بھی موقع ملا۔ مجھے اِخوانی اور سلفی تحریک کی تقابلی کتب کے مطالعہ کا بھی موقع ملا، کیونکہ ان کے بارے میں جامعات کی لائبریریوں اور مارکیٹ میں وافر لٹریچر موجود تھا۔ البتہ تبلیغی جماعت کا گہرائی تک مطالعہ کرنے کے لیے مواد موجود نہ تھا۔ ان کا ایک باضابطہ حلقہ مسجد نبوی ﷺ میں ہوتا تھا جبکہ اُن کا مدینہ منورہ میں مرکز 'مسجد نور' تھا۔ میں تبلیغی حضرات سے اپنے مطالعہ کے لیے تعارفی کتابیں مانگتا تو وہ جواب دیتے کہ 'یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام دیکھ کر چلنے کا نہیں، چل کر دیکھنے کا ہے۔' ان کے اس اصولی رویے کی پہلے مجھے سمجھ نہیں آتی تھی حتیٰ کہ تبلیغی میرے اصرار کی وجہ سے مجھے مکہ مکرمہ میں اپنے بڑے راہنما حضرت مولانا سعید احمد صاحب کے پاس لے گئے جنہوں نے مجھے سمجھانے کی بجائے تبلیغی جماعت کے ساتھ چل کر ہی دیکھنے پر زور دیا۔ اس طرح مدینہ منورہ میں میری الجھن دور نہ ہوسکی۔ پاکستان واپس آجانے کے بعد میں نے مجبوراً ایک عرصہ ان کے ساتھ چل کر بھی دیکھا۔

۱۹۷۰ء کے پاکستانی انتخابات میں اسلام اور سوشلزم کی کشمکش اور پھر شیخ مجیب الرحمٰن کی انقلابی تحریک کے بعد بنگلہ دیش کے الگ ہوجانے کی وجہ سے سیاسی حلقوں میں خاصی مایوسی تھی چنانچہ میں نے اس خاموشی میں تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگا کر ان کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی، جس سے ان کے معاشرے سے خروج (علیحدگی) کی محنت کے علاوہ ان کے فقہی جمود اور اپنے اکابر کی اندھی تقلید پر بڑا دکھ ہوتا۔ میں نے تبلیغی حلقوں میں سائنس کے طلبہ بالخصوص میڈیکل اور انجنیئرنگ والوں کو سرگرداں پایا تو پیش کش کی کہ قرآنی فہم بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور تبلیغی نصاب کے ساتھ حدیث کا بھی مطالعہ کریں جس طرح تبلیغی جماعت سے منسلک عام عرب 'تبلیغی نصاب' کی بجائے قرآن اور ریاض الصالحین کا درس دیتے ہیں۔ جب میں نے زیادہ زور دینا شروع کیا تو انہوں نے اپنے اکابرین کی اس خصوصی ہدایت کا عذر پیش کرنا شروع کر دیا کہ ہمیں حدیث وسنت کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے اکابر دین وشریعت براہ راست روضہ رسولﷺ سے حاصل کرتے ہیں اس غلط عقیدہ اور تقلید جامد سے میں مایوس ہوا۔ اس طرح تبلیغی حلقوں میں خاطر خواہ کام نہ کرسکا۔

چونکہ میرے خاندان کا مزاج سلفی تھا اور مدینہ یونیورسٹی میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ مقارن کا ذوق بن چکا تھا۔ شیخ ابن بازؒ خود کو 'حنبلی' کہلوانے کی بجائے 'اثری' لکھتے تھے بلکہ خلیجی ممالک میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کی وجہ سے عقیدہ میں سلفی ہونے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے خواہ کوئی فقہ میں آئمہ اربعہ کی طرف منسوب ہو یا ظاہری اور جعفری فقہ کی طرف۔ البتہ عقیدہ میں خیر القرون کے منہج کو اعتدال کی راہ سمجھا جاتا تھا۔

مشہور مقولہ ہے 'الولد سر لأبیه' (اولاد باپ کی صلاحیتوں اور بھیدوں کی حامل ہوتی ہے) میں بھی اپنے والد گرامی شیخ التفسیر حافظ محمد حسینؒ کے ذوق سے متاثر ہوکر اجتہاد واستنباط کا شوقین بنا۔ چنانچہ اصول فقہ کا گہرا تقابلی مطالعہ میرا پسندیدہ مشغلہ رہا۔ جب صحیح بخاری کی تدریس کا مجھے موقع ملا تو اس کا آخری حصہ بالخصوص 'الاعتصام بالکتاب والسنة' اور 'کتاب التوحید' بڑی محنت سے پڑھایا کرتا۔ اصول الشریعہ میں مجھے 'الموافقات للشاطبی' بہت پسند ہے۔ کیونکہ وہ اصول فقہ، مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ کی نہ صرف جامع ہے بلکہ ان کی گہری توجیہات پر مشتمل ہے۔

امام بخاری نے کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہوئے جس طرح فقہ وعقیدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے استدلال کی وسعتوں کا احاطہ کیا ہے وہ اجتہادی بصیرت کا ایک وسیع باب ہے۔ میں بھی اجتہاد واستدلال کی اساس اور جامع خلاصہ سمجھتا ہوں۔ عقیدہ میں اس اسلوب کو سلامتی کا ضامن اور اعتدال کا رویہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسی فکر ومنہاج کا حامل ہوتے ہوئے جب مجھے دینی حلقوں کے متروکہ میدانوں معیشت ومعاشرت اور سیاست وقانون میں کام کرنے کی اہمیت کا احساس ہوا تو میں نے اسلام کا نمائندہ بننے میں ہی عافیت سمجھی۔ اگرچہ میرے اردگرد میرے سسرال سمیت جماعت اسلامی کے حلقے اور اہل حدیث حضرات مجھے کھینچتے رہے لیکن میں نے یہ تہیہ کرلیا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نہ تو جماعت اسلامی کی طرح عملی سیاست کو اپنا مطمح نظر بناؤں گا اور نہ ہی بعض اہل حدیث کے مناظرانہ مزاج کی وجہ سے دینی فرقہ وارانہ جھمیلوں میں پڑوں گا۔ البتہ تحقیق وصحافت کے میدان میں تمام دینی حلقوں کو ہماری طرف سے پوری سپورٹ حاصل ہوتی رہتی ہے۔ میرے زیر اہتمام جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کا ترجمان 'رشد' ہو یا مجلس تحقیق اسلامی کا آرگن ماہنامہ 'محدث' لاہور، اسی فکر ومنہاج کے حامل ہیں۔ 'محدث' کی پیشانی پر تقریباً چالیس سال سے یہی لکھا جارہا ہے: ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ، جبکہ اس کے آخری صفحہ پر تمام گوشہ ہائے حیات میں اس کے فکر وعمل کے خدوخال نمایاں چھاپے جاتے ہیں۔

انسان کو اپنی زندگی میں اعتدال کی پوری کوششوں کے باوجود موافقتوں اور مخالفتوں کا سامنا ضرور ہوتا ہے جس کا رد عمل فطری ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر میں برطانوی سامراج کی سازشوں کے طفیل اہل سنت میں جو بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے نام سے فرقہ بندی میں اضافہ ہوا، میں اسے وحدت امت کے خلاف کاری ضرب سمجھتا ہوں مجھے اپنے اعزۃ واحباب کی فرقہ وارانہ وابستگیوں سے چڑ سی ہوگئی ہے۔ میں انہیں اسلام کا نمائندہ بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی اولاد کے لیے بھی اپنے مشہور علمی خاندان کی 'روپڑی' نسبت پر 'مدنی' کو ترجیح دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان وعمل کی پختگی عطاء کرکے 'مدینہ والے' سے وابستہ کردے۔

ابھی تک میں نے اپنے مشن کا مثبت ذکر کیا ہے لیکن جب تک کچھ منفی رویے بھی سامنے نہ رکھے جائیں، مشن کا نکھار نہیں ہوتا۔ چونکہ میرے سامنے وہ اہل حدیث علماء بھی ہیں جو تقلید کے رد میں اتنی دور چلے گئے کہ انہوں نے حافظ ابن حزمؒ کی ظاہریت اختیار کرلی۔ اسی طرح جامد مقلدین نے فقہ حنفی میں لچک پیدا کرنے کے لیے حیلوں کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ (کراچی والے) کہا کرتے تھے کہ تقلید کا مسئلہ شرعی نہیں، مصلحت کا ہے۔

آج کل دنیا Global Village کی صورت اختیار کرکے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے رحم وکرم پر ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو گروہی چشمک چھوڑ کر 'سیکولرازم کے عفریت' کو سامنے رکھنا چاہئے۔ سیکولرازم ہمیں عقیدہ، عبادات اور خاندانی رسوم ورواج میں آزادی کے دھوکے میں ڈال کر لادین اجتماعیت کے سپرد کرتا ہے، جبکہ اسلام نہ صرف خاص عقیدہ وتہذیب کا نام ہے بلکہ پورے اجتماعیات میں اس کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی راہنمائی انسانی بھلائی اور امن وترقی کی ضامن ہے۔ کاش کہ ہم اس عفریت کو دیکھ سکیں جو حملہ کرتے وقت شیعہ دیکھتا ہے اور نہ سنی!

اسلامی دنیا کا سیاسی نوآبادی کا دور تو گیا، اب اقتصادی نوآبادی کا چلن ہے۔ اس لیے عالمی قوتوں نے سیکولرازم کا دم بھرنے کے باوجود دیگر تمام تہذیبوں کو ملیا میٹ کرنے کا عزم کر رکھا ہے حالانکہ سیکولرازم تہذیبی اقدار اور خاندانی رواج میں مداخلت نہ کرنے کے جھوٹے وعدے دیتا نہیں تھکتا۔ سیکولرازم کا تصور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ Private Sector میں دخل اندازی نہیں کرتا جب کہ اسے صرف اجتماعیت کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی میدانوں سے غرض ہے جنہیں وہ لادین Public sector کے تابع لانا چاہتا ہے۔

اس وقت عالمی استعمار سموئیل پی ہنٹنگٹن جیسے مفکرین کے ذریعے Clash of Civilization یعنی تمدن (مادی ارتقاء) سے پسماندہ تمدن (رجعت پسندی) کا تصادم بتاتے ہوئے یہ دعوت دے رہا ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی تہذیبی اقدار کو چھوڑ کر مغرب کی عالمی (بے خدا مادی) تہذیب میں مدغم ہو جائیں، یہی ان کی انسانی ترقی کا راز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سے نام نہاد مسلم دانش ور تہذیب (Culture) جسے عربی زبان میں 'ثقافت' کہتے ہیں اور تمدن (Civilization) جسے عربی زبان میں 'حضارۃ' کہتے ہیں، کا فرق نہ کرنے کی وجہ سے اسلام کی تہذیبی اقدار (حجاب وحیاء وغیرہ) کے بھی مخالف ہیں تاکہ سیکولرازم کو Private Sector کے سماجی ادارہ (خاندان) میں دخل اندازی کا حق دے سکیں۔ یہی لادینیت اسلامی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے۔

خود کو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

فکر وعمل کے میدان میں میری توجہ اگرچہ خاندان اور اسلامی معاشرہ کے تحفظ کی طرف زیادہ ہے، اسی طرح میں معیشت ومعاشرت اور سیاست وقانون کو مجلس کی تحقیقات کا محور بنائے ہوئے ہوں۔ کیونکہ ہمارے پیش رو اہل علم وفقہ نے ہمارے عقائد، عبادات اور داخلی عائلی امور میں بہت عمدہ اور تفصیلی تحقیقات پیش کر رکھی ہیں جن پر مشتمل ہمارے فقہی ورثہ میں بیش بہا لٹریچر موجود ہے چنانچہ اسلام کے داخلی نظام Private Sector سے متعلق جزوی مسائل کو سمجھنے کے لیے کسی بھی انصاف پسند کے لیے کتاب وسنت پر ان ائمہ کی آراء کو پیش کر کے راجح شرعی مؤقف کی تحقیق آسان ہے۔ جبکہ دورِ حاضر کا بڑا میدان اجتماعیات کا ہے جس میں معاشرت ومعیشت کے علاوہ سیاست وقانون کا (Public sector) ہم پر چھایا ہوا ہے جو ہمیں تمدنی ارتقاء کی مخالفت کا طعنہ دے کر ہماری دائمی اور عالمگیر شریعت کو بدل دینا ہی ترقی کا زینہ قرار دیتا ہے لیکن شریعت محمدیہ میں ہم (نئی نبوت کی طرح) کسی تغیر وتبدل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم تو اپنی تشنگی کا مداواہ بمصداق ع شراب کہنہ در جام نو! کافی سمجھتے ہیں۔

ہماری الہامی وحی 'قرآن وحدیث' اور ہر زمانہ اور حالات میں پیش آنے والے مسائل پر ہمارے اجل علمائے امت کے اجتہادات بھی کتابی صورت میں تدوین ہوتے رہے ہیں۔ البتہ سیکولر پبلک سیکٹر کے تحت ہمارے جو سیاسی، معاشی اور انتظامی ادارے تشکیل پاتے رہتے ہیں، وہ وحی الٰہی کی روشنی سے محروم ہیں۔انہیں شریعت کی راہنمائی میں ازسرنو تشکیل دینے کی ضرورت ہے لیکن شریعت محمدیہ سے نابلد ہمارے کئی دانشور سیاسی، معاشی اور قانونی اداروں کو اسلام کے مطابق تشکیل دینے کی بجائے شریعت کی تعبیر نو کے نام سے ان کی ہوبہو مغرب کی طرح تشکیل نو کرنا چاہتے ہیں جو بہت بڑا دھوکہ ہے۔

اسلام بھی اداروں کے لیے قواعد وضوابط کی پابندی پر زور دیتا ہے اور یہ قواعد وضوابط اجتماعی مشاورت سے بنائے جانے میں بھی شریعت کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کرتی لیکن ان کے اندر شرعی اصولوں کی کارفرمائی لازماً ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب اپنے ہاں ایسے اداروں اوران کی ضابطہ بندی کو ''قانون'' کی بجائے 'نظام' کا نام دیتا ہے۔

یہ قواعد وضوابط جنہیں شریعت کی روشنی میں Bye-Laws بھی کہا جاسکتا ہے اگر قانون وسزا کے منفی پہلو کو نظر انداز کر کے انہیں عبوری طور پر قانون کے نام سے اختیار کر لیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اس پر شریعت کو سپریم لاء قرار دینا ضروری ہے جس طرح کہ سعودی عرب کے دستور کی درج ذیل دفعات کے الفاظ یوں ہیں:

دستور کا باب اوّل: (دفعہ ۱) مملکت عربیہ سعودیہ...... کا دین اسلام ہے اور اُس کا دستور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے...... اور یہی دونوں دستوری نظام اور مملکت کے تمام نظاموں پر حاکم (حاوی) ہے۔

(دفعہ ۷) سعودی عرب میں سلطۃ کا منبع کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے اور یہی دونوں مملکت کے دستوری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام اور دیگر تمام نظاموں پر حاکم (حاوی) ہیں۔

(دفعہ:۴۶) عدلیہ مستقل اختیارات رکھتی ہے اور اُس کے ججوں کے فیصلوں پر شریعت اسلامیہ کے سلطۃ کے علاوہ کسی اور کا اختیار نہیں ہے۔ (شاہی فرمان نمبرا/۹۰ بتاریخ: ۲۷/۸/۱۴۱۲ھ بمطابق یکم مارچ ۱۹۹۲ء)

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شریعت (کتاب وسنت) کی بالا دستی قائم رکھتے ہوئے ضابطہ بندی ہو یا قانون سازی یہ ہمارے جدید معاشروں کی تمدنی ضرورت ہے۔ اس حد تک نظام تشکیل دیا جائے یا بالفاظ دیگر پارلیمنٹ کے ذریعے قانون سازی کی جائے اس کا نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت محمدیہ کی تطبیق واطلاق میں ابتدائی طور پر ایسی ضابطہ بندی سے بہت فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے جبکہ اصل پابندی کتاب وسنت کی ہو نہ کہ ضابطہ بندی کی۔ شرق اوسط کے بہت سے ملکوں مصر وسوڈان سمیت، نے ایسے بیش قیمت مسوّدے ضابطوں کی صورت میں چھاپ کر نشر بھی کیے ہیں کہ عالم اسلام کی شریعت محمدیہ سے ناواقف بیوروکریسی اور عدلیہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یہ قانون سازی ہماری خالصتاً تمدنی ضرورت ہے۔ تاہم معیشت ومعاشرت اور سیاست وحکومت کے جدید اداروں کو شریعت کے ان اصول وقواعد پر منضبط کرنے کیلئے شریعت کے ماہرین اور سوشل سائنسز کے ماہرین کو مل بیٹھ کر اجتماعی تحقیقی کام کرنا چاہیے، جسے آج کل 'اجتماعی اجتہاد' کا نام دیا جاتا رہا ہے۔ علمی طور پر کیا یہ اجتماعی اجتہاد ہے یا نہیں؟ سے قطع نظر شرعی اصولوں پر دور حاضر کے متمدن ظروف واحوال میں اداروں کی کیا صورت گری ہوتی ہے وہ جدید دور کا اہم چیلنج ہے۔

یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ دین وشریعت کی اساس وحی الٰہی پر شعوری ایمان ہے جو سیکولرازم کی لذت پرستی کا دفاع کر سکے۔ اگر دین وایمان کی دستوری اساس کے بغیر ہم نے مغرب کے سیکولر نظام کو ہی بنیاد بنا کر متمدن (ترقی یافتہ) بننے کی کوشش کی تو ہمیں شریعت کے روحانی اصول وقواعد سے یا تو ہاتھ دھونے پڑیں گے یا بہت سی نادان ترمیمات کرنی پڑیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے نقشہ پر پہلی اسلامی مملکت 'پاکستان' کے دستور میں جنرل ضیاء الحقؒ کی طرف سے نفاذ شریعت کی کوششوں میں قرار دادِ مقاصد کو بالا دستی دینے کے باوجود Anglo Saxon law کی مجبوریوں نے ابھی تک شریعت محمدیہ کو معطل کر رکھا ہے، جس میں موجودہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شریعت بینچ بھی کوئی مثبت پیش رفت نہیں کرا سکا۔ اور آئندہ کے لیے ایسے procedure سے کوئی اچھی امید بھی نہیں ہے۔

س: تبلیغی جماعت کے نعرے ''چل کر دیکھئے'' پر عمل سے، آپ کو کوئی فائدہ ہوا؟

ج: میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ واقعی چل کر دیکھا ہے۔ مجھے اِس سے یہ اندازہ ہوا کہ تبلیغی جماعت کا جو مسجد تک بلانے کا پروگرام ہے وہ اہم ہے۔ مسجد کے بعد جب معاشرے سے نکلنے (خروج) کا میدان آتا ہے تو وہاں دعوتی طریقِ کار میں افراط وتفریط کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلام میں مسجد کی طرف دعوت بڑی اہم ہے اس کے لیے جو بھی طریق کار اپنایا جائے وہ مفید ہے۔ تبلیغی حلقوں میں دین داری کا اہتمام اور مسجد کے ساتھ وابستگی دو چیزیں ایسی ہیں کہ واقعی بڑی موثر ہیں۔ باقی معاشرے سے کٹنے کے طریق کار میں افراط وتفریط کے تفصیلی تجزیہ کا یہ موقع نہیں ہے۔

س: مجلس تحقیق الاسلامی کے پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج: مدینہ منورہ سے جب ہم کچھ لوگ وطن واپس آئے تو ان میں ہم تین ساتھی خاص طور پر بڑے گہرے دوست تھے حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا عبدالسلام کیلانی اور میں، ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اپنی مادر علمی کو مثالی درسگاہ بنائیں۔ جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ساتھ ایسا تحقیقی مرکز بھی ہو جو الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے اصول پر (وحی کی روشنی میں) آزادانہ تحقیق کرے۔اس تحقیقی آزادی اور تدریس کے لیے مثالی درسگاہ بنانے کیلئے ہم مدینہ منورہ میں ہی سوچ وبچار کیا کرتے تھے۔ہم نے تعلیمی اصلاح کیلئے یہ پروگرام بنایا کہ ثانوی درجہ کی درس گاہ، جو پہلے سے موجود تھی، اس پر تجربہ کریں، اس کا پس منظر یہ ہے کہ والد صاحب کی ایک فیکٹری 'رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز' کے نام سے تھی، اتفاق سے وہ فیکٹری جل کر ختم ہوگئی اور اس کی نئی تعمیر شدہ جگہ ہمارے پاس موجود تھی تو ہم نے 'رحمانیہ' ہی کے نام سے وہاں درس گاہ قائم کر لی لیکن جہاں تک ادارہ تحقیق کا معاملہ تھا تو اس سلسلہ میں کافی غور وفکر کیا گیا تو ہمارے سامنے ایک اہم سوال یہ تھا کہ تحقیق میں عام طور شخصیت پرستی کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جو بہت نقصان دہ چیز ہے۔لہٰذا تحقیق کے اندر شخصیت پرستی کا عنصر ختم کرنے کیلئے ہم نے 'مجلس' کا لفظ اختیار کیا، کہ اہم مسائل پر تحقیق کیلئے ہماری اجتماعی علمی تحقیقات ہوا کریں گی، اس طرح معروف سکالرز کو دعوت دے کر ہم اجتماعی طور پر تحقیق کو نکھارا کرتے اس طرح ہماری تحقیقی مجلس کا طریق کار وضع ہوا۔

جب ۱۹۷۰ء میں ہم نے مجلس تحقیق اسلامی کے نام سے کام شروع کیا تو علمی اور اصلاحی مجلّہ ماہنامہ محدث کے علاوہ مجلس کا تحقیقی کام کوئی زیادہ تیز رفتار نہیں تھا، ہم بھی زیادہ پختہ کار نہیں تھے لیکن لاہور کی اہم علمی شخصیتوں اور دانشوروں کے ساتھ مجلسوں کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ تحقیقی اِدارہ کس اَنداز اور ڈھب سے سیٹ کیا جائے، آہستہ آہستہ طریق کار واضح ہوتا گیا۔''بحث'' کی بجائے ''تحقیق'' کا لفظ شامل کرتے وقت مجھے یہ بھی اِحساس تھا کہ عربی زبان میں 'تحقیق' کے معنی 'عملی جامہ پہنانے کے' ہوتے ہیں۔جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے: 'أرجو أن تحقّق أملي' (مجھے اُمید ہے کہ آپ میری آرزو پوری کریں گے) میں اکثر سوچا کرتا کہ ہم اجتماعی تحقیق کے ساتھ اپنے تمام منصوبوں کو بھی عملی جامہ پہنائیں گے۔ان شاء اللہ

عملی طور پر بھی اس مجلس کی نگرانی میں زیادہ تر کام متنوع تدریسی، تحقیقی اور رفاہی اداروں کی تشکیل کا ہوتا رہا ہے۔ اور یہ تمام ادارے مجلس کی اجتماعی مشاورت کے نتیجے میں تشکیل پانے والے فکر وعمل کے تحت وجود میں آتے رہے۔

س: مجلس کی ابتدا کا بنیادی فکر اور مشن تو آپ نے واضح فرما دیا۔ہم اس کی ابتدائی تاریخ بھی جاننا چاہتے ہیں۔

ج: مجلس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ہمارے ساتھی حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ کی پہلی رفیقہ حیات ۱۹۷۰ء میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔(إنا لله وإنا إليه راجعون) میں اور مولانا عبدالسلام کیلانی چند دیگر مخلص احباب کے ساتھ سرہالی کلاں ضلع قصور میں تعزیت کیلئے اکٹھے تھے کہ اسی دوران مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مستقبل کیلئے اجتماعی مشاورتوں کا ذکر چل پڑا کہ ان کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کچھ کیا جائے۔ وہاں یہ طے پایا کہ مدرسہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن لاہور کے ساتھ اَیسا تحقیقی اِدارہ بھی بنایا جائے جس میں کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ تحقیق کی جائے۔۔الحمد للہ لائبریری تو ہمارے پاس کافی حد تک پہلے ہی موجود تھی۔ابھی مجلس التحقیق الاسلامی کی ماڈل ٹاؤن والی موجودہ وقف عمارت تو تیار نہ ہوئی تھی البتہ ہماری فیکٹری جس کی دوبارہ تعمیر کے وقت وہاں ایک تعلیمی ادارہ بھی والدگرامی نے قائم کر دیا تھا جو اب مدرسہ رحمانیہ کے نام سے رجسٹرڈ بھی ہو چکا تھا وہیں یہ تحقیقی کام اور علمی آرگن محدث کا دفتر قائم کیا گیا۔ہماری تحویل میں ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۰ء تک یہاں قذافی سٹیڈیم کے بالمقابل نئے بننے والے ابوظہبی سنٹر کے رقبہ میں شامل، بارہ کنال جگہ موجود رہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: آپ کے ساتھ اور کون کون لوگ شریک ہوئے؟

ج: ہمارے ساتھ بہت سے علمی اور تربیتی مزاج رکھنے والے مخلص علماء اور اساتذہ اپنی سرکاری ملازمتیں چھوڑ کر شریک ہوتے رہے کیونکہ ہم نے ابتداء میں ثانوی درجے تک سکول کی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا اہتمام کر رکھا تھا اس کتاب وسنت او رعصری علوم کے امتزاج پر مشتمل نصاب کی تدریس میں ایسے ہی حضرات شامل تھے جو اپنے تخصصات کے ساتھ بھرپور دینی مزاج رکھتے تھے جن میں پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ، مولانا عبدالرحمٰن بنگالی اور ماسٹر حبیب الرحمٰن اوکاڑوی پیش پیش تھے جبکہ علماء میں بنیادی کردار شیخ ابن بازؒ اور محدث روپڑیؒ کے تلامذہ کا رہا جن میں ہم تین ساتھیوں کے علاوہ مولانا محمد بشیر گوہڑوی قابل ذکر ہیں۔

س: اِس دور میں آپ کے پاس اپنی اجتماعی تحقیقات کے اِظہار کا ذریعہ کیا تھا؟

ج: میں بتا چکا ہوں کہ ہم نے ۱۹۷۰ء میں ہی ایک ماہوار تحقیقی اور علمی مجلّہ محدث شروع کر دیا تھا جس میں اجتماعی فتویٰ کے علاوہ تحقیقی مقالے بھی شائع کیے جاتے۔ مزید براں ہماری کوشش ہوتی کہ ہر بات حوالہ کیساتھ درج کی جائے۔ محدث نام کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ہم نے الحمدللہ اب تک اس بات کا التزام کیا ہے کہ محدث میں بقیہ برصفحہ فلاں کا انداز اختیار نہ کیا جائے۔ اسی طرح حتی المقدور (ماسوا نادر مضمون کے) کوئی مطبوعہ مواد نشر نہ کیا جائے۔

س: آپ کے بنیادی مقاصد کس حد تک پورے ہوئے؟

ج: ہم نے جو پروگرام تشکیل دیئے، ان میں ہمارا ساتھ زیادہ تر وہی لوگ دے سکتے تھے جو پاکستانی مدارس میں دینی علوم سے فراغت کے بعد سعودی یونیورسٹیوں میں بھی زیر تعلیم رہے جبکہ پاکستان میں ان کا معاشی مستقبل روشن نہ تھا لہٰذا سعودی یونیورسٹیوں سے ڈگری حاصل کرنے والوں کا زیادہ رجحان یہ تھا کہ سعودی دارالافتاء کے ملازم کی حیثیت سے دوسرے ملکوں یورپ، امریکہ اور اَفریقہ وغیرہ میں جا کر کام کریں یہ تمام مبعوثین شیخ ابن بازؒ کی طرف سے اپنے وطن کے سوا دیگر ملکوں میں مقرر کیے جاتے تھے۔ اس طرح دارالافتاء نے برصغیر پاک و ہند سے فارغ ہونے والے علماء کی ایک بڑی تعداد دنیا بھر میں بھیج دی۔ لیکن ہم تین ساتھیوں نے وطن واپس آ کر اپنے مشن کا کام آگے بڑھانے کا عزم کر رکھا تھا، اس لیے ابتداء میں ہم کوئی تعاقد کیے بغیر واپس آ گئے۔ بعد میں معاشی ضرورتوں کے پیش نظر حافظ ثناء اللہ مدنی او رمولانا عبدالسلام کیلانی تو دارالافتاء سے منسلک ہو گئے۔ لیکن ۱۹۷۸ء میں پاکستان کا دورہ کرنے والے دارالافتاء کے شعبہ غیر عربی ممالک کے ڈائریکٹر جنرل شیخ محمد بن قعودؒ اور شیخ ابن بازؒ کے سیکرٹری جنرل شیخ عبدالعزیز ناصر بن باز وغیرہ کی دعوت کے باوجود میں نے آزادانہ کام کرنے کو ترجیح دی۔ پاکستان میں ۱۹۷۰ء سے ہی سوشلزم اور اِسلام کی چپقلش چل رہی تھی۔ کیونکہ ''شوکت اِسلام'' کا جلوس بھی ۱۹۷۰ء میں ہی نکلا تھا اور اسی سال دسمبر ۱۹۷۰ء میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوامی انتخابات ہوئے جن میں مشرقی پاکستان کے اَندر مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان کے اَندر ذوالفقار علی بھٹو کو اکثریت حاصل ہوئی۔ اتفاق یہ ہے کہ دسمبر ۱۹۷۰ء میں انتخابات ہوئے اور ماہوار 'محدث' کا پہلا شمارہ بھی دسمبر ۱۹۷۰ء کا ہے۔ بنگلہ دیش کے الگ ہوجانے کی وجہ سے نیا پاکستان اور اسکے دستور وقانون کی تشکیل کا موقع تھا۔ سیاسی فضاء غبار آلود اور تناؤ کا شکار تھی۔ حکومتی حلقوں میں بھی کافی نشیب وفراز تھا، کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو ایک سول مارشل لاء کے سربراہ کی حیثیت سے برسر اقتدار آئے تھے۔ پیپلز پارٹی نے اسلامی سوشلزم کے نام پر روٹی، کپڑے اور مکان کا نعرہ لگا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرا اپنے مخالفین کو دبا رکھا تھا جس میں نفاذ اسلام کیلئے بھی حالات سازگار نہ تھے گویا کافی حد تک نفاذ شریعت کو 'ریورس گیئر' لگا ہوا تھا، اس دور میں کافی عرصہ بڑے بڑے سیاستدان بھی عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس وقت پاکستان کے بہت سے بہی خواہ سیاست وقانون کے میدان میں فکری طور پر انفرادی یا اجتماعی تحقیقات میں مصروف رہتے تھے۔ مجلس تحقیق اسلامی بھی اسی میدان میں مصروف رہی۔ ہمارے سامنے سیاست وقانون کا شرعی تصور تو واضح تھا لیکن جو علمی چیلنج درپیش تھا وہ سیاست وقانون کے تمدنی ارتقاء کا تھا کہ دور حاضر میں متمدن اداروں کی تشکیل کیسی ہونی چاہیے؟ سیاسی طور پر عالم اسلام میں جمہوریت اور سوشلزم کی اسلام کے ساتھ جو پیوند کاری ہو رہی تھی اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اسی طرح حکومتوں کے نظام اسلامی اصولوں پر کیسے استوار کیے جا سکتے ہیں؟ اگرچہ ۱۹۷۳ء کا پاکستانی دستور پارلیمنٹ نے بنایا لیکن اس پر اثر انداز لامحالہ تمام ادارے ہوئے جو علمی تحقیقات اور فکری جائزے پیش کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے رجحانات شریعت کے حق میں نہ ہونے کے باوجود ۱۹۷۳ء کے دستور میں دکھانے کو بہت سی اسلامی دفعات بھی شامل ہوگئیں اور ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں وغیرہ کو غیر مسلم اقلیت بھی قرار دیا گیا۔ بعدازاں ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ تحریک کے نتیجے میں جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا تو اسی تحریک کا دباؤ تھا کہ جنرل محمد ضیاء الحق نے نفاذ شریعت کے حوالے سے علماء اور مشائخ کے ملک گیر کنونشن بھی کیے جن میں علماء اور مشائخ کو اپنے اعلیٰ مشیران بنانے کے ساتھ ساتھ شریعت کی بالادستی کے اعلانات بھی ہوتے رہے۔ افسوس ہے کہ یہ اعلانات صرف سیاسی رہے۔ نہ تو علماء کو مشیر بنانے کا نوٹیفیکشن جاری ہوا اور نہ ہی نفاذ شریعت کے لیے کوئی ٹھوس بنیادیں مہیا ہوسکیں گویا جڑوں کو مضبوط کرنے کی بجائے شاخوں پر کام ہوتا رہا۔ مخالفین تو اس پر بھی چیں بہ جبیں تھے کہ اس طرح دینی حلقوں کو عزت مل رہی ہے۔ سپر قوتوں کی سازش سے عالمی سطح پر مسلمانوں کے دو بلاک بنا کر انہیں تصادم کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ اسی بناء پر اسٹیبلشمنٹ کو یہ موقع ملا کہ وہ نفاذ شریعت کی راہ میں فرقہ واریت کو ایک بڑی رکاوٹ بنا دیں تاکہ پاکستان میں اسلام کی عملداری نہ ہوسکے۔

مجلس تحقیق اسلامی نے پیپلز پارٹی کے سات سالہ دور میں جو علمی اور فکری کام کیا تھا، جنرل محمد ضیاء الحق کے ابتدائی دور میں جب شرعی عدالتیں بنانے کے اعلانات ہوئے اور تمام صوبوں کی ہائی کورٹس کو مشروط طور پر ملک میں اِسلامی اور غیر اسلامی قوانین کا نکھارا کرنے کا اختیار ملا تو اسے بروئے کار لانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اس وقت لاہور اور فیصل آباد کے دینی مدارس میں قاضی کورسز کروائے جا رہے تھے۔ مجلس کی سوچ یہ تھی کہ چار یا چھ ماہ کے مختصر ریفریشر کورسوں سے قانون دانوں کی شریعت کے لیے خاطر خواہ تربیت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ہم نے اپنے استاذ محترم شیخ ابن باز، جو ان دنوں سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے، کے تعاون سے سعودی یونیورسٹیوں سے سکالر شپ منظور کروائے اور ایسا پروگرام بنایا کہ علماء اور قانون دانوں کو ان کی الگ الگ علمی کمزوریاں دور کر کے مزید تعلیم کے لیے سعودی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا جائے۔ ہم نے اس امتزاجی تعلیم کی غرض سے ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس اور دو سالہ اعلیٰ ڈپلومہ کورس کرانے کا پروگرام بنایا۔ جس کی بنیاد پر انہیں سعودی یونیورسٹیز کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ پروگرام ہم نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تحت 'المعهد العالی للشریعة و القضاء' کے نام سے شروع کیا اور قانون دانوں اور علماء کے لیے الگ الگ کورس ترتیب دیے اگرچہ ان کی کئی کلاسیں اکٹھی بھی ہوتیں تاکہ ان کو باہم قریب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لایا جائے۔ ہمارے پہلے بیچ سے چودہ حضرات سکالرشپ پر سعودی عرب کی مختلف یونیورسٹیوں میں گئے، ان کی تعداد اٹھاون تھی۔ ان کورسوں میں میرے سیکرٹری عطاء الرحمٰن ثاقب اور خالد سیف شہید بھی برابر شریک رہے۔ اس لیے ان کا داخلہ بھی 'المعهد العالي للشريعة و القضاء' کی طرف سے جامعة الملك سعود میں ہوگیا، جہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عطاء الرحمٰن ثاقب (شہید) کو جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیه کے چار سالہ اعلیٰ تعلیم کے کورس میں دوبارہ داخل کرادیا۔ لیکن علامہ احسان الٰہی ظہیر انہیں جامعة الإمام کی طرف سے اپنے معاون خاص کی حیثیت سے پاکستان لے آئے۔

س: پہلے بیچ کے ان کورسوں میں کتنے علماء و وکلا کو داخلہ دیا گیا؟

ج: 'المعهد العالي للشريعة والقضاء' میں داخلہ کے لیے پاکستان بھر سے سات سو کے قریب علماء اور قانون دانوں نے درخواستیں دی تھیں لیکن ہم اتنی بڑی تعداد کے متحمل نہ تھے لہٰذا ہم نے داخلہ کی سخت شرائط کے تحت مقابلہ کے امتحانات کی طرح پہلے اعلیٰ معیار کا تحریری امتحان لیا پھر کامیاب ہونے والوں میں سے ۲۵۰ کا انٹرویو ہوا جن میں سے ۱۸۷ کا انتخاب کیا گیا۔

س: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں؟

ج: اِنسان جب کام شروع کرتا ہے تو بہت زیادہ اُمیدیں رکھتا ہے لیکن جب کام آگے بڑھتا ہے تو اس کی کمزوریوں اور فوائد کا شعور ہونے لگتا ہے کہ اس میں کیا فائدے ہیں اور کیا کمزوریاں ہیں؟ میں نے تجربے سے یہ چیز محسوس کی ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کی بڑی اہمیت ہے۔ جو لوگ شام کی کلاسز پڑھنے کے بعد فارغ ہوگئے ان کی حتی المقدور تربیت نہیں ہوسکی۔ جز وقتی تعلیم میں آپ علم تو سکھا سکتے ہیں مگر طلبہ کی شخصیت کے اندر آپ بہت کم اثر اَنداز ہوسکتے ہیں۔

س: اپنے قیام سے لے کر اب تک مجلس نے جن علمی منصوبوں پر کام کیا ہے ان کے بارے میں بتائیے؟

ج: میرے سامنے دو چیزیں بہت اہم تھیں۔ ایک تو سرمایہ داریت اور سوشلزم کے تقابل سے اسلام کا معاشی نظام کیا ہے؟ اور دوسری یہ کہ میں نے محسوس کیا کہ اہل حدیث ایک فرقہ بن گیا ہے۔ اس کے رجحانات 'اہل حدیث کے امتیازی مسائل یا اہل حدیث کی فقہ' تشکیل دینے میں زیادہ خرچ ہو رہے ہیں۔ اِبتداء میں، میں نے ارادہ کیا کہ 'محدث' کے دو نمبر نکالے جائیں: ① اہل حدیث نمبر ② اسلامی معیشت نمبر

پہلے نمبر میں ایسے مضامین لکھوائے جائیں جن سے واضح ہو کہ قرونِ اولیٰ میں دو اجتہادی مکتب فکر 'اہل حدیث' اور 'اہل الرائے' کیسے بنے؟ پھر ان کا تاریخی ارتقاء کن مراحل سے گزرا؟ نیز برصغیر میں 'تحریک اہل حدیث' کیسے چلی؟ اور آج کل مسلک اہل حدیث کیا ہے؟ دوسرے نمبر میں میری خواہش یہ تھی کہ سرمایہ داریت جو سود اور ٹیکس کے دو پہیوں پر چل رہی ہے، اس کے بارے میں اسلامی مؤقف کھل کر پیش کیا جائے اور حالات حاضرہ میں سرمایہ دارانہ نظام کے پروردہ جو ادارے تشکیل پذیر ہوئے ہیں، انہیں کس طرح اسلامی اصولوں پر استوار کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح سوشلزم جس نے سرمایہ داریت کو معاشی ناہمواری کی بنیاد قرار دے کر اپنے لیے ہمدردی حاصل کی وہ نہ صرف انسانی نفسیات کا ساتھ نہیں دے سکتا بلکہ اپنے دعووں میں حقیقی طور پر کبھی کامیاب نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا۔ یہ دونوں نظام نعروں پر چل رہے ہیں اور انسانی حرص و آز یا اس کے ردعمل سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ عوامی تحریکیں نعروں سے کامیاب تو ہو جاتی ہیں لیکن ٹھوس کام کے بغیر عوامی دکھوں کا مداوا نہیں کرسکتیں۔ تحریک پاکستان اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کا حشر بھی ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح اسلام کو صرف تحریک بنانے کی بجائے اس کے اجتماعی نظام ہائے حیات پر بہت کچھ تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ بالخصوص تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی اداروں نے جو شکل اختیار کی ہے، انہیں اسلامی اصولوں پر کس طرح استوار کیا جائے؟

آج کل سیکولرزم اور اسلام کی کشمکش ہے۔ سیکولرزم عقائد، عبادات اور خاندانی رسوم رواج کی حد تک مذہب میں مداخلت نہ کرنے کی بات کرتا ہے۔ لیکن اِجتماعیت کے میدان میں سیاست، معیشت اور معاشرت میں دین وشریعت کے حوالے سے بات کرنے کا روادار نہیں حالانکہ تہذیب وثقافت (Culture) کی تعمیر میں معاشرے کا ابتدائی یونٹ 'خاندانی ادارہ' بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلام ایک جامع دین وشریعت ہے جو پرائیویٹ اور پبلک زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سیکولرزم اپنا سب سے بڑا دشمن اسلام کو سمجھتا ہے۔

سیکولرزم جن شعبوں کو انسان کی پرائیویٹ زندگی قرار دیتا ہے اس کے بارے میں تمدن (Civilization) کا زیادہ دخل نہیں ہے۔ اگرچہ دنیا کے Global Village بن جانے اور مسلم اور غیر مسلم مخلوط معاشروں کی وجہ سے نئے مسائل ضرور پیدا ہوئے ہیں، جن کی تحقیق کی ضرورت ہے لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے۔ البتہ پبلک سیکٹر آج کا بڑا چیلنج ہے، جس میں بہت کچھ تمدنی ارتقاء کی بناء پر تبدیلیاں آ رہی ہیں اور نئے نئے ادارے تشکیل پانے کی وجہ سے نہ صرف اسلامی تعلیمات کی گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے بلکہ اسلامی اصولوں اور مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر اجتماعی نظاموں کی ترقی یافتہ شکل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہم بڑی آسانی سے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ہمیں اسلامی خلافت کا احیاء کرنا ہے لیکن اس وقت عالم اسلام ۵۷ ملکوں اور حکومتوں پر مشتمل ہے، اس پر علمی اور تحقیقی کام سے زیادہ عملی مشکلات درپیش ہیں۔

جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم 'المعهد العالى للشريعة والقضاء' کے تحت علماء اور قانون دانوں کو دو سالہ کورس کرواتے رہے، جس میں کورس ورک کے علاوہ مندرجہ بالا اہم مسائل پر تحقیقی مقالہ جات بھی لکھوائے گئے اور ان کی تکمیل پر ہی فارغ ہونے والوں کو اعلیٰ ڈپلومہ دیا گیا اور مزید تعلیم کے لیے بیرونی یونیورسٹیوں میں بھی بھیجا گیا۔ سعودی اعلیٰ وِزارتِ تعلیم، جامعہ الازھر۔ مصر اور دیگر یونیورسٹیوں نے اُسے خاصی اہمیت دی۔

اس طرح ہمارے علمی منصوبے دامے درمے سخنے آگے بڑھتے رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اتنی پذیرائی دی کہ (جنرل پرویز مشرف کی طرف سے انقلاب لانے تک) اعلیٰ عدلیہ کے تعاون سے عدالتی افسران کو بھی مختصر یا لمبے کورس کروانے کا موقع ملتا رہا اور مجلس تحقیق اسلامی نے کئی دیگر اہم علمی اور تحقیقی پروگرام بنائے۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ضیاء الحق نے اَپنے دور میں نفاذِ شریعت کیلئے جو پیش رفت کی تھی، اس میں سے بعض دستوری تبدیلیاں بھی شامل ہیں۔ جن میں قرارداد مقاصد کو دستور کے دیباچہ سے نکال کر متن دستور میں اس طرح داخل کیا گیا کہ قراردادِ مقاصد کو مؤثر قانونی حیثیت حاصل ہو۔ اسی طرح پہلے تمام صوبوں میں ہائی کورٹس کو مشروط طور پر بہت سے ذیلی قوانین کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کا اختیار دیا گیا۔ بعدازاں اس مقصد کے لیے وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شریعت بنچ بنایا گیا۔ ان اعلیٰ عدالتوں میں جب شریعت کی موافقت اور عدم موافقت کے بارے میں علمی بحثیں ہونے لگیں تو اندازہ ہوا کہ قانون دانوں کے لیے ایک بڑا مسئلہ شریعت کے مستند اور علمی ورثہ تک رسائی کا ہے جو اینگلو سیکسن لاء کے تربیت یافتہ حضرات کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے وجود میں آنے سے پہلے لاہور ہائیکورٹ میں جسٹس (ر) بدیع الزمان کا ایک کیس زیرسماعت آیا جس میں ملک بھر سے ۵۳ قانون دان، سکالر اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے سیاسی جماعتوں کے بارے میں اپنا مؤقف پیش کیا۔ مجھے خصوصی طور پر عدالتی بنچ کا تعاون کرنے کا بھی موقع ملا۔ میں نے تمام عدالتی بحث اور ریکارڈ کا جائزہ لیتے ہوئے جو بڑی کمی محسوس کی وہ یہ تھی کہ وکلاء حوالہ کے لیے ثانوی یا ثالثی درجے کی کتابیں پیش کرتے۔ اسی طرح علماء بھی جدید اداروں کے نظام سے خاطر خواہ واقف نہ ہونے کی بناء پر عدالت کو زیادہ مطمئن نہ کر سکتے۔

انہی دنوں ایس ایم ظفر صاحب نے مجھے یہ تجویز پیش کی کہ اعلیٰ عدالتوں کے اہم فیصلے قانونی نظائر کے طور پر چھپتے رہتے ہیں حالانکہ ہمارے لیے اس سے اہم تر نظائر اسلامی عدالتوں کے فیصلے ہیں جن کی بنیاد عہد رسالت اور اس سے متصل خلافت راشدہ کا دور ہے۔ لہٰذا اس کا ایک مجموعہ 'عربی زبان' میں تیار ہونا چاہیے۔ چنانچہ مجلس تحقیق اسلامی کی طرف سے جناب ریاض الحسن نوری نے یہ کام شروع بھی کر دیا لیکن ایس ایم ظفر اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے اسے جاری نہ رکھ سکے۔

بعدازاں قانون دانوں کی تربیت اور عدالتوں کے اسلامی فیصلوں کو جمع کرنے کا پروگرام دوبارہ اس وقت زیرغور آیا جب 'المعهد العالى للشريعة والقضاء' نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے تعاون سے کچھ خصوصی کورس کرائے جن میں لاہور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے بہت سے حاضر سروس اور ریٹائرڈ ججوں نے بھی شرکت کی۔ جبکہ لاہور، قصور، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ وغیرہ سے ماتحت عدلیہ کی ایک بہت بڑی تعداد شریک کورس رہی۔ انہی دنوں مجلس تحقیق اسلامی کا مذکورہ بالا منصوبہ تشکیل پایا پر ایک سال کام ہوتا رہا اور یہ طے پایا کہ یہ منصوبہ عہد نبوت سے لے کر دور حاضر تک کے فیصلوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یہ تمام اسلامی فیصلے پہلے اصل زبانوں میں ترتیب دیئے جائیں۔ بعدازاں انہیں عربی، فرانسیسی، انگریزی اور اردو میں منتقل کیا جائے۔ اس منصوبے میں جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ (سابق صدر پاکستان)، جسٹس (ر) عبدالقدیر چوہدری، جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خان، جسٹس (ر) قربان صادق اکرام، جسٹس (ر) منیر مغل وغیرہ پیش پیش رہے۔

اس کا نام 'الموسوعه القضائية' (Encyclopedia of Islamic Judgments) رکھا گیا۔ جس پر مجلس تحقیق الاسلامی نے ان تھک کام کیا ہے اور عہد نبوت سے خلفاء راشدین تک الحمدللہ کام مکمل ہو گیا ہے جو آگے جاری ہے۔ اس کی نظر ثانی اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کیلئے مجلس کا تعاون سعودی عرب، سوڈان اور مراکش بھی کر رہے ہیں۔ اس کام میں ہمارے پیش نظر زیادہ تر قانون دان ہیں، دیگر اشخاص اور ادارے بھی ان شاء اللہ اس سے کافی فائدہ اٹھائیں گے۔

س: مجلس کے رفقاء کا اِنتخاب کرتے وقت کن علمی اِمتیازات کو ترجیح دی جاتی ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج: یہ فطری امر ہے کہ کوئی شخص یا ادارہ جس طرح کے منصوبے بناتا ہے اسی طرح کے لوگوں سے رابطہ رکھتا ہے، میرا اِبتدائی رُجحان قانون اور علمی سیاست کی طرف زیادہ تھا اس لیے میں نے جہاں یہ فیصلہ کیا کہ مجھے عملی سیاست میں نہیں اُترنا، وہاں اس میدان میں علمی اور تحقیقی کام کیلئے میری بھرپور کوششیں جاری اور ساری رہیں۔ اس سلسلہ میں قانون اور عدالت سے متعلق مذکورہ بالا حضرات کا تو ذکر ہو چکا لیکن پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسرز اور اسلامی ذہن کے دانشور کسی نہ کسی حوالے سے آج تک ہمارے ساتھ مربوط رہے ہیں۔ بلکہ نفاذِ شریعت کی علمی تحریک ہو یا مختلف مکاتب فکر کو اکٹھا کرنے کی تحریک ہم اس سلسلے میں اگر پیش رو نہیں تو کسی سے پیچھے بھی نہیں رہتے۔ آج کل 'ملی مجلس شرعی' کے نام سے اسی کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

س: آج کل کن کن منصوبوں پر کام ہو رہا ہے یا مجلس تحقیق اسلامی کے آئندہ پروگرام کیا ہیں؟

ج: مجلس کا عظیم منصوبہ 'موسوعہ قضائیہ' تو چل ہی رہا ہے، البتہ معاشی اور معاشرتی میدان بھی ہمارا مطمح نظر ہیں۔ معاشیات کے سلسلے میں قوانین کا جائزہ ۱۹۸۵ء تک وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا اس لیے اس میدان میں ۱۹۸۵ء کے بعد ہی ہمیں کام کرنے کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ میری مراد سود سے متعلقہ قوانین ہیں جن کے بارے میں پہلے وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا اور بعدازاں سپریم کورٹ کے شریعت بنچ نے ۱۹۹۹ء کے اندر اس کے تفصیلی پہلوؤں کو واضح کیا۔ شرعی عدالت کے لیے ہم نے اپنا بھرپور علمی تعاون مہیا کیا اور میں نے خود سپریم کورٹ میں پیش ہو کر سود کی بحث میں حصہ لیا اور اس موقع پر محدث نے اپنا خصوصی شمارہ 'سود نمبر' بھی نکالا۔ سپریم کورٹ (شریعت بنچ) نے سود کے خلاف بڑے اہم نکات پیش کیے تھے لیکن جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے سازش کرتے ہوئے اسے نہ صرف کالعدم کروایا بلکہ یہ کیس دوبارہ وفاقی شرعی عدالت کو ہی بھیج دیا گیا جس کی ابھی تک کوئی نئی سماعت ہوتے بھی نظر نہیں آ رہی۔ آج کل ہم معاشیات کے میدان میں Centre of Excellence for Islamic Economics, Finance and Banking کا تربیتی اور تحقیقی مرکز قائم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

اس مرکز کو قائم کرنے کی بنیادی سوچ یہ ہے کہ ہماری تجارت اور بینکاری اسلامی اصولوں پر قائم کرنے کے لیے رجالِ کار کو تیار کیا جائے۔ کیونکہ ابھی تک معاشیات کے میدان میں صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے سودی نظام کے ساتھ اسلامی پیوندکاری کا کام شروع کر رکھا ہے۔ یعنیموجودہ بینکاری سسٹم کے مختلف پروگراموں کو حیلے بہانے سے اسلامی قرار دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسلام کے دعوے دار بینکوں نے شرعی مشیروں کو بھاری مشاہرے دے کر اسی کام کے لیے اپنا ہم نوا بنا رکھا ہے۔ گویا ان کا مقصد سود کا خاتمہ نہیں بلکہ سود کی مختلف شکلوں کے لیے حیلوں سے شرعی تائید پیش کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ سیکولر بنک بھی اسلامی ونڈوز کھول کر اس نفع بخش کاروبار میں شریک ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ایسے مشیران خاص حلقوں میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ اسلامی بینکاری کا عبوری دور ہے۔ گویا جس طرح جمہوریت اور سوشلزم کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگا کر مسلمانوں نے انہیں اسلامی بنا لیا، اسی طرح اسلامی بینکاری کو رواج دیا جا رہا ہے۔ ہمارے معاشی ماہرین اور قانون دان حضرات شریعت کی ٹھوس تعلیمات اور گہرے مقاصد سے تو واقف نہیں، اس لیے وہ اسے ہی اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اس میں وہ لوگ آگے آئیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت، مقاصد شرعیہ اور اِسلامی اصول وقواعد کا تقابلی مطالعہ رکھتے ہوں، جن کے معاون وہ لوگ بھی بنیں جو جدید نظاموں سے واقف ہیں۔ واضح رہے کہ اصل شریعت ہے جس کے مطابق اداروں کی تشکیل ہونی چاہیے، نہ کہ اداروں کو اصل قرار دے کر شریعت کی پیوند کاری کی جائے۔

اسلامی بینکاری کے سلسلے میں ہم نے تقریباً دو سال سے کام شروع کر رکھا ہے، جس میں پہلے ہم نے علماء اور بینکار حضرات پر مشتمل ایک بڑا سیمینار کیا۔ اس مذاکرے کے دوران جو اہم پہلو اور نکات اجاگر ہوئے، ہم نے ان پر غور وفکر کے لیے ایک گیارہ رکنی کمیٹی بنا دی جس کے اب تک بہت سے اجلاس ہوچکے ہیں۔ اس کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ذوالفقار علی　　۲۔ ڈاکٹر محمد اکرم میاں　　۳۔ جناب محمد ایوب صاحب
۴۔ ڈاکٹر محمد عزیر البازی　　۵۔ حافظ عاطف وحید　　۶۔ ڈاکٹر عبدالواحد صاحب
۷۔ ڈاکٹر حافظ خلیل احمد　　۸۔ پروفیسر محمد آصف انصاری　　۹۔ مفتی محمد افتخار بیگ
۱۰۔ حافظ ضیاء اللہ برنی　　۱۱۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی

ہماری یہ مستقل کمیٹی اپنے اجلاسوں میں دیگر علماء اور معاشی ماہرین کو بھی دعوت دیتی رہتی ہے، اس طرح جو نکات طے ہوجاتے ہیں ان کی رپورٹ تیار ہونے پر کمیٹی آئندہ اجلاس میں بقیہ نکات یا نئے پیش آنے والے اہم سوالات پر غور وفکر کرتی ہے۔ اس طرح مسلسل کام چل رہا ہے Centre of Excellence for Islamic Economics, Finance and Banking قائم کرنے کی تجویز بھی اسی کمیٹی کی تیار کردہ ہے۔

س: جدید حلقوں میں مجلس نے جو کام کیے یا اس کے پیش نظر ہیں، ان کا ایک تعارف تو سامنے آگیا ہے۔ گذشتہ انٹرویو میں آپ نے قرآن مجید کی متنوع قراءات اور مختلف لہجوں کے بارے میں اپنے منصوبے کا ذکر کیا تھا۔ مستشرقین نے قرآن مجید کے ان لہجوں کے حوالے سے عوام کو قرآن سے بدظن کرنے کی بھی بڑی کوششیں کی ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اگرچہ برصغیر میں مروج روایت حفص کے علاوہ امام نافعؒ کی دونوں قراءتیں جو ان کے شاگردوں ورشؒ اور قالونؒ سے منسوب ہیں، اسی طرح رائج ہیں اور بعض دیگر ممالک سوڈان وغیرہ میں دوری عن ابی عمرو البصری بھی پڑھی جاتی ہیں۔ آپ قراء کے حلقوں کے علاوہ عام دانشوروں اور عوام کو کیسے مطمئن کریں گے؟

ج: دنیائے اسلام میں مروج متنوع قراءات اور روایات کی بناء پر بین الاقوامی سطح پر کئی ادارے کام کر رہے ہیں جن میں مجمع الملك فهد (مدینہ منورہ) بھرپور کام کر رہا ہے۔ لیبیا اور مراکش اپنے ہاں رائج قراءتوں پر تو کام کر ہی رہے ہیں لیکن مصر اور سوڈان نے بین الاقوامی سطح پر بھی کافی کام کیا ہے۔ اس لیے وہاں کے عوام متنوع قراءتوں سے مانوس ہیں۔ البتہ برصغیر پاک وہند جہاں اچھے بھلے پڑھے لکھے بلکہ ایم۔ اے اسلامیات تک بہت سے جدید تعلیم یافتہ سادہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے۔ وہاں قراءتوں کا تعارف کافی مشکل ہے۔ اگرچہ برصغیر میں قاری محی الاسلام پانی پتیؒ نے متواتر عشرہ قراءات پر مشتمل قرآن شائع کیا تھا، بعدازاں پاکستان کے مشہور استاد قاری اظہار احمد تھانویؒ صاحب نے شام کے تیار کردہ دس قراءتوں والے قرآن مجید کو قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکیڈمی لاہور کے ذریعے چھپوایا تھا جو تجوید وقراءات کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اسی طرح پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیاں قرآن سے متعلقہ علوم پر جو تحقیقی مقالے تیار کرواتی ہیں ان میں قراءتوں پر بھی کافی کام موجود ہے جس کی ایک فہرست رشد کے قراءات نمبر حصہ دوم میں شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے آرگن ماہنامہ رشد کے جو تین ضخیم حصے شائع کرنے کا پروگرام بنایا، وہ اسی تعارف کی غرض سے ہے لیکن مستشرقین کے طفیلی منکرین حدیث نے غلط طور پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ ہم من گھڑت قرآن مجید چھاپ کر اختلافات پیدا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارا ایسا کوئی اشاعتی پروگرام نہیں ہے البتہ اس سلسلہ میں دوسرے ملکوں اور ہماری دانش گاہوں میں جو کام ہوا ہے اس کا تعارف ہم نے ضرور کروایا ہے۔ یا بعض بین الاقوامی اداروں سے ہم علمی تعاون کر رہے ہیں جس میں کویت کا بین الاقوامی ادارہ حامل المسك بھی شامل ہے۔ ایسے شبہات کے ازالہ کے لیے 'رشد' کے موجودہ خاص شمارے (حصہ سوم) میں بھی کئی مضامین موجود ہیں۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ کی معہد ثانوی (مدرسہ رحمانیہ) نے تجوید وقراءات کا کام ۱۹۷۷ء میں ہی شروع کر دیا تھا جب کلیۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے موجودہ نگران اعلیٰ قاری محمد یحییٰ رسولنگری مدرسہ رحمانیہ میں تدریس کے لیے تشریف لائے تھے۔ اسی تعلیمی سال کے اختتام پر مدرسہ رحمانیہ بالمقابل قذافی سٹیڈیم (۲۷۰، فیروز پور روڈ لاہور) میں ایک بڑی تقریب منعقد کی گئی تھی جس میں قاری اظہار احمد تھانویؒ، حافظ نذر احمد (مؤلف درس قرآن) اور پروفیسر عبدالقیومؒ (سابق سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) نیر صغیر پاک و ہند میں قرآنی قراءات اور قرآنی خدمات کا ایک تاریخی جائزہ بھی پیش کیا تھا۔ اس مذاکرے کے آخر میں قاری اظہار احمد تھانوی نے مدرسہ رحمانیہ سے فارغ ہونے والے حضرات کو اسناد بھی تقسیم کی تھیں، جن میں دو فاضل برادران حافظ عبدالغفار گوندل اور ڈاکٹر حافظ عبدالقادر گوندل بھی شامل تھے۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر عبدالقادر گوندل نے حال ہی میں وزیر داخلہ سعودی عرب سموا لأمير الملكى نائف بن عبدالعزيز آل سعود کے ہاتھوں ایک بڑا اکیڈمک انعام حاصل کیا ہے جو تقریباً ایک کروڑ پاکستانی روپے کے برابر ہے۔

س: مجلس کے تیسرے انسائیکلو پیڈیا کا بھی تتمہ کے طور پر ذکر کر دیجیے۔

ج: علمی تحقیقات کے لیے لائبریری کی بنیادی حیثیت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ لاہور شہر میں مجلس کے پاس ایک دینی اور شریعت کے سارے اہم پہلوؤں پر تصنیفات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن دینی رسائل وجرائد میں جو بہت سے علمی مقالے اور تحقیقات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں وہ دست برد زمانہ کی نظر ہو جاتی ہیں۔ جب موسوعہ قضائیہ کے سلسلے میں دنیا بھر کی لائبریریوں سے ہمارے وفود استفادہ کرتے رہے اور اس طرح سافٹ ویئر کا ایک بڑا ذخیرہ بھی مجلس کی لائبریری میں جمع ہو گیا جو بہت کم کسی اور لائبریری میں موجود ہے۔ تو خیال ہوا کہ برصغیر کی گذشتہ ڈیڑھ سوسالہ تاریخ میں جو علمی فکری تحریکیں اور تحقیقی مقالات شائع ہوتے رہے ہیں، ان کو بھی جمع کرنا چاہیے۔

چونکہ ایک بڑی لائبریری ہونے کے ناطے پنجاب یونیورسٹی اور دیگر دانش گاہوں میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے حضرات بھی اکثر ہم سے رجوع کرتے۔ انہیں بہت دفعہ اپنے موضوع کے حوالے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعہ تصنیفات کی بجائے رسائل وجرائد سے بھی استفادہ کرنا پڑتا ہے جس کے بارے میں انہیں علم نہیں ہوتا کہ کون کون سے عنوانات پر اہل علم خامہ فرسائی کر چکے ہیں؟ اسی طرح متعلقہ رسائل وجرائد بھی میسر نہیں آتے۔ ہم نے اول تو یہ کوشش کی کہ ۱۵۰ سال سے نکلنے والے زیادہ سے زیادہ رسائل اپنی لائبریری میں جمع کر لیں ورنہ دوسری لائبریریوں سے مراجعت کر کے ان رسائل کے تمام اشاریے تیار کریں تاکہ معلوم ہوجائے کہ فلاں ماہ وسال کے فلاں شمارے میں اس موضوع سے متعلقہ کچھ لکھا گیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے تقریباً سات سو رسائل کا اشاریہ تیار کرنے کا منصوبہ ہے۔ جن میں سے تقریباً ۸۰ رسائل وجرائد کی اشاریہ بندی ہوچکی ہے۔

س: آپ نے ایک سوال کے جواب میں ابھی ذکر کیا ہے کہ ہم نے دنیا بھر سے اسلامی ورثہ پر مشتمل بہت سے سافٹ ویئر حاصل کیے ہیں۔ کیا مجلس کی کوئی اپنی ویب سائٹ بھی ہے؟ یا سافٹ ویئر کا کام ہورہا ہے؟

ج: مجلس تحقیق اسلامی، ماہنامہ محدث لاہور اور مجلس سے متعلقہ بہت سے حضرات کی اپنی ویب سائٹس موجود ہیں۔ مجلس تحقیق الاسلامی کی اپنی ویب سائٹ کا نام (www.KitaboSunnat.com) ہے۔ جو درج ذیل خدمات انجام دے رہی ہے:

- اُردو زبان میں آن لائن اِسلامی لٹریچر پر مبنی بہترین اُور مستند مواد
- موضوعاتی اِنڈیکس کے ساتھ ہر موضوع پر جید علماء کی تصانیف ومضامین
- کتب اور مضامین کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت
- شرعی راہنمائی کے لیے آن لائن فتویٰ کی سہولت (جوکہ مستقبل قریب کا پروجیکٹ ہے)
- تلاوت قرآن کریم، نظمیں اور تقاریر ودروس پر مبنی آڈیو، ویڈیو سیکشن (جو تکمیلی مراحل میں ہے اور جلد ہی آن لائن کردیا جائے گا۔ ان شاء اللہ)
- مختلف آن لائن اِسلامک سافٹ ویئرز اور آن لائن لائبریری (اس پر بھی کام جاری ہے)
- آن لائن ماہنامہ 'محدث' اور ماہنامہ 'رُشد' (مکمل شمارے)

س: مجلس کے منصوبوں کو جلد مکمل کرنے کیلئے آپ کو کونسی مشکلات حائل ہیں؟

ج: دنیا مسابقت کا میدان ہے، اِنسان چاہتا ہے کہ بڑے بڑے مقاصد فوراً پورے ہو جائیں لیکن عملی میدان میں اترنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اِنسان صرف وہ کام کرسکتا ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر آجائے۔ ظاہری طور پر انہیں وسائل بھی کہا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے کچھ تحقیقی اور نشریاتی اِدارے تو وہ ہیں جن کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے لہٰذا ان کے پاس تو وسائل کی کوئی کمی نہیں۔ البتہ تحقیقی کام کو پرائیویٹ طور پر انجام دینے کے لیے نہ صرف عوام کی اخلاقی حمایت کے ساتھ عام زندگی میں پیش آنے والے لٹریچر کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اہل خیر کی بھرپور معاشی سپورٹ بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے نشریاتی ادارے علم وتحقیق کی بجائے اپنے تجارتی مقاصد کو بروئے کار لانے پر مجبور ہوجاتے ہیں، چنانچہ وہ یا تو پہلے سے موجود کتب کو نئے سے نئے پرکشش طباعتی معیار سے چھاپنے کا کام کرتے ہیں یا خلیجی ممالک کے مشہور شیوخ کے پمفلٹوں اور تصنیفات کے ترجموں پر ہی اپنا وقت صرف کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ ایسے کاموں کے لیے انہی شیوخ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے نہ صرف مالی مدد مل جاتی ہے بلکہ ان کے توسط سے اچھے گیٹ اپ سے چھاپی ہوئی مطبوعات کے بڑے آرڈر بھی ملنے لگتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔اسی طرح تحقیق کا ذوق رکھنے والوں کی بھی معاشی مشکلات ہوتی ہیں لہٰذا ان کے لیے بھی آسانی اسی میں رہتی ہے کہ وہ پہلے سے طبع شدہ تفاسیر واحادیث کی کتابوں کے اردو ترجموں کی پرانی زبان کی نوک پلک درست کر دیں۔اس طرح انہیں بڑا حق خدمت بھی مل جاتا ہے اوران کی تیار کردہ کتابیں بھی جلد مارکیٹ میں آجاتی ہیں۔

مجلسِ تحقیق اسلامی نے تجارتی مفاد سے قطع نظر جو مذکورہ بالا تحقیقی کام شروع کیے ہیں، ان کے لیے اسے مناسب اہلیت رکھنے والے محققین کی شدید ضرورت رہتی ہے، اسی طرح مجلس تحقیق الاسلامی نے اصول تفسیر، حدیث اور فقہ پر اساسی لٹریچر مہیا کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ حدیث کی مشہور دو جلدوں پر مشتمل کتاب 'تدریب الراوی' کا اردو ترجمہ عرصہ سے تیار ہے جس کی مراجعت بھی کئی اہل علم سے کروالی گئی ہے۔اسی طرح اصول فقہ کی جامع ترین کتاب 'ارشاد الفحول' (شوکانی) کا ترجمہ اصول فقہ کے متخصص استاد مولانا زید احمد سے کروایا گیا جواب نظر ثانی اور حواشی کے اضافے کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ بہت سے دیگر چھوٹے موٹے کام بھی تیار ہیں جو کسی اشاعتی اور تقسیم کرنے والے ادارے کے تعاون سے ضرورت مندوں تک پہنچ سکتے ہیں۔

س: مجلس کے حالیہ رفقاء کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ کیا وہ آپ کے خوابوں کی تعبیر بن سکتے ہیں؟

ج:

نہیں مایوس اقبال اپنی کشتِ ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

میں دینی مدارس بالخصوص جہاں ساتھ ساتھ دنیاوی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں (جیسے ہماری درسگاہ ہے) اس سے فارغ ہونے والے نوجوانوں کو بڑا قیمتی سمجھتا ہوں۔لیکن جن مشکلات کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، جب تک وہ نہ پوری ہوں، اس وقت تک ایسے نوجوانوں کو تا دیر مطمئن نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ اس عمر میں والدین کی بھی توقع ہوتی ہے کہ نوجوان بیٹا ہمارا سہارا بنے اور نیا گھر بسانے کی آرزو بھی ہوتی ہے اس لیے جب تک کوئی ادارہ ایسے نوجوانوں کو خاطر خواہ معاشی کفالت دے کر انہیں مطمئن نہ کر دے وہ اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔میری ہر دم یہی کوشش ہے کہ میں اپنی معنوی اولاد کو ایسے سازگار حالات مہیا کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہماری دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرے اور ہماری آخرت بھی بہتر بنا دے۔آمین

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار [البقرة: ۲۰۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنٹرویو قاری محمد اِبراہیم میر محمدی حفظہ اللہ

شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ علم القراءات کو نمایاں طور پر متعارف کروانے والی وہ نامور شخصیت ہیں کہ ان کی جہو دِطیبہ سے اب یہ علم پاکستان کے تمام حلقہ ہائے فکر میں بالعموم اور جماعت اہل حدیث میں بالخصوص زندہ ہوگیا ہے۔ آپ كلية القرآن الكريم، مدینہ یونیورسٹی کے نمایاں فضلاء میں سے ہیں۔ كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بانی ومؤسس ہیں جن کے اخلاص اور محنت ِشاقہ کے نتیجہ میں جامعہ لاہور الاسلامیہ تجوید وقراءات کے فروغ میں آج انتہائی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ آپ کی زندگی ایک جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ ۱۹۹۲ء میں كلية القرآن کے افتتاح کے بعد مسلسل درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہیں۔ مادِرادارہ كلية القرآن اوراس سے پھوٹنے والے دیگر تمام كليات القرآن الكريم کے سینکڑوں فضلاء کی تمام تر عملی جدوجہد حقیقی معنوں میں حضرت شیخ حفظہ اللہ کی مرہونِ منت ہے۔

آپکی شخصیت کے مذکورہ اوصاف کی نسبت سے رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعت میں ہم آپکا انٹرویو شائع کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ کسی رسالے میں شائع ہونے والا آپ کا یہ پہلا انٹرویو ہے جو آپکی شخصیت کی تمام جہتوں سے متعارف کرانے کے اعتبار سے انتہائی جامع ہے۔ انٹرویوپینل میں آپکے شاگرد قاری فہداللہ مراد (فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور اور بیٹے قاری عثمان مدنی (فاضل كلية القرآن و التربية الإسلامية) شامل ہیں [ادارہ]

رُشد: اپنا تفصیلی تعارف کرائیں؟

قاری صاحب: میرا نام محمد اِبراہیم بن حافظ محمد عبداللہ ہے، میری رجسٹرڈ تاریخ پیدائش یکم فروری ۱۹۶۰ء ضلع قصور کے معروف گاؤں میر محمد کی ہے۔ رجسٹرڈ کا اِضافہ اس لیے کیا ہے کہ میرے بڑے بھائی جناب مسعود اَحمد صاحب نے بعد اَزاں مجھے بتایا کہ میرے اَندازے کے مطابق آپ کی اصل تاریخ پیدائش ۱۹۵۸ء ہے۔ ہمارا گاؤں میر محمد اس اِعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ ضلع قصور میں شاید سب سے پہلے کسی جگہ باقاعدہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے تو وہ ہمارا گاؤں ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی قبل ۱۹۰۵ء ولی کامل حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ (حافظ محمد یحییٰ عزیز رحمہ اللہ کے والدِ گرامی) نے اپنے مخلص ساتھیوں حاجی عبدالواحد، حاجی امام بخش المعروف خالد مجاہد، صوفی عبداللہ، مولوی نیک محمد ستوکی، حافظ عیسیٰ کوٹلی رائے ابوبکر، حاجی محمد یعقوب، حاجی حسن محمد (میرے دادا جان) اور دیگر مایہ ناز علماء کرام رحمہم اللہ کے ہمراہ اس مدرسہ میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ ان میں قاری عزیر صاحب حفظہ اللہ کے والدگرامی مولانا عبدالحق، مولانا حافظ محمد بھٹوی اور مولانا عبدالرشید رحمہما اللہ نے اس پورے علاقے کو فیض یاب کیا۔ ان کے نامور شاگردوں میں مولانا علی محمد سعیدی، مولانا محمد یوسف راؤ خانوالا، مولانا محمد شفیع گہلن ہٹھاڑ اور جماعت المجاہدین کی نشانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد دین مجاہد شامل تھے۔

رُشد: اپنی ابتدائی تعلیم کے متعلق بتائیں؟

قاری صاحب: میں نے اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت قدرے تاخیر سے پڑھائی کا آغاز کیا۔ تقریباً چھ سال کی عمر میں، میں نے اپنی با قاعدہ تعلیم کا آغاز والدِ گرامی حافظ عبداللہ رحمہ اللہ کے ہاں کیا۔ والدِ گرامی کا یہ معمول تھا کہ وہ ابتدائی قاعدہ، جو ان دنوں یسرنا القرآن ہوا کرتا تھا، خود پڑھاتے اور اس کے بعد ایک پارہ ناظرہ پڑھاتے، آپ اس قدر محنت سے پڑھایا کرتے تھے کہ اس کے بعد بچہ باآسانی ناظرہ قران کریم پڑھ جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح مجھے بھی یسرنا القرآن اور تقریبا ایک پارہ والدِ محترم نے پڑھایا اور باقی قرآن کریم ناظرہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کو سنایا۔

رُشد: کیا آپ نے سکول کی تعلیم سے اِبتدا نہیں کی حالانکہ ہمارے ہاں عموماً پہلے سکول ہی سے اِبتداء ہوتی ہے؟

قاری صاحب: چند اَیام کیلئے سکول گیا تھا لیکن والدمحترم نے سکول سے ہٹا کر حفظ پر لگا دیا۔ اس کی بھی ایک خاص وجہ تھی۔ ہوا یوں کہ والدِ محترم نے بڑے دونوں بھائیوں محترم محمود اَحمد اور مسعود اَحمد کو سکول میں داخل کروایا، سکول پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ باقی وقت حفظ کیا کرتے تھے۔ پرائمری تک تو یوں ہی چلتا رہا اور انہوں نے تقریباً پانچ چھ پارے حفظ بھی کر لیے، لیکن پرائمری کے بعد ہائی سکول ہمارے گاؤں میں نہیں تھا لہٰذا انہیں پڑھنے کے لیے ہمارے گاؤں سے دور جانا پڑتا جس کی وجہ سے سکول کے ساتھ ساتھ حفظ کرنا خاصا مشکل کام ہوگیا تھا اس وجہ سے انہوں نے حفظ ترک کردیا اور سکول کی تعلیم جاری رکھی اور میٹرک کے بعد وہ سکول ٹیچر بھرتی ہوگئے۔ والد محترم کو اس کا بڑا دکھ تھا کہ وہ عالم دین نہیں بن سکے اس لیے اُنہوں نے مجھے چند ہی دنوں بعد سکول سے ہٹا لیا۔

رُشد: آپ نے حفظ کب شروع کیا اور آپ کے اُستاد کون تھے؟

قاری صاحب: میں نے ۱۹۶۷ء میں تقریبا آٹھ سال کی عمر میں اپنے ہی گاؤں میر محمد میں مدرسہ محمدیہ (المعروف کھجور والی مسجد) میں محترم قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ کے ہاں حفظ شروع کیا۔

رُشد: آپ نے قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ کو بطور اُستاد کیسا پایا؟

قاری صاحب: قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ ایک انتہائی مشفق اور بہترین منتظم اُستاد تھے۔ میں نے شعبہ حفظ میں ان جیسا اُستاد آج تک نہیں دیکھا۔ یہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ ان میں چند خصوصیات ایسی تھیں جو ان کو سب سے ممتاز رکھتی ہیں۔

① مثلاً ہماری کلاس میں تقریبا ۶۰، ۷۰ طلباء تھے آپ ہر ایک طالب علم پر یکساں نظر رکھتے تھے اور انتہائی باریک بینی سے اس کی عادات اَطوار کا جائزہ لیتے اور مناسب محل پر اس کی اصلاح بھی فرماتے۔

② طلباء کے سبق، سبقی اور منزل کا بہت اِہتمام کرتے مثلاً اگر کسی لڑکے نے صبح سبق یا سبقی نہیں سنایا تو دوپہر میں اس کی چھٹی بند کردیتے تاوقتیکہ وہ سبق یا سبقی یاد نہ کرلے ایسے ہی کوئی طالب علم منزل نہ سنا پاتا تو عصر کے بعد جب خود چہل قدمی کیلئے نکلتے تو اُسے بھی ساتھ لے لیتے۔ سیر بھی ہورہی ہے اور ساتھ ساتھ اس کی منزل بھی سنی جارہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ طلباء کی نگرانی اس قدر سختی سے کرتے تھے کہ خود کہیں چلے بھی جاتے تو کلاس اس طرح منہمک ہوکر پڑھتی جیسے خود تشریف فرما ہوں، اس کیلئے ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ کسی کام کی غرض سے کہیں جانا ہوتا تو کہہ کر چلے جاتے کہ وہاں جارہا ہوں،لیکن اچانک پروگرام منسوخ کردیتے اور کلاس میں آکر بیٹھ جاتے۔اس سے طلباء کا تاثر یہ ہوتا کہ قاری صاحب کسی بھی وقت آسکتے ہیں لہٰذا کھیل کود میں وقت ضائع نہیں کرنا۔

④ جب کسی طالب کو اس کی غلطی پر سزا دیتے تو فوراً اس کی مختلف طریقوں سے دلجوئی فرماتے، اس کی خدمت کرتے،کھلاتے پلاتے تاکہ اس کے دل میں اُستاد کے خلاف نفرت نہ پیدا ہونے پائے۔

⑤ اسی طرح جب کوئی طالب علم درمیان میں ہی پڑھائی چھوڑ کر چلا جاتا تو اسکے پیچھے گھر جاتے اس کو اور اس کے والدین کو سمجھاتے بجھاتے یہاں تک کہ وہ طالب علم خود اور اس کے والدین دوبارہ پڑھائی پر آمادہ ہوجاتے۔

⑤ طلباء کی منزلیں یاد کروانے کا بھی ان کا ایک نرالا اَنداز تھا، کہ حفاظ کو تہجد کے وقت اُٹھا لیتے اور مسجد کی چھت پر ان سے نوافل میں قرآن پڑھنے کا کہتے اور ساتھ ساتھ خود سماعت فرماتے۔ مجھے وہ دن یاد ہیں کہ جب طلباء رات کے پچھلے پہر اس خاموش فضاء کو تلاوتِ قرآن سے معطر کرتے تھے۔

⑦ قاری صاحب رحمہ اللہ بعض مواقع پر طلباء سے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے جس سے ماحول بوجھل نہیں ہوتا تھا۔

⑧ جن طلبا کو اللہ رب العزت نے خوش آوازی سے نواز رکھا تھا ان کیلئے خاص اِہتمام اس طرح کرتے کہ ان کو باقاعدہ مشق کرواتے غنہ وغیرہ پر نشان لگا کر دیتے اور ان سے باقاعدہ اِمامت کرواتے تاکہ جھجک ختم ہو اور پڑھنے کا سلیقہ آئے، مجھے بھی دورانِ حفظ کئی مرتبہ نماز کروانے کا موقع دیا گیا۔

⑨ ان کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے شاگردوں کو عزت و احترام سے نوازتے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی کا ایک واقعہ ہے کہ جب عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے گئے تو میرے پاس تشریف لائے (میں اس وقت جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا۔) میں نے عرض کیا حضرت میں آپ کے سر پر تیل لگا دیتا ہوں،تو فرمانے لگے: شرمندہ نہ کرو، میں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو اجازت مرحمت فرما دی جب میں فارغ ہوا تو فرمانے لگے آؤ بھئی اب میں آپ کے سر پر تیل لگاتا ہوں۔ رحمه الله رحمةً واسعةً

یقیناً ہمارے سلف ایسی ہی صفات کے مالک تھے۔اس پر قاری صاحب نے امام نافع رحمہ اللہ اور ابن جماز رحمہ اللہ کا واقعہ بھی سنایا۔فرماتے ہیں۔امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابن جماز رحمہ اللہ دونوں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع رحمہ اللہ کے یہاں پڑھا کرتے تھے۔بعد میں جب باری تعالیٰ نے امام نافع رحمہ اللہ کو مدینہ منورہ میں مسند اِمامت پر فائز فرمایا تو امام ابن جماز رحمہ اللہ نے بھی ان پر دوبارہ قراءت کرنے کا ارادہ فرمایا تو جب امام ابن جماز رحمہ اللہ ان سے پڑھنے ان کے حلقہ درس میں تشریف لاتے تو سیدنا نافع اپنی مسند سے اٹھتے اور آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنے ساتھ اپنی مسند پر بٹھاتے۔

اس کے بعد قاری صاحب نے انتہائی تاسف سے فرمایا: کہ آج ہم اپنے اساتذہ خصوصاً حفظ کے اساتذہ میں طلبا کے بارے میں اس قدر خیرخواہی کا جذبہ نہیں پاتے ہمیں چاہیئے کہ سبیل قرآن کے ان روشن میناروں کو اپنے لیے راہنما قرار دے کر ان کے نقش پا کی پیروی کریں تاکہ ہماری محنتیں بھی ثمرآور ثابت ہوں اور نورِ قرآن ہماری کوششوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے گھر گھر میں روشنی بکھیرے۔

رُشد: دورانِ حفظ کن اَحباب کی رفاقت آپ کو میسر رہی؟

قاری صاحب: میرے حفظ کے ساتھیوں میں سے حافظ محمد شریف صاحب مدیر مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی مدیر جامع قدس لاہور اور قاری محمد صادق رحمانی صاحب کنگن پوری شامل ہیں۔

رُشد: آپ کی تکمیل حفظ کب ہوئی اور ان اَیام میں پڑھائی کے علاوہ آپ کن مشاغل کو پسند کرتے تھے؟

قاری صاحب: میں ۱۹۷۱ء میں منزل یاد کرکے حفظ سے فارغ ہوگیا تھا۔ باقی رہی پڑھائی کے علاوہ مشاغل کی بات تو میں گھر سے باہر مشاغل میں دیگر بچوں کی طرح شرکت نہیں کرتا تھا۔ فارغ اَوقات میں گھر کے اَندر ہی بعض مشاغل میں منہمک رہتا تھا اور والدین زبردستی مجھے گھر سے باہر جانے کو کہتے تھے، ان میں بعض اَوقات میں گڑیاؤں کے ساتھ بھی کھیلا کرتا تھا لیکن میرا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ یہ تھا کہ کوئی بھی خوبصورت چیز دیکھی تو اس کا آرٹیفیشل نمونہ تیار کرنا جن میں جو چیزیں ابھی بھی مجھے یاد ہیں وہ یہ ہیں: ان دنوں گھروں میں بیڈوں کا رواج نہ تھا بلکہ ایک بڑی چارپائی کو ٹیک لگا کر شادی بیاہ کے موقع پر جہیز میں دیا جاتا تھا جسے پلنگ کا نام دیا جاتا تھا ایسا ہی ایک پلنگ میرے دیکھنے میں آیا جس کی ٹیک میں بہت خوبصورت نقش ونگار تھے جن میں شیشہ کاری کی ہوئی تھی میں نے اُسے دیکھا تو اُس جیسا کانوں کا خوبصورت ٹیک والا پلنگ تیار کرلیا، ایسے ہی میں نے ایک مرتبہ مٹی کی مسجد بھی بنائی تھی، ایک مرتبہ تو یوں ہوا کہ ہمارے گاؤں میں ایک بہت خوبصورت گھر تعمیر ہوا تو میں نے اس جیسا مٹی کا گھر تیار کردیا جسے بعد اَزاں گھر آکر انہی راج گیروں نے دیکھا اور بہت خوش ہوئے، بعض نے یہ بھی کہا کہ اس کی بنی ہوئی چیزوں کو صنعتی نمائش میں پیش کیا جائے تو کافی انعام کا حقدار ٹھہر سکتا ہے۔

رُشد: حفظ کے بعد آپ نے کیا کیا؟

قاری صاحب: حفظ کے بعد میں نے اپنے گاؤں ہی کے مدرسہ محمدیہ میں مولانا حبیب اللہ لکھوی کے پاس کتابیں پڑھنا شروع کردیں ایک سال تک وہاں پڑھا جس میں عربی کا آسان قاعدہ اور نحو میر وغیرہ شامل تھیں۔ ان دنوں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی بہت شہرت تھی۔ لہٰذا ہم تمام ساتھیوں نے وہاں جانے کا پروگرام بنالیا۔ میرے والدین بھی اس پر راضی ہوگئے، لیکن جب ماموں جان حافظ یحییٰ صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ ہمارے بالکل قریب راجہ جنگ میں مدرسہ کا آغاز ہوچکا ہے اس لیے بجائے گوجرانوالہ کے آپ کو یہاں پڑھنا چاہیے۔ بہرحال ہم نے وہاں داخلہ لے لیا اور ایک سال تک حافظ عبدالرشید اَظہر اور مولانا عبدالحفیظ صاحب حفظہما اللہ سے کتب پڑھیں۔

رُشد: آپ کو تجوید کا شوق کیسے ہوا اور کب پڑھنا شروع کیا؟

قاری صاحب: مجھے خود کو تو تجوید پڑھنے کا کوئی شوق نہ تھا البتہ والدِمحترم کا شوق تھا کہ مجھے قاری بنائیں۔ ہوا یوں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مرتبہ قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو والدِمحترم کو پتہ چلا تو مجھے بھی ساتھ لے کر قاری صاحب کی تلاوت سننے گئے واپسی پر میں ان کے ساتھ ہی تھا تو فرمانے لگے ’’میں نے آپدے پُتر نوں قاری بنانا اے‘‘ (میں نے اپنے بیٹے کو قاری بنانا ہے) میں نے جواباً کہا ’’میں تے کوئی نی بننا‘‘ (میں نے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بنتا) (مجھے آج تک وہ جگہ بھی یاد ہے جہاں والد صاحب نے یہ جملے کہے تھے) والد محترم نے اپنے اسی شوق کی بنا پر مجھے ایک سال راجہ جنگ پڑھانے کے بعد تجوید پڑھانے کا ارادہ کرلیا اور مجھے قاری صدیق الحسن صاحب کے ہمراہ لاہور میں جامع مسجد لسوڑیوالی میں محترم قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کے ہاں بھیج دیا۔

رُشد: یہ کن دنوں کی بات ہے؟ کیا یہاں آنے کے بعد بھی آپ کے شوق کی وہی حالت رہی؟

قاری صاحب: یہ۱۹۷۴ء کی بات ہے جب میں یہاں داخل ہوا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی قاری یحییٰ صاحب رسولنگری حفظہ اللہ سے وابستہ ہو اور اس میں تجوید وقراءات پڑھنے کا شوق پیدا نہ ہو۔

ہوا یوں کہ داخلے کے بعد میری رہائش محترم قاری عزیر صاحب حفظہ اللہ کے ہاں تھی (جوکہ رشتے میں میرے ماموں لگتے ہیں،) وہاں سے صبح روزانہ ان کے ساتھ مسجد لسوڑیوالی جاتا۔ (ان دنوں قاری عزیر صاحب مسجد لسوڑیوالی میں تجوید کے طلباء کو کتب کے چند اَسباق پڑھایا کرتے تھے) اور شام کو واپس مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ پر ان کے ساتھ ہی آجاتا۔ اور شام کے بعد قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے پاس مشق کرنے کیلئے جایا کرتا۔

رُشد: آپ نے تجوید میں کون کون سے اَسباق پڑھے ہیں؟

قاری صاحب: حضرت قاری صاحب حفظہ اللہ سے میں نے تجوید میں مفتاح التجوید، تحفۃ الاطفال، فوائد مکیہ اور مقدمہ الجزریۃ پڑھی ہیں۔ اس کے علاوہ حدر بھی قاری صاحب کو سنایا اور مشق بھی قاری صاحب سے ہی کیا کرتا۔

رُشد: آپ نے قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کو بطور اُستاد کیسا پایا ہے؟

قاری صاحب: حضرت قاری صاحب کا پڑھانے کا اپنا ہی اسلوب تھا:

① خصوصاً حدر اور مشق میں طلبا کو طرزوں سے منع کرتے، زیادہ سے زیادہ تلفظ اور اَدا پر توجہ دیتے، اگر کوئی طالب علم کسی معیوب طرزِ اَداء پر تلاوت کرتا تو سختی سے منع فرماتے۔ ایک دفعہ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا کہ میں نے کسی سے پانی پتی لہجہ سن لیا اور انہیں اس کے مطابق ہی حدر سنانے لگ گیا جس پر شیخ محترم نے مجھے سخت سرزنش کی۔

② آپ ہمیشہ تحقیق کا التزام کرواتے تھے اور یہی سلف وصالحین کا اَندازِ تلاوت تھا۔ حتیٰ کہ امام جزری رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق سے پڑھنے کی سند کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ذکر کیا۔ (اس پر قاری صاحب حفظہ اللہ نے امام جزری رحمہ اللہ کی سند بھی سنائی۔)

③ اس کے علاوہ حضرت قاری صاحب کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ آپ والہانہ لگاؤ ہے جب بھی کسی طالب علم یا اُستاد سے ملاقات ہوتی ہے تو اس سے قرآن ضرور سنتے ہیں۔ اور اچھا پڑھنے والے کی ہر جگہ، محافل ہوں یا نجی مجالس، حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

④ حضرت کا ہمیشہ تلامذہ سے ایک خاص لگاؤ رہا ہے آج بھی طلباء کا ایک جم غفیر آپ کے اِردگرد رہتا ہے اور طلبا آپ کو دیکھ کر اس طرح لپکتے ہیں جیسے اپنے شفیق باپ کو دیکھتے ہی بچے اس سے چمٹ جاتے ہیں۔

⑤ نیز آپ نے طلباء پر خرچ کرنے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا، جن دنوں میں آپ کے ہاں پڑھتا تھا آپ اپنی تنخواہ طلباء پر خرچ فرمادیتے تھے۔

⑥ اس کے علاوہ طلباء کے چال چلن اور نظافت و پاکیزگی پر بھی خصوصی نظر رکھتے تھے کبھی طلبا نہا کر نکل رہے ہوتے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو صابن چیک کرتے کہ آیا نہانے کے بعد صابن صاف بھی کیا ہے یا نہیں۔

⑦ نیز بیت الخلا، وضو خانے اور مسجد کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے ۔بعض اَوقات خود بھی ان کی صفائی فرما دیتے اور کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

رُشد: آپ کا حضرت قاری یحییٰ صاحب سے دوران طالب علمی تعلق کیسا تھا؟

قاری صاحب: اُستادِ محترم حفظہ اللہ مجھ پر بہت زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

① میری اَداء کا، جو تجوید میں بنیادی چیز ہے، خصوصی خیال رکھتے اور مجھے بالکل طرزوں میں نہیں پڑھنے دیتے تھے، فرماتے تھے زیادہ تر اَداء پر توجہ دو زندگی بھر طرزیں بنتی رہیں گی۔

② اسی خاص تعلق کی وجہ سے مجھے آپ نے حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے بھی ٹائم لے کر دیا۔ میں مسلسل بعد نمازِ مغرب اُن سے مشق کرتا رہا۔

③ قاری یحییٰ صاحب مدظلہ کے ہاں بہت نایاب تلاوتیں ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنی ساری کیسٹیں اور ٹیپ ریکارڈر میرے حوالے کر دیا کہ میں ان تلاوتوں کو سنا بھی کروں اور ان کی حفاظت بھی کیا کروں لہٰذا میں بطریقِ احسن ذمہ داری انجام دیتا رہا اور میں کوشش کرتا تھا کہ جو بھی تلاوت ملے وہ ریکارڈ کرلوں لیکن ان دنوں ٹیپ ریکارڈر کی سہولت میسر نہ تھی مجھے جو جیب خرچ ملتا تھا اُس سے کیسٹیں خرید لیتا پھر جب کبھی محترم ماموں جان قاری عزیر صاحب، قاری یحییٰ صاحب سے کوئی تلاوت منگواتے تو ساتھ ٹیپ ریکارڈر بھی منگوایا کرتے تھے۔ چونکہ لانے اور لے جانے کی ذمہ داری میری ہوتی تھی اس لیے رات کو میں مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ سے ایک اور کیسٹ کا انتظام کر کے ریکارڈ کر لیتا۔ مجھے ایک روز محترم ماموں قاری عزیر صاحب نے بتایا کہ سید ریاض الحسن نوری صاحب کے ہاں کچھ تلاوتیں موجود ہیں جو کہ اسٹیشن کے قریب رہتے ہیں۔ چھٹی کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ ہوا یوں کہ اس روز لائٹ بہت زیادہ جاتی رہی جس سے مجھے خاصا انتظار کرنا پڑتا، بالآخر میں تلاوت ریکارڈ کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن جب میں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ عشاء کی نماز کو گزرے کافی وقت ہو چکا ہے آخر کار میں رات کے اندھیرے میں اٹھا مجھے اسٹیشن سے پیدل پونچھ روڈ آنا تھا۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا اور پھر میرے پاس حضرت قاری صاحب کا ٹیپ ریکارڈر بھی تھا لیکن بہرحال مال روڈ وغیرہ پر ہلکی پھلکی ٹریفک اور سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں بھاگتا آیا لیکن جب پونچھ روڈ پر پہنچا تو وہاں تو بالکل گھپ اندھیرا تھا کسی طرف کوئی فرد و بشر نظر نہیں آرہا تھا بہرحال میں دل تھام کر پونچھ روڈ پر چلنے لگا اور آخر کار ڈیڑھ گھنٹے کا پیدل سفر کر کے اللہ اللہ کر کے مسجد رحمانیہ پونچھ روڈ پہنچا۔

④ اس کے علاوہ مجھ سے اللہ رب العزت نے خدمت قرآن کے سلسلے میں کچھ کام لیا ہے تو اس میں محترم قاری صاحب (کا ان چند اُساتذہ میں شمار ہے جن) کی دعاؤں کا بہت زیادہ اثر ہے۔ دوران تعلیم آپ اکثر مجھے یہ دُعا دیا کرتے تھے ''میرے ہر دم سے دعا ہے اللہ رکھے تجھے سلامت''

⑤ بعض اَوقات جب حضرت قاری اِظہار رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت قاری صاحب قراء ات کے طلباء کو مشق کروا رہے تھے تو آخر میں قاری یحییٰ صاحب کے کہنے پر مجھے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صاحب نے روایت کسائی میں سورۃ القیامۃ کی مشق کروائی۔

⑥ ایک روز آپ اپنے کمرے میں محو مطالعہ تھے کہ آپ کی نظر سے عربی کا ایک شعر گزرا، پیغام بھجوا کر مجھے بلایا اور فرمانے لگے، ابراہیم! لکھ لو اور ہمیشہ اس پر عمل کی کوشش کرنا، وہ شعر یہ ہے: ؎

لقاء الناس ليس يفيد شيئًا سوا الهذيان من قيل وقال
فأقلل من لقاء الناس إلا لأخذ العلم أو إصلاح حالٖ

لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ اَساتذہ میں پڑھانے کا وہ ذوق نہیں ہے جو ہمارے شیوخ میں تھا۔

رُشد: تجوید میں آپ کے ساتھ کون کون سے ساتھی پڑھتے تھے؟

قاری صاحب: میرے تجوید کے ساتھیوں میں، قاری محمد حنیف بھٹی صاحب، قاری محمد صابر رحمہ اللہ، قاری شریف صاحب، قاری محمد اسحق صاحب میر محمدی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

رُشد: تجوید مکمل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا؟

قاری صاحب: تجوید کے بعد میرا اِرادہ آگے قراء ات پڑھنے کا ہی تھا، کیونکہ دورانِ تجوید میرا قرآن کریم سے ایک خاص لگاؤ ہوگیا تھا، اس لیے میں اسی فن کو پڑھنے کا مشتاق تھا حتیٰ کہ میں نے حضرت قاری صاحب کو روایت شعبہ میں سنانا بھی شروع کردیا۔لیکن ماموں جان قاری عزیر صاحب نے فرمایا کہ قراء ات پڑھنے کیلئے ایک حد تک گرائمر کی سمجھ بوجھ ضروری ہے لہٰذا آپ کتب پڑھیں بعد میں قراء ات پڑھیں گے۔جس پر حضرت قاری صاحب مجھے اور قاری حنیف بھٹی صاحب کو جامعہ سلفیہ داخل کرا آئے۔

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ نے کون سی کلاس میں داخلہ لیا اور کتنے سال تک وہاں پڑھا؟

قاری صاحب: میں نے پہلے بھی ایک سال میر محمد میں اور ایک سال راجہ جنگ میں اِبتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔اس کے بعد تجوید کے ساتھ بھی کچھ اَسباق حضرت قاری عزیر صاحب سے پڑھ چکا تھا اس لیے مجھے قاری صاحب نے تیسری کلاس میں داخل کرا دیا۔ یہاں ہم نے ایک سال تک پڑھا، لیکن ہوا یہ کہ سال کے آخر میں جامعہ سلفیہ کے حالات کچھ کشیدہ ہوگئے جس پر حضرت حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب اور چند دیگر اَساتذہ نے جامعہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ہمیں چونکہ حافظ صاحب سے پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن حافظ صاحب جامعہ میں چونکہ آخری سالوں کے طلباء کو پڑھاتے تھے اس لیے ہم نے بھی حافظ صاحب کے ساتھ آنے کا فیصلہ کیا کہ وہاں حافظ صاحب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ بہرحال ہم نے بساط لپیٹی اور جامعہ اسلامیہ مزمل مسجد لاہور کے لیے عازم سفر ہوئے۔ یہاں چوتھے سال میں حافظ صاحب سے مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب پڑھیں۔

ہوا یوں کہ سال کے آخر میں دارالافتاء سعودیہ نے آپ کو دوبارہ جامعہ سلفیہ جانے کیلئے کہا جس پر حافظ صاحب کو وہاں جانا پڑا۔لہٰذا میں اور قاری حنیف صاحب بھٹی واپس سلفیہ چلے گئے اور باقی ساتھی وہیں رہے۔

رُشد: آپ کے ساتھ کون کون سے ساتھی جامعہ سلفیہ چھوڑ کر آئے تھے؟

قاری صاحب: ان میں حافظ عبدالروف، عبدالحنان شارجہ والے، مولانا سید یحییٰ شارجہ والے، مولانا قاری محمد حنیف بھٹی، مولانا محمد مبشر مدنی، مولانا سید عبدالحنان شاہ صاحب کوئٹہ والے اور مولانا عبدالقدیر صاحب (یہ قاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحفیظ صاحب فیصل آبادی کے چھوٹے بھائی تھے۔)

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ نے کتنے سال تعلیم حاصل کی اور مدینہ یونیورسٹی کب گئے؟

قاری صاحب: میں نے جامعہ سلفیہ میں چھٹے سال تک پڑھا ہے اور ساتویں سال میں میرا مدینہ نبویہ داخلہ ہوگیا۔ یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے اگرچہ داخلہ کیلئے میں نے اور دیگر ساتھیوں نے تیسرے سال کے بعد بھی کاغذات بھجوائے تھے اس وقت صرف مولانا سید عبدالحنان شاہ صاحب کا داخلہ ہوا دیگر ساتھی اس سال نہیں جا سکے۔ بعد ازاں پھر جامعہ سلفیہ کی ثانویہ کی سند (ثانویہ چھ سال میں مکمل ہوتا تھا) کی بنیاد پر داخلہ ہوا۔

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ کی تعلیمی پوزیشن کیسی تھی؟

قاری صاحب: میری تعلیم میں ایک چیز کی مجھے ہمیشہ کمی محسوس ہوئی ہے وہ یہ کہ میں سکول نہ جانے کی وجہ سے بنیادی اِملا کی صلاحیت سے محروم تھا اگرچہ میں نے لکھ لکھ کر اس کی کمی تو کافی حد تک دور کرلی تھی، لیکن بہرحال یہ مسئلہ ہمیشہ میرے سامنے رہا ہے اس کی وجہ سے میرے امتحانات پر خاصا اثر پڑا لیکن پھر بھی بحمداللہ رزلٹ بہت اچھا رہا ہے، میں نے ہمیشہ ۸۰ فیصد سے زیادہ ہی نمبر لیے ہیں۔

اس کے ساتھ جو شے میرے لیے ہمیشہ تکلیف کا سبب رہی ہے وہ یہ کہ اساتذہ کلاس میں انہی طلباء پر زیادہ توجہ دیتے ہیں جو بہت زیادہ ذہین ہوں اور جنہیں گرائمر کی سوجھ بوجھ ہو، زیادہ تر عبارت بھی انہیں سے پڑھوائی جاتی ہے۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ درمیانی سطح کے طلباء دن بدن پیچھے رہتے چلے جاتے ہیں اور ان کا اِنحصار اپنی ذات کی بجائے ذہین طلباء پر ہوجاتا ہے۔ ہمارے ساتھ اوّل یوں ہی ہوا کہ ہماری کلاس میں حافظ عبدالرؤف صاحب اور سید یحییٰ صاحب قابل ساتھی تھے۔ لیکن جب ہم لاہور آ گئے تو جو دیگر طلبا تھے انہیں بھی محنت کا موقع ملا۔ پھر جب میں اور قاری حنیف بھٹی صاحب دوبارہ واپس گئے تو وہ جمیع طلباء ماشاء اللہ اچھے اور معیاری طلباء بن چکے تھے۔ بہرحال ہم نے بھی ہمت باندھی اور گاہے گاہے طلباء کی صف اوّل میں شامل ہوئے۔ آخر کار الحمدللہ چھٹے سال میں جب ابوداؤد پڑھنے کا وقت آیا تو اکثر عبارت میں نے ہی پڑھی ہے اس کے بعد میرا مدینہ یونیورسٹی داخلہ ہوگیا۔ وللہ الحمد!

رُشد: جامعہ سلفیہ میں آپ کو کن اَساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع میسر آیا؟

قاری صاحب: جامعہ سلفیہ میں بہت ہی گرامی قدر علماء سے پڑھنے کا موقع ملا ہے جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ ، شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ چھتوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب حفظہ اللہ، مولانا عبدالستار اَحسن حفظہ اللہ، مولانا علی محمد حفظہ اللہ اور مولانا عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

رُشد: جامعہ سلفیہ پڑھتے ہوئے آپ کا خصوصی لگاؤ کن علوم کی طرف تھا؟

قاری صاحب: دورانِ تعلیم میرا لگاؤ کسی خاص فن میں زیادہ نمایاں نہیں تھا البتہ حافظ عبدالرشید اَظہر نے مجھے کلیّۃ الشریعۃ میں داخلہ لینے کے بارے میں کہا (کیونکہ انہوں نے فقہ کے بارے میں کچھ ذہنی ہم آہنگی محسوس کی تھی) لیکن کیونکہ میں اِبتداء ہی سے تجوید پڑھتے وقت یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ مجھے قراءات پڑھنی ہیں اور مزید حضرت قاری یحییٰ صاحب نے بھی یہ ترغیب دی بلکہ حکم کی حد تک کہا کہ آپ کلیّۃ القرآن میں داخلہ لیں۔ جس کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے میری نظر انتخاب کلیّة القرآن پر ہی جا کر ٹھہری۔

رُشد: مدینہ یونیورسٹی جانے کے بعد بھی کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

قاری صاحب: اِبتداء میں مجھے دو چیزوں میں خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مجھے ثانویہ کے آخری سال میں داخلہ ملا جس میں تقریباً سولہ اسباق تھے اور ساتھ میں ۱۰۰ نمبرز کا ایک انگلش کا بھی پیپر تھا جبکہ مجھے انگلش کی سمجھ بوجھ بالکل بھی نہ تھی۔ بہرحال میں کچھ نہ کچھ پڑھتا بھی رہا لیکن زیادہ وقت قرآن پاک پڑھتا رہتا الحمدللہ جب امتحان ہوا تو میں اس میں باعزت کامیاب ہوگیا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ کلیة القرآن میں مجھ سے پہلے جو پاکستانی طلباء پڑھ رہے تھے انہوں نے مجھے خاصا خوف زدہ کیا کہ آپ کس کلیة میں آ گئے ہو، یہ تو بہت مشکل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ جب میں کلیہ کے پہلے سال میں پہنچا ایک تو ساتھیوں نے پہلے بہت ڈرایا ہوا تھا دوسرا استادِ محترم نے ’ءَ أَنْذَرْتَهُم‘ کی ساری وجوہ ایک ہی مجلس میں پڑھا دیں تو اس سے مجھے قراء ات کے مشکل ہونے کا حقیقی احساس ہوا، لیکن بعد میں جب شیخ عبدالرازق رحمہ اللہ نے اِنتہائی بہترین طریقہ سے ہمیں جمع الجمع کا طریقہ بتایا تو ہماری مشکل حل ہوگئی۔

رُشد: مدینہ یونیورسٹی میں کن اَساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا؟

قاری صاحب: کلیہ کے پہلے سال میں (اصول شاطبیہ) الشیخ عبدالفتاح المرصفی سے پڑھے، اجراء القراء ات السبع اور علم الفواصل الشیخ عبدالرازق سے پڑھا اور علم الرسم الدکتور محمد سالم محیسن سے پڑھا۔ کلیہ کے دوسرے سال میں ہمیں اجراء القراء ات السبع اور شاطبیہ فضیلة الشیخ محمد ابراہیم الاخضر علی القیم شیخ القراء بمسجد النبوي وأحد أئمته پڑھاتے تھے، جبکہ علم الضبط شیخ حبیب اللہ الشنقیطی سے پڑھا۔ تیسرے سال میں شیخ محمود جادو سے مریم الی آخر القرآن اجراء اور شاطبیہ پڑھی۔ جبکہ چوتھے سال میں الدرة اور اجراء القراء ات الثلاث المتمّة للعشر شیخ عبدالفتاح المرصفی سے اور دکتور محمود سیبویہ سے توجیہ القراء ات پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کے علاوہ کلیہ کے دیگر اسباق فضیلة الشیخ الدکتور عبدالعزیز القاری عمید کلیة القرآن، دکتور عبدالعزیز عثمان السوڈانی، شیخ محمد ایوب البرماوی، شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفي، الدکتور عبداللہ بن الامام محمد امین الشنقیطی سے پڑھے۔

رُشد: کلیہ کے علاوہ بھی آپ نے قراء ات کسی سے پڑھی ہیں یا نہیں؟

قاری صاحب: شیخ عبدالرازق کی خصوصی شفقت کی وجہ سے مجھے اجراء وغیرہ میں زیادہ مسئلہ نہیں تھا اس لیے مزید پڑھنے کا کبھی سوچا نہیں تھا۔ البتہ تیسرے سال آخر میں الشیخ المرصفی صاحب کی زیارت کیلئے گیا تو انہوں نے خود مجھے کہا کہ آپ مجھ سے اکٹھی عشرہ شروع کردیں اور ہفتہ میں دو دن مجھے دے دیئے۔ میں نے شیخ کے کہنے پر شروع کردیا اور سال کے اختتام تک میں نے سورة بقرہ ختم کرلی، لیکن جب چوتھے سال کے شروع میں حج کے بعد واپس گیا تو مجھے انہوں نے کہا کہ آپ پورا ہفتہ پڑھا کرو تیسرے سال میں وقت اس لیے کم ملتا تھا کہ ان دنوں کے شیخ کے پاس شیخ عبدالرحیم البرعی المصری پڑھا کرتے تھے اور اس کے علاوہ شیخ محمد ادریس العاصم بھی تکمیل سبعہ کے بعد ثلاثہ پڑھ رہے تھے آخری سال تک مذکورہ دونوں حضرات تکمیل کرچکے تھے اس لیے مجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا سال میں خاصا وقت مل گیا۔ان دنوں معمولات بہت زیادہ سخت ہوتے تھے مثلاً کلیة میں باقاعدہ کلاسز لینا اس کے علاوہ مقالہ بھی لکھنا ہوتا اور مزید عصر سے عشاء تک اور بعض دفعہ عشاء کے بعد تک شیخ سے پڑھتا رہتا۔ بہرحال کلیة کے چوتھے سال میں فیضان الٰہیہ کی خصوصی برکھا برسی یعنی بحث کی تکمیل بھی ہوگئی پھر شیخ کے ہاں عشرہ کی تکمیل بھی ہوئی اور کلیة کا اختتام بھی بخیر وخوبی ہوگیا۔اس کے علاوہ اِذاعة القرآن میں ریکارڈنگ بھی کرواتا تھا۔

رُشد: آپ نے عشرہ کی تکمیل کب کی اور ان ساری مصروفیات میں آپ دیگر ذاتی اور شخصی کام کیسے کرتے تھے؟

قاری صاحب: میں نے شیخ عبد الفتاح مرصفی رحمہ اللہ کے ہاں ۲۸رشعبان ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۹رمئی ۱۹۸۴ء کو صبح فجر کے بعد قراءات عشرہ کی تکمیل کی۔اس کے علاوہ دیگر مصروفیات میں میرے رفقاء نے میری بہت معاونت کی خصوصی طور پر حافظ عبدالرؤف صاحب نے، جس سے مجھے پڑھنے کا وقت میسر آجاتا۔ اللہ تعالیٰ ان جمیع اَحباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

رُشد: شیخ مرصفی سے آپ کے تعلقات کی نوعیت کیسی تھی؟

قاری صاحب: شیخ رحمہ اللہ سے میرا آٹھ نو سال تک بڑا ہی اچھا تعلق تھا۔

① بازار میں خرید وفروخت کے لیے جب انہیں جانا ہوتا تو مجھے حکم فرماتے اور میں نے انہیں کہہ رکھا تھا جب بھی آپ کو ضرورت پڑے آپ مجھے ٹیلی فون کر دیا کریں میں گاڑی لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جایا کروں گا۔

② جب میرے بیٹے مصعب کی ولادت ہوئی تو میں عقیقہ کا گوشت لے کر ان کے پاس حاضر ہوا تو فرمانے لگے میں اور میری اہلیہ آپ کے گھر آئیں گے میں ایک لحاظ سے بہت شرمندہ ہوا کہ میں نے شیخ کو مشقت میں ڈالا ہے لیکن خوشی بھی تھی شیخ تشریف لائیں گے اور بیٹے کیلئے دعا فرمائیں گے آخر کار شیخ اور ان کی اہلیہ کو اپنی گاڑی میں لے کر آیا اور انہوں نے ساتھ چاول، چینی اور اس طرح کی دیگر اشیاء ساتھ رکھ لیں گھر پہ آکر بیٹے کو گود میں بٹھایا اور دُعا کی۔

③ جب کبھی مجھے کسی کتاب کی ضرورت پڑتی یا کسی مخطوط جو ان کے پاس ہوتا تو وہ مجھے فوٹو کاپی کیلئے مرحمت فرمادیتے اس لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے نادر مخطوطات بندہ ناچیز کی لائبریری میں موجود ہیں۔ اور کتاب دیتے وقت فرمایا کرتے 'لعل اللّٰه ينفع بك' اگر آپ کے پاس کتاب موجود نہ ہوتی تو فرماتے 'واللّٰه واللّٰه ما عندي الآن، هو في مصر' جب چھٹیوں میں مصر جاؤں گا لے کر آؤں گا۔

④ آپ سے جب کبھی کوئی کتاب فوٹو کاپی کیلئے مانگتا تو آپ فرماتے میں محمد (مجھے محمد کے نام سے پکارتے تھے) کو کہوں گا کہ وہ آپ کو فوٹو کرا کے دے گا کیونکہ وہ کتاب کی بہت ہی حفاظت کیا کرتے تھے میں جب فوٹو کرانے کے بعد کتاب واپس کرتا تو کتاب کی جلد بنا کر پیش کرتا تو بہت خوش ہوتے اور دُعائیں دیتے۔

⑤ اسی طرح آپ نے جب کبھی اپنی کتاب پر پلاسٹک کور کرانا ہوتا یا کوئی کتاب جلد کرانی ہوتی تو مجھے حکم دیتے اس لیے میں نے آپ کی لائبریری کی جمیع کتب کو پلاسٹ کور چڑھا دیا تھا۔

⑥ ان کی اَہلیہ محترمہ بھی میرے ساتھ بہت شفقت کرتی تھیں جس روز بھی ان کے ہاں اچھا کھانا پکتا تو اماں جی شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خصوصی طور پر کہتیں 'قل لمحمّد يتعشّ عندنا' اور عام ایام میں شیخ فرمایا کرتے: 'تفضل بالموجود یا محمّد!'

⑦ دوران پڑھائی اکثر یہ ہوتا کہ مہمانوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا، بعض دفعہ تو مہمان اس قدر آتے کہ پڑھنے کا وقت بالکل میسر نہ آتا جس سے میں قدرے پریشان ہوجاتا تو آپ میری پریشانی کو بھانپ لیتے اور ازراہِ شفقت فرماتے: 'یا ابنی زعلان' بیٹے ناراض ہورہے ہو۔''

⑧ آپ کے اِنتقال کے بعد 'إنا لله وإنا إليه راجعون' گھر والوں نے مجھے ہی حکم دیا تھا کہ میں شیخ کی لائبریری کو پیک کروں آپ کے بیٹے ہشام نے مجھے کہا جو کتاب آپ لینا چاہتے ہیں وہ لے لو لیکن میں نے مناسب نہ سمجھا۔ البتہ شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی زمانہ طالب علمی کی کاپیاں جوکہ تحریرات طیبہ میں تھیں جن کو بچوں نے ردی میں ہی پھینکنا تھا وہ میں نے قبول کرلیں۔ اور بھائی ہشام سے لکھوایا کہ یہ ہم بطور ہدیہ دے رہے ہیں اس وجہ سے کہ کسی وقت کوئی دیکھ کر یہ نہ کہے کہ یہ اس نے شیخ کی لائبریری سے چرائی ہیں۔ مجھے بڑا ہی صدمہ ہے کہ آپ 'الدرۃ' کی بڑی ہی قیمتی شرح لکھ رہے تھے کاش کہ اس کی فوٹو کرا لیتا، کیونکہ ابھی تک سننے میں نہیں آیا کہ کتاب چھپ گئی ہے۔ چونکہ میرا شیخ کے ساتھ بڑا ہی گہرا اور طویل عرصہ گزرا ہے اور بہت سی باتیں کرنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن طوالت سے بچتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخ کی قبر منور فرمائے اور قیامت کے روز جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہمارا لکھنا پڑھنا ان کیلئے صدقہ جاریہ فرمائے اوران کی انسانی لغزشوں سے درگذر فرمائے۔ آمین!

ملحوظہ! سوال میں صرف شیخ مرصفی رحمہ اللہ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت پوچھی گئی تھی ورنہ میرا تعلق جمیع اَساتذہ سے بہت اچھا رہا جن میں سے دکتور محمود سیبویہ البدوی (جوکہ کلیہ کی بحث میں میرے مشرف تھے)، دکتور محمد سالم محیسن (جوکہ ایم-فل کے مقالہ میں میرے مشرف تھے) اوراسی طرح الشیخ عبدالرافع رضوان اور الشیخ محمود جادو المصری شامل ہیں یہ سب حضرات اپنے فن میں بڑے ہی متمکن تھے۔ اور ہر ایک مجھے بڑی شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ میں ہر ایک کی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار رہتا اور خرید وفروخت کیلئے بھی جاتا رہتا اوراس وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھتے کہ میں نے کلیة القرآن کے علاوہ شیخ مرصفی صاحب سے خصوصی اجازہ حاصل کی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بڑی دیر تک إذاعة القرآن کیلئے قراءتِ سبعہ کی ریکارڈنگ کراتا رہا۔

رُشد: کلیة میں آپ کی تعلیمی رپورٹ کیسی رہی؟

قاری صاحب: کلیة میں میری تعلیمی رپورٹ الحمدللہ مناسب رہی ہے۔ پہلے سال میں نے ۹۱ فیصد، دوسرے سال ۸۹ فیصد، تیسرے سال اور چوتھے سال میں ۸۴ فیصد نمبر حاصل کئے۔

رُشد: آپ کی تعلیمی رپورٹ بہت زیادہ اعلیٰ نہیں لیکن پھر بھی آپ کا ماجستیر میں داخلہ ہوگیا اس کا سبب کیا ہے؟

قاری صاحب: یقیناً جامعہ اِسلامیہ میں ماجستیر میں داخلہ ہونا ایک بہت بڑی خوش قسمتی ہے اور مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا اِحساس ہے اور میں ماجستیر میں داخلہ کو اپنی ذہانت و فطانت کا قطعاً شاہکار نہیں سمجھتا بلکہ یہ صرف اور صرف قرآن کی برکت ہے۔ جن دنوں میری کلیة سے فراغت ہوئی میں إذاعة القرآن میں ریکارڈنگ کرا رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ عمید الکلیۃ دکتور ابو مجاہد عبدالعزیز القاری یہ ارادہ رکھتے تھے کہ قرآن کریم کی ریکارڈنگ کسی نہ کسی طرح پوری ہوجائے جس قدر میں دراسات علیا میں داخلہ کا متمنی تھا اس سے بڑھ کر شیخ اس کے خواہاں تھے لہٰذا انہوں نے ماجستیر کی حد تک داخلہ میں خوب محنت کی اس کے علاوہ بھی دیگر جامعات کے عمائدین اور مدیران کے نام مجھے خصوصی تزکیے لکھ دیئے تاکہ میں اگر کسی وجہ سے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ حاصل نہ کرپاؤں تو سعودیہ کی کسی بھی یونیورسٹی میں موقعہ حاصل کرسکوں۔

بہرحال ماجستیر کے انٹرویو کا لیٹر موصول ہوگیا۔ جب میں مجلس المقابلہ کے سامنے پیش ہوا تو وہاں اکابر علما سعودی عرب تشریف فرما تھے، جن میں محدث کبیر شیخ حماد الانصاری، فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد، فضیلۃ الدکتور عبدالعزیز القاری، شیخ امان اور دیگر آٹھ دس شیوخ موجود تھے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ سب سے پہلے سوال کون کرے ہر شیخ دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ آخر کار مجھ سے پوچھا گیا کہ پاکستان میں آپ کا کس جامعہ سے تعلق ہے؟ میں نے جامعہ سلفیہ کا ذکر کیا تو تمام شیوخ کی نظریں شیخ عبدالمحسن العباد کی طرف اُٹھیں، کیونکہ ان کا جامعہ سلفیہ سے ایک خاص تعلق تھا بہرحال شیخ نے پہلا سوال میری اکیڈمک رپورٹ کے بارے میں کیا۔ میں نے بتایا پہلے سال تو ممتاز رہا ہوں، لیکن باقی تین سال جید جداً آتا رہا ہوں اس پر شیخ نے سوال کیا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ تو میرے بجائے دکتور عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ نے جواب دیا کہ انہیں دوسرے سال میں پڑھائی کے علاوہ قراءاتِ عشرہ کی ریکارڈنگ کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی جس سے تعلیمی رپورٹ پر اثر پڑا۔ اس کے بعد شیخ حماد الانصاری نے سوال کیا کہ سورۃ الفاتحہ سے توحید کی اَقسام ثلاثہ کے دلائل نکالیں۔ اس کے بعد کئی دیگر سوالات کے علاوہ قراءاتِ شاذہ کے متعلق بھی سوال ہوا جس پر پھر دوبارہ دکتور عبدالعزیز القاری نے بحث میں حصہ لیا، انٹرویو کے بعد مجھے کامیابی کی خبر سنائی گئی جس سے میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

رُشد: ماجستیر میں کن شیوخ سے استفادہ کی سعادت ملی؟

قاری صاحب: ماجسیتر میں ہمیں شیخ ابوبکر الجزائری 'تفسیر موضوعی'، دکتور عبدالعزیز عثمان سوڈانی 'تفسیر تحلیلی'، دکتور عبدالعزیز القاری 'علوم القرآن' اور شیخ دکتور اکرم ضیاء العمری 'مناہج البحث' پڑھایا کرتے تھے۔

رُشد: طلباء عموماً خطۃ البحث کے مسئلہ میں کافی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں کیا آپ کو بھی ان مراحل سے گزرنا پڑا؟

قاری صاحب: یہ مرحلہ واقعی بہت کٹھن ہوتا کہ طلباء انتہائی محنت سے ایک خطہ تیار کرتے، جبکہ مجلس اُسے رد کردیتی اور کئی کئی مرتبہ خطۃ البحث تیار کرنا پڑتا۔ بہرحال اپنے موضوع کے متعلق کتب کی ورق گردانی اور اہل فن کی طرف مراجعت اور مکتبات اور رسائل کے اِستفادہ سے مشکلات حل ہوجاتی ہیں۔ اگر طالب علم کیلئے ابتداء ہی سے کسی وسیع المطالعہ کو متعین کردیا جائے تو اس میں طالب علم کیلئے بہت آسانی ہوسکتی ہے۔

رُشد: آپ نے بحث کیلئے کس طرح کے موضوع کا انتخاب کیا؟

قاری صاحب: یقیناً ماجسیتر اور دکتوراہ کی سطح پر کوئی تحقیقی یا موضوعاتی بحث کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ میرا اس سلسلہ میں موضوعی کے بجائے تحقیقی کام کرنے کا ارادہ تھا جو کہ عموماً مخطوطات پر ہی ہوتا ہے جس کے لیے میں نے علامہ جعبري کی کتاب 'خلاصۃ الأبحاث فی شرح نہج القراء ات الثلاث' اَساتذہ کے مشورے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منتخب کی جو کہ مجلس الجامعہ نے منظور کرلیا اور اِشراف کی ذمہ داری دکتور محمد سالم محیسن کے سپرد کی گئی۔

رُشد: بحث کے دوران آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں اور کن شیوخ کی معاونت رہی؟

قاری صاحب: دوران بحث قراءات کے مشکل مسائل میں حضرت شیخ مرصفی سے رہنمائی لیتا اور کتاب چونکہ لغوی اعتبار سے کافی مشکل تھی اس کے لیے دکتور محمود سیبویہ کی مشفقانہ راہنمائی بھی شامل حال رہی۔

اس کے علاوہ جو مجھے سب سے بڑی مشکل پیش آئی وہ یہ تھی کہ دراسۃ المؤلف کا مسئلہ حل نہیں ہورہا تھا، کیونکہ علامہ جعبری کے حالات پر ایک یمنی طالب علم دستوراہ کی سطح پر تفصیلی دراستہ پیش کرچکا تھا۔ اب مشکل یہ تھی کہ اگر اسی ترتیب پر انہی معلومات کو جمع کردیا جاتا تو یہ واضح سرقہ تھا، اگرچہ میں معلومات تو اس کے علاوہ بھی کافی اکٹھی کرچکا تھا لیکن کوئی ترتیب نہیں سوجھ رہی تھی۔ میں نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ کوئی سبیل نکالے اللہ رب العزت نے دعا قبول فرمائی اور اس موقع پر مجھے آیت ﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ [النمل:۶۲] کا حقیقی مفہوم سمجھ میں آیا۔

ہوا یوں کہ میری نظر سے ابن حجر کی کتاب تغلیق التعلیق گزری اس کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی میں نے اسی اسلوب پر اپنی جمع کردہ معلومات کو مرتب کردیا اللہ کی توفیق سے اس قدر اعلیٰ دراسہ مرتب ہوگیا کہ میرے مشرف دکتور محمد سالم محیسن رحمہ اللہ نے تعجب کے اَنداز میں مجھے کہا کہ کیا یہ آپ نے ہی لکھا ہے؟ اور فرمایا کہ اس کی ایک کاپی مجھے بھی دینا۔ بہرحال بتوفیق الٰہی بحث تیار ہوگئی اور بحمد اللہ درجہ ممتاز میں ماجستیر پاس کیا۔

رُشد: ہماری اطلاعات کے مطابق ماجستیر میں جو شخص ممتاز نمبروں سے پاس ہو اس کا داخلہ خود بخود ہی دکتورہ میں ہوجاتا ہے آپ کا کیوں نہیں ہوا؟

قاری صاحب: جامعہ کا واقعی یہ قانون تھا کہ جو بھی طالب علم ماجستیر میں ممتاز ہوگا اُسے پی ایچ ڈی میں داخلہ ملے گا لیکن میرے ساتھ ایک حادثہ ہوگیا جس کی وجہ سے میرا داخلہ نہ ہوسکا۔ ہوا یوں کہ میرا امتحان لینے والوں میں سے داخلی مناقش شیخ مرصفی رحمہ اللہ بھی تھے، مناقشہ سے چند روز قبل ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ کی بات ہے جس سے میرا مناقشہ گیارہ ماہ لیٹ ہوگیا اور آئندہ سال شوال میں ہوا۔ اس دوران ایک تو ہمارا کام بھی آگے نکل چکا تھا دوسرا یہ ہوا کہ ایک سال لیٹ ہونے کی وجہ سے اداری پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں جس کی وجہ سے داخلہ نہ ہوسکا۔

رُشد: آپ نے القراءات العشر الکبریٰ کب پڑھی تھیں اور کیا آپ نے اس میں اجازت حاصل کی؟

قاری صاحب: مناقشہ کے بعد جن دنوں میں پی ایچ ڈی کے داخلہ کیلئے کوشش کررہا تھا انہی دنوں شیخ عبدالرازق رحمہ اللہ سے عشرہ کبری (طیبہ) بھی شروع کردی۔ جب مجھے یہ حتمی پتہ چل گیا کہ یہاں داخلہ نہیں ہونے والا تو مجھے دکتوراہ کے بجائے 'طیبہ' کی فکر زیادہ لاحق ہوئی لیکن جامعہ ہر دم یہی تقاضا کررہا تھا کہ میں سفر کرجاؤں لہٰذا میں عمید المکتبات (الدکتور عبدالرحمن بن الشیخ عبدالعزیز امام وخطیب مسجد نبوی) کے پاس گیا۔ انہوں نے کوشش کی اور ساتھ دکتور عبدالرازق رحمہ اللہ نے بھی ایک درخواست لکھی، لیکن مدیر الجامعہ جو کہ پہلے اِنکار کرچکے تھے میرے سفر پر ہی مصر رہے۔ آخر کار میں عمید المکتبات کی وساطت سے 'مدیر استقدام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والترحیل' (جو سفر کے لیے بندوبست کرتے ہیں) کے پاس گیا۔ انہیں جب یہ پتہ چلا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں اور مخلص بھی ہوں تو انہوں نے مجھے سات ماہ کی رخصت دے دی، اور میں نے سورۃ الانعام کے آخر تک اجراء جمع الجمع کے ساتھ پڑھ لیا۔ اب مدیر استقدام الترحیل بھی مجھے مزید رُخصت نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا پھر مدیر کو مشیر گورنر مدینہ کی سفارش کروائی لیکن وہ نہ مانا، البتہ کئی اور جہات سے تدریس کیلئے پیشکش پیش کی گئی۔ جامعہ والے مجھے 'برونائی' میں بھیجنا چاہتے تھے۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ میں رئیس قسم القراء ات کی پیشکش تھی اور مدینہ کے قریب 'بدر' کے مقام پر ایک مدیر المدرسہ نے کہا کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور ہم خود ہی نقل کفالہ کروالیں گے، لیکن یہ مجھے منظور نہ تھا، کیونکہ میں پاکستان کام کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں وہاں مزید نہ رکا اور 'طیبہ' مکمل کیے بغیر واپس لوٹنا پڑا، لیکن الشیخ عبدالرازق رحمہ اللہ نے قراءاتِ عشرہ کبریٰ کا وثیقہ عطا کردیا اور بڑے ہی قیمتی اَلفاظ اس میں تحریر فرما دیئے، جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ فرماتے ہیں:

”ونسأل اللّٰہ عزوجل أن یجمعنا بہ علی خیر لیتم ھذہ الختمة المبارکة أو یرزقه اللّٰهُ بمن یقرأ علیه القرآن الکریم کلَّه من طریق الطیبة“ .

ثم قال : ”وقد تبین لي من حال الشیخ المذکور أثناء قراء تہ أنه بلغ فی معرفة طرق القراء وتحریرات المحرّرین ما یبشر بأنه سیکون ــ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ ــ من القراء المشهود لهم بالإتقان فی هذا الفن ، لذا ، أدعو اللّٰہ عزّ وجلّ له أن یوفقه لإتمام هذه القراء ات وأن ییسر له أمره“

استادِ محترم کی دُعا کا اثر اَب ظاہر ہوا، جس کی مدتِ مدید سے تمنا تھی۔ ویسے تو کلِّیة القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ میں کئی مرتبہ قراءاتِ عشرہ کبریٰ پڑھانا شروع کیں، لیکن یہ سلسلہ پوری طرح قائم نہ ہوسکا۔ اب عرصہ ایک سال سے بتوفیق اللہ قراءاتِ عشرہ کبریٰ کا اہتمام باقاعدہ طور پر شروع ہوچکا ہے۔ کلیة القرآن والتربیة الإسلامیة میں ۱۳؍طلباء پر مشتمل ایک جماعت ایک پارے کا اجراء جمع الجمع بمع تحریرات متولّی پڑھ چکی ہے اور کلیہ القرآن جامعہ لاہور سے میرے قابل قدر شاگردوں میں سے قاری انس مدنی اور قاری حمزہ مدنی اپنے ہونہار شاگردوں کی معیت میں ہر جمعرات کو مرکز میں آ کر قراءاتِ عشرہ کبریٰ پڑھتے ہیں اور تین پارے جمع الجمع کے ساتھ مکمل کر چکے ہیں۔ اسی طرح میرے نہایت ہی قابل قدر شاگرد قاری ریاض احمد جو اس وقت جامعہ سلفیہ میں کلیّة القرآن کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں، وہ وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور کبھی فون کے ذریعے پڑھ لیتے ہیں۔ ایک پارہ انہوں نے بھی مکمل کرلیا ہے۔ اسی طرح میری دو بیٹیاں اور ایک نسبتی بیٹا سید علی القاری قراءاتِ عشرہ کبریٰ کے آغاز میں ہیں۔

اوپر جو تفصیل ذکر کی گئی ہے وہ تو مجھ سے براہ راست پڑھنے والوں سے متعلق ہے، البتہ میری معنوی اولاد نے اس سلسلہ کو بذاتِ خود آگے بڑھانے کا سلسلہ بھی مستقلاً شروع کر رکھا ہے۔ قاری انس مدنی اور قاری حمزہ مدنی، جنہوں نے قبل ازیں مجھ سے عشرہ صغریٰ کی اجازت حاصل کر رکھی ہے اور اب محترم قاری محمد ادریس حفظہ اللہ اور مجھ سے عشرہ کبریٰ پڑھ رہے ہیں، انہوں نے گذشتہ رمضان کے بعد اپنے دو اداروں میں تدریس عشرہ کبریٰ کا آغاز کر رکھا ہے، چنانچہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں دونوں عزیز القدر شاگرد ادارۃ الاصلاح کی طرح تدریس عشرہ کبریٰ میں مشغول ہیں اور الحمدللہ اب تک ۲۰ طلباء پر مشتمل ایک کلاس میں طیبۃ النشر کے اُصول مکمل پڑھا چکے ہیں اور جمع الجمع کے ساتھ ایک پارہ عملاً تطبیق کے ساتھ پورا کر چکے ہیں، نیز تحریراتِ طیبہ کے ضمن میں الشیخ احمد عبدالعزیز الزیات کی تنقیح فتح الکریم شرح وتوضیح کے ساتھ تقریباً ابتدائی ربع مکمل کر چکے ہیں۔ اسی طرح جامعہ لاہور الاسلامیہ کی نئی شاخ مدرسہ البیت العتیق میں قاری حمزہ مدنی نے بعض اساتذہ وطلبہ پر مشتمل ایک کلاس میں عشرہ کبریٰ کی تدریس کا آغاز کر رکھا ہے۔ اللہ تعالی سے دُعا ہے کہ اللہ تعالی تینوں اداروں میں اس سلسلہ کو یوں آگے بڑھائے کہ طلبہ تکمیل عشرہ کبریٰ کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کو دیگر مدارس میں بھی شروع کریں۔ واللہ ولی التوفیق

رُشد: ہم نے سنا ہے آپ نے مجمع ملک فہد میں کوئی ریکارڈنگ کروائی ہے، اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

قاری صاحب: یہ ۱۴۰۸ھ کی بات ہے کہ ایک صبح میرا دروازہ کھٹکا میں نے دروازہ کھولا تو دروازے پر شیخ عبدالرحمن حذیفی (امام وخطیب مسجد نبوی) حفظہ اللہ کو پایا بہت حیرت ہوئی کہ شیخ صاحب کیسے تشریف لائے ہیں فرمانے لگے کل مجمع آؤ وہاں روایت ورش میں آپ کی ریکارڈنگ کرانی ہے اگلے روز میں وہاں گیا تو وہاں شیوخ کی موجودگی میں میرا ٹیسٹ لیا گیا، ٹیسٹ کے بعد انہوں نے وزارت کو فائل روانہ کر دی کہ آئندہ رِوایت ورش کی ریکارڈنگ الشیخ محمد ابراہیم پاکستانی کرائیں گے۔

رُشد: مجمع میں ریکارڈنگ کا طریقہ کار کیا تھا؟

قاری صاحب: یہاں ریکارڈنگ کروانا ایک مشکل اور خاصی ہمت والا کام تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ورش کیلئے خاصے طویل سانس کی ضرورت تھی۔ اور جو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ یہ کہ دنیا کے کبار قراء کے سامنے پڑھنا ہوتا تھا جن میں ① الشیخ العلامۃ احمد بن عبدالعزیز الزیات اعلیٰ القراء سنداً فی مصر، ② فضیلۃ الشیخ عامر بن السید بن عثمان عالم المصری مبرز في علم التجوید والقراءات جن کے شاگردوں میں شیخ محمد خلیل الحصری، شیخ مصطفیٰ اسماعیل، شیخ عبدالباسط عبدالصمد شامل ہیں ③ الدکتور محمود بن سیبویہ البدوی المصری رئیس قسم القراءات بکلیۃ القرآن، ④ فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح بن السید العجمی المرصفی، ⑤ فضیلۃ الدکتور الشیخ محمود بن عبدالخالق جادو المصری، ⑥ فضیلۃ الشیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی، شامل تھے۔ جمیع شیوخ اَداء میں ہر ایک شے کا پورا اہتمام کرتے اور کسی بھی چیز کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔ بہرحال الحمدللہ ساڑھے چار پارے ریکارڈ کروائے جس کا مجھے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ اس سے آگے کچھ اداراتی پیچیدگیوں کی وجہ سے مزید ریکارڈنگ نہیں ہوسکی۔

رُشد: آپ نے پی ایچ ڈی کیلئے دیگر یونیورسٹیوں میں درخواستیں کیوں نہ دیں؟

قاری صاحب: میں نے دوسری یونیورسٹیوں میں بھی کاغذات جمع کروائے اور دکتور عبدالعزیز قاری نے باقاعدہ سفارشی لیٹر مدیر جامعہ اُم القریٰ کو لکھا، دکتور سیبویہ نے اوراسی طرح بعض اکابر شیوخ نے بہت اعلیٰ تزکیے لکھ کر دیئے لیکن داخلہ نہ ہوسکا۔

رُشد: آپ نے تدریس کیلئے جامعہ لاہور الاسلامیہ ہی کو کیوں منتخب کیا؟

قاری صاحب: میرے تدریس کے مواقع جامعہ ابی بکر کراچی، جامعہ اِسلامیہ العالمیہ اسلام آباد اور جامعہ سلفیہ فیصل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباد میں زیادہ تھے اورسعودیہ کی طرف سے مبعوث ہونے کے اِمکانات تھے۔لیکن میری خواہش یہ تھی کہ میں اپنے گاؤں کے قریب پڑھاؤں تاکہ اپنے عزیز واَقرباء کو بھی دینی تعلیم سے روشناس کرواؤں اور دوسری میری یہ بھی خواہش رہی ہے کہ جہاں حضرت حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب پڑھائیں گے وہیں میں پڑھاؤں گا۔ ان دو اسباب کی وجہ سے میں نے جامعہ لاہور کو ترجیح دی۔

رُشد: اِدارے نے آپ سے کس طرح رابطہ کیا تھا؟

قاری صاحب: محترم حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ سے جب بھی مدینہ منورہ ملاقات ہوتی تو بعد اَز فراغت جامعہ میں آنے کا کہتے اور جن دنوں میرا وہاں سے آنے کا پروگرام تھا۔خود مدنی صاحب نے مجھے بذریعہ خط آنے کی دوبارہ دعوت دی اور کہا کہ آپکے بارے میں وِزارۃُ الاوقاف سے بھی بات کر چکے ہیں آپ دکتور حکمی سے مل لیں۔ اَلبتہ مجھے دکتور حکمی سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا،اس کے باوجود میں ۱۹۹۰ء میں جامعہ لاہور الاسلامیہ میں آ گیا۔

رُشد: کیا یہاں آتے ہی آپ نے باقاعدہ کلیۃ کا آغاز کر دیا تھا؟

قاری صاحب: جب میں یہاں آیا تو جامعہ میں صرف کلیّۃ الشریعہ ہی تھا میں مختلف کلاسز میں تجوید کے اَسباق پڑھاتا تھا ایک سال تک یہی سلسلہ رہا۔ سال کے آخر میں حضرت قاری یحییٰ صاحب نے بغرضِ امتحان مجھے ساہیوال بلایا اور پوچھا کہ کیا کلیّۃ القرآن کے سلسلہ میں کوئی پیش رفت ہوئی۔ میں نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے باقاعدہ خط کے ذریعہ توجہ دلائی۔جس پر رمضان کے شروع میں ہی مجلس الجامعہ کا پہلا اجلاس ہوا۔

رُشد: پہلی میٹنگ میں کیا طے کیا گیا؟

قاری صاحب: اس میں یہ طے ہوا کہ کلیۃ کو باقاعدہ جاری کرنے کیلئے کن کن حضرات سے مشاورت کی ضرورت ہے تاکہ باقاعدہ نصاب ترتیب دے کر کلیۃ القرآن کا آغاز ہو سکے۔لہٰذا یہ طے پایا کہ بنیادی مشاورت میں، حافظ محمد یحییٰ میر محمدی ؒ، حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾، مولانا عبدالسلام فتح پوری ﷾، قاری محمد اسلم صاحب ؒ، قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾، قاری محمد اِدریس العاصم ﷾، مولانا قاری محمد عزیر ﷾، مولانا عبدالستار حماد ﷾، مولانا عبدالغفار اَعوان ﷾، اور مولانا قاری نعیم الحق نعیم کو بلایا جائے اور ان کے علاوہ میٹنگز میں جامعہ کے کبار اَساتذہ مولانا شفیق مدنی ﷾، مولانا عبدالسلام فتح پوری ﷾، قاری عبدالحلیم ﷾، مولانا محمد رمضان سلفی ﷾، مولانا طاہر محمود ﷾ اور مولانا عبدالقوی لقمان ﷾ شامل تھے۔

ملحوظہ! میں نے ذاتی طور پر بھی محترم مدیر الجامعہ کو خصوصی طور پر جماعت کے چار اکابر قراء اور فن تجوید وقراءات کے ماہرین کا نام پیش کیا تھا تاکہ ہر ایک کلیۃ القرآن کو اپنا ذاتی اِدارہ سمجھ کر اسکی ترقی کیلئے دعائیں فرماتے رہیں اور سب کے طلباء اِتحاد کے ساتھ علوم قرآن کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔

رُشد: ان مجالس کے ذریعے آپ کوئی لائحہ عمل طے کرنا چاہ رہے تھے یا کلیۃ کا خاکہ پہلے ہی آپ کے ذہن میں موجود تھا؟

قاری صاحب: الحمدللہ میرے ذہن میں کلیۃ القرآن کا خاکہ پہلے ہی موجود تھا، کیونکہ میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ کر آیا تھا اس لیے میں تو بالکل واضح تھا البتہ مجالس کا یہ مقصد تھا کہ درس نظامی کے مروّجہ نصاب میں کس کس جگہ تبدیلی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے قراءات وعلوم القرآن کا نصاب شامل کیا جاسکتا ہے۔کون سی ایسی کتب یا علوم ہیں جن کے نکالنے سے طالب علم کا کوئی زیادہ نقصان بھی نہیں ہوگا اور ہمارا مقصود بھی حاصل ہوجائے اور وہ اَساتذہ جو قراءات کی باقاعدہ تعلیم دے رہے تھے وہ یہ بتائیں کہ یہ کام ممکن بھی ہے یا نہیں۔ بہرحال جمیع علماء کرام نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ مثلاً قاری یحییٰ صاحب کا کہنا تھا کہ یہ کام شروع کرنا بہت مشکل اَمر ہے کیونکہ تجوید کا ذوق رکھنے والے طلباء اتنا بوجھ برداشت نہیں کریں گے اور قاری اِدریس صاحب نے فرمایا کہ شروع تو کیا جاسکتا ہے لیکن جو اَساتذہ قراءات اور علوم قرآن کے اَسباق پڑھائیں وہی درس نظامی کے دیگر اسباق پڑھائیں تاکہ طلبہ میں کسی قسم کی ذہنی کشمکش شروع نہ ہونے پائے۔

بہرحال ان مجالس میں یہ طے پاگیا کہ کن کتب کو چھوڑ کر نئی کتب داخل کی جائیں بالفاظ دیگر وفاق المدارس کے نصاب میں کچھ ترامیم کرکے علوم قرآن مثل تجوید وقراءاتِ سبعہ وعشرہ اضافہ کرکے کلیۃ القرآن کا نصاب طے پاگیا اور الحمدللہ ہم نے نئے سال میں کلیۃ القران کا باقاعدہ آغاز کردیا۔جس کا فارغ التحصیل مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر قاری بھی ہوتا ہے اور اب بحمداللہ یہ کلیہ ایک 'جامع علمی تحریک' شکل اختیار کرچکا ہے اور عام وخاص میں اس کے فضلا کو پذیرائی ملی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مستشرقین اور ان کے فکر کے حاملین کے نام نہاد 'اِصلاحی فکر' کے پھیلائے ہوئے غلط نظریات کی بیخ کنی بھی ہورہی ہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے قیام کا مقصد کیا تھا؟

قاری صاحب: اگر کلیۃ القرآن کا مقصد آپ چند الفاظ میں سننا چاہ رہے ہیں تو وہ یہ ہے:

① عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کرنا۔

② عوام اور علماء میں یہ شعور بیدار کرنا کہ تجوید القرآن سیکھنا کوئی فن نہیں بلکہ قرآن مجید کی تلاوت نماز کا اَہم رکن ہے، اس کی مجرد تلاوت بھی عبادت ہے اور ہر عبادت کے لیے اصول وضوابط اور مخصوص کیفیات ہوتی ہیں جن کو بجالانے سے ہی عبادت قبول ہوتی ہے۔

③ قرآن ٹھیک پڑھنا یہ کسی خاص طبقہ کا امتیاز نہیں بلکہ ہر مسلمان پر شرعی طور پر واجب ہے اور علماء کیلئے تو نہایت ہی ضروری ہے۔

④ تجوید وقراءات پر اِدھر اُدھر سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں کلیۃ کے فضلا ان کا شافی جواب دے سکیں۔

⑤ کلیہ کے فضلا ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے پیش خیمہ ہوں جو مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر احادیث سے بدظنی کے باعث تنوع قراءت کے 'معجزۂ قرآنی' کے منکر ہیں۔

رُشد: کیا آپ سمجھتے تھے کہ درسِ نظامی کے ساتھ یہ کام ممکن ہے؟

قاری صاحب: یقیناً میں متعین طور پر یہ سمجھتا تھا کہ درس نظامی میں ایسی وسعتیں موجود ہیں کہ جس میں یہ ایڈجسٹ ہوسکتا ہے لیکن اگر کچھ کمی رہ بھی جاتی ہے تو بے شمار فوائد کے حصول کی خاطر اس کمی کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے قیام میں آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں؟

قاری صاحب: کلیۃ کے قیام میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جنہیں ترتیب سے ذکر کرتا ہوں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ کلیۃ القرآن پاکستان کی سطح پر ایک بالکل نیا سیٹ اَپ تھا۔ اس لیے طلباء اس میں داخلے سے کتراتے تھے اور ویسے بھی درسِ نظامی کے ساتھ قراءات کا پورا سلیبس انہیں سنتے ہی غیر معمولی محسوس ہوتا تھا۔ دوسرا یہ کہ شعبہ تجوید وقراءات میں عموماً ایسے طلبا داخلہ لیتے تھے جن کی آوازیں اچھی ہوں اور جن کو اللہ نے یہ خوبی عطا نہیں کی وہ اسے پڑھنا وقت کا ضیاع سمجھتے تھے۔ اس لیے شروع میں طلبا ہی مہیا نہیں ہو رہے تھے جامعہ میں داخلہ کیلئے جب بھی کوئی حافظ طالب علم آتا تو میں طالب علم اور اس کے والدین کو کلیہ کی افادیت کا احساس دلاتا لیکن پھر بھی پہلے سالوں میں بہت کم داخلہ ہوا۔ اس کمی کو اس طرح پورا کیا گیا کہ دیگر کلاسوں میں جو حفاظ طلبا پڑھتے تھے انہیں کلیۃ القرآن میں داخل کر لیا گیا، اس سے کچھ طلبا تو میسر آ گئے لیکن ایک مشکل اور کھڑی ہوگئی کہ ان طلبا کے اسباق کو کس طرح سیٹ کیا جائے کیونکہ مختلف کلاسز میں جن اَسباق کو ہم ترک کرانا چاہ رہے تھے وہ ایک وقت میں نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے مختلف پیریڈز تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد شفیق مدنی حفظہ اللہ کا خصوصی تعاون شامل حال رہا وہ بہت ہی محنت سے پیریڈز کو ترتیب دے کر قراءات کے طلباء کیلئے وقت نکالتے۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

② دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ کلیۃ القرآن اور کلیۃ الشریعہ کی کلاسز کے اَوقات ایک وقت پر تھے، لہٰذا جن پیریڈز میں قراءات کے طلبہ علیحدہ ہوجاتے تھے اس میں ہمارے پاس کوئی کلاس روم نہیں ہوتے تھے اس لیے کچھ کلاسیں ڈائننگ ہال میں ہوتیں کچھ رہائشی ہال میں۔ ان دنوں رہائشی ہال میں نہ تو فرش تھا اور نہ ہی کھڑکیاں تھیں اور خصوصاً ظہر کے بعد جب کلاسز لگتیں تو بہت ہی بُرا حال ہوتا، طلبا شدید گرمی میں نڈھال ہوجاتے۔ اس کا سدباب مدیر الجامعہ جناب حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے یوں کیا کہ ان طلبا کیلئے روزانہ تربوز کا اہتمام کیا اور بعد ازاں شربت روح افزا بھی پلایا جاتا رہا۔

③ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ کلیۃ القرآن کے طلباء کیلئے سکول پڑھنا ممکن نہیں ہوتا تھا، کیونکہ صبح سے مسلسل عصر تک پڑھنے کے بعد دوبارہ بعد از عصر سکول پڑھنا ایک بہت بڑا بوجھ تھا۔ اس کا حل یوں نکالا گیا کہ جو طلبا سکول کے خواہشمند ہوتے انہیں عصر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی رخصت دے دی جاتی اور ایک مرتبہ کلیۃ القران کے بعض طلبا نے محنت کر کے عشاء کے بعد کلیۃ کے طلبا کیلئے جانثار کالج کے نام سے سکول کا اہتمام کیا۔

④ اس میں ایک مسئلہ طلبا کی منزل کا بھی ہوتا تھا، کیونکہ ہم بغیر کسی امتیاز کے صرف حافظ طلبا کو داخل کر رہے تھے اس لیے منزل کا کوئی خیال نہیں کیا گیا تھا جس کیلئے طلبا کو خاصی محنت بھی کرنا پڑتی اور جب تک حدر مکمل نہیں ہوتا تھا ہم تجوید کی سند نہیں دیتے تھے۔ اس وجہ سے بعض سینئر طلبا بھی اَسناد سے محروم رہے اور ویسے بھی تجوید کے اَساتذہ منزل سننے کیلئے بھی تیار نہ ہوتے بہرحال انہیں سمجھا بجھا کر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا۔

⑤ ایک بہت بڑی کمی یہ تھی کہ قراءات کے اَساتذہ موجود نہ تھے اور میں اکیلا جمیع کلاسز کو پڑھا نہیں سکتا تھا اس کا حل یوں نکالا گیا کہ بعض منتہی کلاسز کے سینئر طلبا کو ابتدائی کلاسز کے اسباق دیئے گئے جن میں قاری سلمان میر محمدی حفظہ اللہ، قاری محمد فیاض حفظہ اللہ اور قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ شامل تھے۔ اس پر ہمیں بعض حضرات کی جانب سے 'ہمی مکتب ہمی ملأ' کے تند وتیز جملے بھی سننے پڑے لیکن اللہ رب العزت کام چلاتے رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ پھر ایک مسئلہ وفاق کے امتحانات کا بھی تھا کہ طلباء کلیۃ القرآن کا نصاب پڑھتے تھے جس کی وجہ سے وفاق کی بعض کتب کو چھوڑنا پڑتا تھا، ان کی تیاری اور اس کے علاوہ وفاق میں بعض سکول کے مضامین بھی تھے جس وجہ سے ایک وقت میں دو امتحان دینا کہ وفاق کے بھی امتحان دیں اور جامعہ کے امتحانات کی بھی تیاری کریں، ایک مشکل کام تھا اس کیلئے میں ذمہ داران وفاق کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں باقاعدہ نصاب بھی بنا کر دیا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ منظوری کا وعدہ دیا کہ ہم جماعت کے جمیع قراء اور اکابر علماء کو یہ خط بھیج کر ان سے رائے لیں گے پھر ان کی رائے کے موافق عمل کریں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن ان خطوط کا کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور بالآخر وفاق سے یہ بات طے پائی کہ جامعہ کی قراءاتِ عشرہ کی سند کے ساتھ آپ ہمارے طلباء کا عالمیہ کا امتحان لے لیں۔ جو انہوں نے منظور کرلیا اور اب (بحمد اللہ) وفاق نے کلیۃ القران کا ایک باقاعدہ نصاب منظور کرلیا ہے اور پورے طور پر اب کوئی طالب کلیۃ القرآن کا امتحان دے سکتا ہے اور وفاق انہیں تجوید، قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی الگ اسناد بھی جاری کرتا ہے۔

⑦ ایک مشکل یہ بھی سامنے تھی کہ ابتدائی تین کلاسوں تک کلیۃ القرآن اور کلیۃ الشریعہ کے طلباء کے سیکشن ہی علیحدہ ہوا کرتے تھے اور کلیۃ القرآن میں عموماً جونیئر اَساتذہ ہی پڑھاتے تھے حتیٰ کہ بعض سینئر اَساتذہ دفتر میں کہتے کہ ہمارے پیریڈز کلیۃ الشریعہ میں ہی رکھیں، ایک سال ہم نے مطالبہ کرکے بعض بڑے اَساتذہ کے پریڈز بھی لے لیے لیکن ہوا یوں کہ جامعہ میں طلباء نے پروپیگنڈا شروع کردیا کہ سارے سینئر اَساتذہ کلیۃ القرآن والے لے گئے ہیں جسے بہت مشکل سے فرو کیا گیا۔

⑧ کلیۃ القرآن کے ابتدائی سالوں میں یہ مسئلہ خصوصی رہا ہے کہ طلبا تجوید پڑھنے کے شوق میں کلیۃ القرآن میں داخل ہوجاتے، لیکن جوں ہی تیسرا سال شروع ہوتا تو طلبا کہتے ہم نے قراءات نہیں پڑھنی۔ دو تین سال تک تو ہم نے کرہاً اجازت دی لیکن ایک سال یہ ہوا کہ ایک کلاس کے سارے ذہین اور پڑھنے والے طلبا نے کہا کہ ہم نے کلیۃ الشریعۃ میں پڑھنا ہے، کیونکہ وہاں سکول پڑھنے کی سہولت موجود ہے اور ویسے بھی پڑھائی ظہر تک ہوتی ہے جس پر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میٹنگ کرکے مجلس الجامعہ سے طے کرایا کہ آئندہ جو طالب علم تجوید پڑھے گا وہ اگر یہاں پڑھنا چاہتا ہے تو کلیۃ القرآن میں پڑھے ورنہ جامعہ کے دروازے اس کیلئے بند ہیں۔ میں اس پر سختی سے کاربند ہوگیا حتیٰ کہ اس وجہ سے میرے بعض قریبی عزیز مجھ سے ناراض ہوگئے اور برسوں مجھ سے بات تک نہ کی، لیکن میں نے اس معاملے میں کسی سے کوئی مصالحت نہیں کی۔

یہ شرط اس لیے لگانا پڑی کہ تجوید کے بعد قراءات کے سالوں میں کسی طالب علم کے آنے کی توقع نہیں ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اَساتذہ کی ٹیم مکمل ہی کرنی پڑتی تھی چاہے کلاس میں چند طلبا ہی کیوں نہ ہوں۔ اس بارے میں وکیل الجامعہ مولانا عبدالسلام فتح پوری کا تعاون بہت مثالی رہا ہے کہ خود ان کے بیٹے نے یہ کہا کہ میں نے کلیۃ القرآن نہیں پڑھنا اور بھاگ کر چلا گیا انہوں نے فرمایا اگر پڑھنا ہے تو یہی پڑھو گے۔

⑨ ایک مسئلہ جس سے خاصی بے چینی رہی، یہ تھا کہ کلاسز میں حجیت قراءات کے موضوع پر کلیۃ الشریعۃ اور کلیۃ القرآن کے طلبا کے مابین بحث شروع ہوجاتی جس پر وہ لے دے ہوتی کہ معاملہ سنبھالنا بہت مشکل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا۔ بہرحال الحمدللہ آج فضا یکسر بدل چکی ہے۔

⑩ جامعہ لاہور میں طلبا کلیۃ القرآن کو مشق اور حدر کا مسئلہ ہمیشہ درپیش رہا ہے کیونکہ باقاعدہ اس کیلئے کوئی جگہ نہ تھی طلبا اگر کھانے کے ہال میں مشق کرتے تو صبح دفتر میں شکایت آجاتی حتیٰ کہ ایک رات یوں ہوا کہ عشا کے بعد میں ہال کے پاس سے گزر رہا تھا تو دیکھا کہ قاری قمر الاسلام مشق کر رہا ہے میں نے اُسے مشق کرانی شروع کردی اور صبح دفتر جامعہ میں میری شکایت بھی پہنچ گئی کہ ہمیں رات سونے نہیں دیا گیا۔

بہرحال مسائل تو بے شمار تھے لیکن مدیر الجامعہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ، مولانا عبدالسلام فتح پوری حفظہ اللہ اور مولانا شفیق مدنی حفظہ اللہ کی خصوصی توجہ اور لامحدود تعاون سے اللہ رب العزت کام چلاتے رہے۔

رُشد: کلیۃ القرآن کے تحت تحریک تحفظ القرآن والحدیث قائم کی گئی تھی اس کے مقاصد کیا تھے؟

قاری صاحب: تحریک تحفظ القرآن والحدیث کے مقاصد میں اوّل مرحلہ میں قراءاتِ قرآنیہ کی محافل، محاضرات، دروس وغیرہ کے ذریعہ سے ترویج و اشاعت، فاضلین کلیۃ القرآن کو معاشرے میں اس طرح سیٹ کرنا کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی بہتر خدمت کرسکیں، مختلف مقامات پر لائبریریاں قائم کرنا اور اس میں خصوصی طور پر قراءاتِ قرآنیہ اور علوم القرآن کے مواد کی فراہمی، اس کے علاوہ فکری محاذ پر برسرپیکار ہونے کیلئے طلباء کی اس قدر تیاری کروانا کہ وہ منکرین قرآن و حدیث کو منہ توڑ جواب دے سکیں، جس سے دفاع عن القرآن والسنۃ کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآ ہوں۔ بدعات کی بیخ کنی کرنا، سلف وصالحین کے منہج کو زندہ کرنا اور لوگوں کو اس پر چلنے کیلئے آمادہ کرنا، مسلمانوں میں سے جہالت کے خاتمہ کیلئے صحیح تعلیم کا بندوبست کرنا تاکہ وہ شریعت کی برکات وانوارات سے مستفید ہوسکیں۔

رُشد: آپ اپنے ان جمیع مقاصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟

قاری صاحب: الحمدللہ میں اللہ کا بہت ہی شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھے میرے مشن میں کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً ۷۵ رفیصد تک کامیاب ہوا ہوں جس میں قراءات کی ترویج کے سلسلہ میں تو اللہ نے خاصی مدد فرمائی باقی رہا اس کے فکری محاذ کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں موجودہ قراءات نمبر کی اِشاعتوں کے بعد میں الحمدللہ بہت مطمئن ہوں کہ اللہ نے میرے تلامذہ کو دونوں میدانوں کیلئے چن لیا ہے۔

رُشد: کیا آپ کلیۃ القرآن کے علاوہ بھی تجوید وقراءات کے متعلق کوئی پروگرام رکھتے ہیں؟

قاری صاحب: جی ہاں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

❶ المعہد العالی للتّجوید والقراءات کا قیام (جس کی مدت تعلیم پانچ سال ہو) کیونکہ کلیۃ القرآن کا نصاب ودورانیہ چونکہ وسیع ہے اس لیے وہ طلبا اس سے محروم رہتے ہیں جو صرف تجوید وقراءت میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جسے تین مراحل میں تقسیم کیا جائے:

① قسم التجوید والقراءۃ (تکمیل روایت حفص عن عاصم کیلئے	مدت تعلیم ایک سال
② قسم القراءات (تکمیل القراءات العشر الصغریٰ کیلئے)	مدت تعلیم دو سال
③ قسم تخصص القراءات (تکمیل القراءات العشر الکبریٰ کیلئے)	مدت تعلیم دو سال

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر قسم میں علوم تجوید وقراءات کے ساتھ درس نظامی کی بھی تعلیم دی جائے۔

ملحوظہ! كلية القرآن الكريم (بحمد اللہ) چونکہ اپنے نصاب اور طرزِ تعلیم کے اعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی (درس نظامی کی) درس گاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ معہد (انشاء اللہ) اپنے نصاب اور طرزِ تعلیم کے اِعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی (تجوید وقراءات کی) درس گاہ کی حیثیت رکھے گی۔

❷ دینی مدارس وجامعات سے فارغ التحصیل علماء کے لیے المعهد العالى في التجويد وعلوم القرآن الكريم کا قیام (جس کی مدت ایک سال ہو) کیونکہ ہمارے ہاں اَلمیہ ہے کہ دینی مدارس وجامعات کے اکثر فضلاءِ علوم قرآن (مثل تجوید وقراءات، رسم قرآن وضبط) سے محروم رہتے ہیں تاکہ وہ صحتِ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے جملہ علوم وفنون سے واقفیت حاصل کرکے اجر عظیم کا موجب بن سکیں۔ اور علوم تجوید وقراءات کے متعلق دشمنانِ اسلام کے غلط نظریات سے آگاہ ہوسکیں۔

❸ عامة الناس (خواتین وحضرات) کیلئے 'تجویدی ڈپلومہ' کا قیام (مدت تعلیم ۴۰ دن) تاکہ ہر مسلمان قرآن کے تلفظ کو درست کرکے (تلاوتِ قرآن) کی تمام تر فضیلتوں کا مستحق ٹھہر سکے۔ اور اس ڈپلومہ کو (جو کہ اَربابِ جماعت ومدارس پر فریضہ کی ادائیگی کیلئے ایک عملی قدم ہے) جماعتی طور پر مختلف شہروں میں متعارف کرایا جائے۔

رُشد: جامعہ لاہور الاسلامیہ سے مرکز اِدارۃ الاصلاح منتقل ہونے کے کیا اَغراض ومقاصد تھے؟

قاری صاحب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرے کے دھارے کو پھیرنا نوجوانوں کا کام ہے اور جو کام نوجوان کرسکتے ہیں وہ عمر رسیدہ افراد نہیں کر پاتے۔ اس لیے جب نوجوان تیار ہوجائیں تو اُن کو کام کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ اسی نیت سے میں نے مدنی صاحب سے بارہا عرض کی کہ آپ اپنے فرزندان میں سے کسی کو كلية القران کی ذمہ داری سونپیں۔ بہرحال حافظ صاحب نے سونپ دی، لیکن میری موجودگی کی وجہ سے وہ کھل کر کام نہیں کر پا رہے تھے اور اس قدر محنت نہیں کرتے تھے جس قدر کسی کام کو اٹھانے کیلئے کی جاتی ہے، اور بہت ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دیتے تھے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں کسی دوسری جگہ منتقل ہوجاؤں تاکہ یہاں انہیں کام کا بھرپور موقع میسر آئے، نیز ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عموماً قراءات کے مدارس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک معروف اُستاد کی زندگی تک ہی وہ کام ہوتا ہے اور بعد میں وہ ختم تصور کیا جاتا ہے، میں اس تصور کو بھی ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ کام اچھی طرح اپنے سامنے چلتا دیکھ سکوں۔ باقی ادارۃ الاصلاح جانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگیا کہ كلية القرآن للبنات بھی شروع ہوگیا جہاں سے الحمدللہ ایک کلاس (۱۹ طالبات پر مشتمل) قراءاتِ عشرہ مکمل کرکے فارغ ہوچکی ہے اور اب بھی ۱۹ طالبات قراءاتِ عشرہ جمع الجمع کے ساتھ پڑھ رہی ہیں اور اِن شاء اللہ سال کے آخر تک ختم قرآن سعادت حاصل کرلیں گی۔ اس کے علاوہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ طلباء کیلئے ایک سٹوڈیو ہو جہاں اچھے پڑھنے والے طلبا کی ریکارڈنگ کی جائے اور اُسے نشر کیا جائے وہ بھی الحمدللہ بن چکا ہے۔ الحمدللہ انہی نیک مقاصد کی خاطر میں مرکز اِدارۃ الاصلاح منتقل ہوا اور وہاں بھی انتظامیہ سے طے کیا کہ کسی قسم کی ذمہ داری نہیں لوں گا تاکہ شباب کو کام کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔

رُشد: اب ہم آپ سے کچھ ذاتی نوعیت کے سوال کرنا چاہیں گے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آپ کی شادی کب ہوئی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں پسند اور ناپسند کا کوئی دخل تھا؟

قاری صاحب: میری شادی ۱۹۸۳ء میں، جب میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا، دورانِ تعطیلات میرے ماموں مولانا یعقوب کے گھر ہوئی۔ رہا مسئلہ پسند اور ناپسند کا تو ہمارے خاندان میں ایسی باتوں کو ویسے ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میری نانی محترمہ (والدہ حافظ یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ) کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ میری شادی ماموں کے ہاں ہی ہو۔ جس کے بارے میں وہ وقتاً فوقتاً کہتی رہتی تھیں اور ہم دونوں سے ان کا ایک خاص لگاؤ تھا لیکن قدرت کو منظور نہ تھا کہ وہ اس پُرمسرت موقع کو اپنی آنکھوں سے دیکھتیں اور ان کی نگرانی میں یہ سارے امور انجام پاتے۔ وہ ہماری شادی سے کچھ ایام پہلے ہی خالق حقیقی سے جاملیں۔ نوّر الله مرقدها وجعل الجنة مثواها

رُشد: آپ کتنے بہن بھائی ہیں اور ان کے مشاغل کیا ہیں؟

قاری صاحب: ہم بحمداللہ دس بہن بھائی ہیں۔ بڑے بھائی محترم محمود احمد صاحب، پھر جناب مسعود احمد یہ دونوں سکول ٹیچرز ہیں۔ تیسرے نمبر پر میں ہوں پھر قاری حسان احمد صاحب، قاری سلمان احمد صاحب اور سب سے چھوٹے قاری صہیب احمد صاحب۔ اسی طرح ہماری ہمشیراؤں میں سے جو بڑی ہیں ان کی شادی محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب سے ہوئی، دوسری ہمشیرہ اُم اسامہ ہیں جن کا نکاح صوفی محمد ابراہیم صاحب سے ہوا جو چند ماہ قبل اللہ کو پیاری ہوچکی ہیں، تیسری اُم عمیر ہیں جو محترم محمد سلیم صاحب کے عقد میں ہیں اور چوتھی اور چھوٹی ہمشیرہ حضرت حافظ یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند جناب حافظ محمد اسماعیل میر محمدی کی شریکِ حیات ہیں۔

رُشد: شادی کے بعد کوئی اہم واقعہ ہوا ہو تو فرمائیں؟

قاری صاحب: شادی کے بعد کوئی قابل ذکر واقعہ تو نہیں ہوا البتہ مجھے جادو کی شکایت ہوگئی تھی جو چند ہی ایام میں کافی بڑھ گئی لیکن میں الحمدللہ مسلسل قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا رہا اور مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے دم بھی کروایا جس سے اللہ رب العزت نے شفا عطا فرمائی۔

رُشد: شادی کے بعد آپ کو جلد ہی مدینہ جانا پڑا تو کوئی مشکل تو پیدا نہیں ہوئی؟

قاری صاحب: یقیناً شادی کے فوراً بعد ایک لمبے عرصے کیلئے گھر والوں سے دور جانا مشکل کام ہوتا ہے اور ہر انسان اُسے محسوس کرتا ہے لیکن میرے اوپر اللہ رب العزت نے یہ کرم کیا کہ چوتھے سال بہت زیادہ مصروف ہوگیا مثلاً کلیۃ میں آخری سال کی بحث لکھنا، اِذاعۃ القرآن کی ریکارڈنگ اور پھر عصر سے رات گئے تک شیخ مرصفی رحمہ اللہ سے عشرہ پڑھنا جس سے دیگر اُمور پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس لیے میرا وہ سال خاصا بہتر گزر گیا۔

رُشد: آپ اپنی اولاد کے متعلق کچھ فرمانا چاہیں گے؟

قاری صاحب: کیوں نہیں! الحمدللہ اللہ رب العزت نے دس بچے اپنی رحمت کاملہ سے عطا کئے جن میں سے تین بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے قاری مصعب مدنی ہیں جو کہ کلیة القرآن کے فاضل ہیں اور آج کل مرکز اِدارۃ الاصلاح میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے قاری عثمان مدنی ہیں وہ بھی کلیة القرآن کے فاضل ہیں اور آج کل عشرہ کبریٰ اور اس کے ساتھ سکول بھی پڑھ رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے حافظ عویمر ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بحمداللہ کلیۃ القرآن ہی میں پہلے سال کے طالب علم ہیں۔
اسی طرح بڑی بیٹی نے ماشاء اللہ حافظہ قاریہ عالمہ ہونے کے ساتھ ساتھ الہدیٰ انٹرنیشنل کا ایک سالہ کورس اور قراءاتِ عشرہ سورۃ بقرہ تک پڑھ رکھی ہے۔ وہ الحمدللہ شادی شدہ ہے اور اپنے گھر میں الہدیٰ کا انسٹی ٹیوٹ چلا رہی ہے۔ اس سے چھوٹی چار بیٹیاں بھی قراءاتِ عشرہ کی فاضلات، قاریات ہیں اور کلیۃ القرآن میں تدریس کر رہی ہیں۔ چھوٹی دو بیٹیاں ابھی حفظ کر رہی ہیں۔

رُشد: آپ نے مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کو کیسا پایا؟

قاری صاحب: میں حضرت حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا بہت شکرگزار ہوں کہ انہوں نے دامے، درمے، سخنے ہر قسم کا تعاون کیا تھا انہوں نے اِدارہ کلیۃ القرآن کے جمیع معاملات میں مجھے پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا ہے اور ہر طرح سے میری مسلسل دلجوئی فرماتے رہے ہیں۔ انہوں نے کسی بھی وقت مجھے مشکل کا شکار نہیں ہونے دیا اور ہر موقع پر میری بات کو بڑی اہمیت دی جو ان کی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور ان کو امت کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رُشد: آپ کے اَہم شاگرکون سے ہیں۔ خصوصاً جن کے ذریعہ سے آپ کی تحریک کا مشن آگے بڑھا؟

قاری صاحب: قاری صہیب اَحمد میر محمدی حفظہ اللہ، قاری سلمان میر محمدی حفظہ اللہ، قاری محمد فیاض حفظہ اللہ، شیخ عبدالولی صومالی رحمہ اللہ، قاری انس نضر مدنی حفظہ اللہ، قاری عبیداللہ غازی حفظہ اللہ، قاری خالد فاروق حفظہ اللہ، قاری قمر الاسلام حفظہ اللہ، قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ، قاری عارف بشیر حفظہ اللہ، قاری عبداللہ رحمہ اللہ، قاری محمد مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ، قاری محمد حسین حفظہ اللہ، قاری محمود احمد حفظہ اللہ، قاری فیصل محمود حفظہ اللہ، قاری عبدالرشید قمر حفظہ اللہ، قاری عبدالسلام حفظہ اللہ، قاری ریاض عزیزی حفظہ اللہ، قاری محمد احمد صدیق حفظہ اللہ، قاری سید محمد علی حفظہ اللہ، قاری شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ، قاری فہد اللہ مراد حفظہ اللہ اور قاری ابوبکر خان پور حفظہ اللہ وغیرہ۔

رُشد: آپ کی تصنیفات کتنی ہیں؟

قاری صاحب: اللہ رب العزت نے خالصتاً طلبا کی آسانی کیلئے کچھ کرنے کا موقع دیا ہے جن میں:

١. القاعدة التجويدية (اردو)
٢. تحفة الصبيان في تجويد القرآن (اردو)
٣. معين القارى في تجويد كلام البارئ (اردو)
٤. معين الصبيان في تجويد القرآن (اردو)
٥. مرشد الخلان إلى تجويد كلام الرحمن (اردو)
٦. تحفة القاري (اردو)
٧. زينة القاري (اردو)
٨. جمال البيان في تجويد القرآن (اردو)
٩. المقالة العلمية في أهمية التجويد (اردو وعربی)
١٠. مذكّرتان في أهمية التجويد وفى بعض أحكام التجويد (عربی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ المدخل إلى علم الوقف والابتداء (اردو)
⑫ تسهيل الاهتداء في الوقف والابتداء (اردو)
⑬ المدخل إلى علم القراءات والقصيدة الشاطبية (اردو)
⑭ المدخل إلى القصيدة الدرة المضيّة في القراءات الثلاث (اردو)
⑮ نبذة الضوابط والأداء في قراءات القراء للمبتدئين من الطالبات والطلاب في كلية القران الكريم للبنات والأبناء (اردو)
⑯ المختارات من أصول القراءات للمبتدئين من الطلاب والطالبات فى كلية القرآن الكريم للبنين والبنات(عربی)
⑰ المدخل إلى علم التحريرات للقراءات وما أثير حولها من شبهات والرّد عليها(عربی)
⑱ المختارات من تحريرات القراءات (عربی)
⑲ الفوائد الجلية في تحرير مسائل الشاطبية (عربی)
⑳ الشمعة المضية شرح اتحاف البرية بتحرير الشاطبية (عربی)
㉑ عمدة المبانى فى اختصار الفتح الرحمن شرح كنز المعانى بتحرير حرز الأمانى
㉒ تجميع التحرير ما في كتاب إرشاد المريد (للشيخ الضباع)(عربی)
㉓ تكميل النفع في تبويب ما في غيث النفع (من التحريرات)(عربی)
㉔ تقريب التحقيقات ما في كتاب حل المشكلات وتوضيح التحريرات في القرائات (عربی)
㉕ الفوائد الباهرة ما في كتاب البدور الزاهرة (عربی)
㉖ تسهيل المرام في الوقف على الهمز لحمزة وهشام (اردو)
㉗ تحفة الخلان في الوقف على الهمز لحمزة وهشام (اردو)
㉘ المدخل إلى قصيده طيبة النشر في القراءات العشر وتحريراتها (عربی)
㉙ تسهيل النتقيح فى قواعد التحرير (من تحريرا ت الطيبة)(عربی)
㉚ منار السبيل في مسائل التكبير (اردو)
㉛ المقنع في التكبير عند الختم من طريق التيسير والحرز(عربی)
㉜ شفاء المرتجل فى تحقيق الحال المرتحل (اردو)
㉝ عمدة البيان شرح الفرائد الحسان في عد آي القرآن (عربی)
㉞ مرشد الخلان إلى شرح الإعلان فى رسم القرآن (عربی)
㉟ حجية القراءات (عربی)
㊱ مكانة القراءات عند المسلمين ونظرية المستشرقين والملحدين حولها (عربی)
㊲ القراء ات والقرآء بحث مقدم لنيل الشهادة العالية (الليسانس) (عربی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸ اختصار كتاب (القراء ات القرآنية تاريخها، ثبوتها، حجيتها، أحكامها) (عربی)

۳۹ القراءات المتواترة بين النحو القرآني والنحو المألوف مع الردّ على من وقف منها من النحاة موقف المعارضة والتخطىء (عربی)

۴۰ تحقيق وتصحيح، مقدمة في كتابة المصاحف وعددها، ورسم القرآن للشيخ رضوان المخلّلاتي (عربی)

۴۱ مختصر تاريخ مصحف الشريف للقاضي عبدالفتاح، تحقيق وتصحيح (عربی)

۴۲ خلاصة الأبحاث في شرح نهج القراء ت الثلاث للجعبرى بحث مقدم لنيل الشهادة العالمية الماجستير (عربی)

رُشد: کیا آپ نے کچھ ریکارڈنگ بھی کروائی ہے؟

قاری صاحب: جی ہاں! میری ریکارڈنگ کی کچھ تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱ تسجيل بعض أجزاء القرآن الكريم برواية ورش في مجمع ملك فهد.

۲ تسجيل المصحف الكامل لفظا لفظا لعامة الناس والمبتدئين في أربعين شريطا لتصحيح الأداء المسيء "المصحف المعلم".

۳ تسجيل جزء ۳۰ وبعض السور بالقراء ات العشر المتواترة.

۴ تسجيل الحلقات المختلفة بالقراء ة السبع تحت إشراف عدّة مشايخ ومنهم الشيخ محمود سيبويه البدوى باسم (دروس من القرآن- إذاعة القرآن- بالمملكة العربية السعودية)

۵ تسجيل كتاب تحفة القارى فى تجويد كلام البارى صوتيا للإفادة العامة.

۶ تسجيل بعض السور في بعض الروايات مثل رواية خلف عن حمزة ورواية ورش

۶ تسجيل المصحف الكامل في التروايح عدة مرات.

۷ تسجيل المصحف الكامل برواية ورش في كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية بإصدار مكتبة دار السلام.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی مکاتیب

[۱]

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

گرامی قدر مکرم جناب مولانا عبدالرحمٰن مدنی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔

بندہ کے علم میں آیا ہے کہ آنجناب قرآن کریم کے نسخے مختلف قراءتوں میں شائع کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ اگرچہ بلا شبہ تمام قراءتیں (جو شرائط پوری کرتی ہوں) منزل من اللہ ہیں، اور اُن کی قرآنیت ثابت ہے، لیکن اس طرح الگ الگ قراءتوں کے مصاحف کے شائع ہونے سے مجھے اپنے ملک اور ماحول میں عوامی انتشار کا خطرہ معلوم ہو رہا ہے۔ دوسرے ملکوں میں ایسے مصاحف شائع ہوئے ہیں، مگر وہاں وہ قراءتیں متعارف ہیں، مثلاً مغرب کے ممالک۔ لیکن ہمارے ملک میں جہاں یہ یقین عام ہے کہ قرآن کریم میں کہیں زیر زبر کا فرق نہیں ہے اگر اس قسم کے مصاحف شائع ہوں گے تو عوام میں غلط فہمیوں اور شبہات کا سلسلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسم قرآنی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا، اس میں تمام قراءتوں کی گنجائش پہلے سے موجود ہے۔ اس لئے تحفظ قراءات کیلئے بھی ایسا کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ فقہاء کرام نے جاہل عوام کے مجمع میں دوسری قراءت میں قرآن کریم کی تلاوت سے بھی اس لئے روکا ہے کہ انتشار پیدا نہ ہو۔ امید ہے کہ آنجناب اس پہلو پر ضرور غور فرمائیں گے۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

مکرم ومحترم جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ

اَلسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وَبرکاتہ!

آپ کا مکتوبِ گرامی نظر نواز ہوا جس میں آپ نے قرآن کریم کی متنوع قرائاتِ متواترہ کے قرآن ہونے کی بھر پور اَنداز میں تائید فرمائی ہے اس پر میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

سب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ ایکمزمن علالت میں کچھ اَفاقہ ہونے پر آپ کے مکتوب گرامی کا جواب لکھ رہا ہوں جو اُنہی دنوں میرے سامنے آیا ہے۔

درج ذیل چند اُمور قابل تنقیح ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنے اِدارہ کی طرف سے آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف قرآءتوں میں قرآن شائع کرنے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے، اگرچہ یہاں کی یونیورسٹیز، دینی جامعات و مدارس اور ان کے اکابرین عرصہ سے نہ صرف ان قرآءتوں پر کام کر رہے ہیں بلکہ اپنی تلاوتوں سے انہیں متعارف بھی کروا رہے ہیں۔ اس ضمن میں میری ناچیز رائے یہ ہے کہ مختلف قرآءتوں میں قرآن مجید کی اِشاعت کے بارے میں بین الاقوامی اِدارے اور مذکورہ بالا یونیورسٹیاں اور علمی اِدارے جو کام کر رہے ہیں ان کا تعارف کروانا تقاضائے مصلحت ہے۔ ان قرآءتوں کے تعارف کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ علمی سطح پر جو کام موجود ہے اس سے عوام میں قرآءتوں کا تعارف ہوکر یہ واضح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں حرکتوں یا حرفوں کی کمی تبدیلی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی طرف سے ذرا برابر تبدیلی نہیں ہوسکتی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اختیار موجود ہے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

آپ نے رسم عثمانی کی اَہمیت کا جو ذکر فرمایا ہے اس کے متعلق آپ کا یہ مؤقف درست ہے کہ اس میں تمام متواتر قراءتوں کی گنجائش موجود ہے۔ مزید برآں آپ نے قرآن کریم میں زیر وزبر کا فرق نہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ صرف اس حد تک درست ہے کہ قرآن کے بعض مقام ایسے ہیں (جس کا ذکر تاج کمپنی سمیت مختلف اِشاعتی ادارے کرتے رہتے ہیں) کہ ان کی تبدیلی سے کفر لازم ہوتا ہے۔☆ البتہ اپنی طرف سے تو لہجے کی تبدیلی بھی جائز نہیں ہے۔

لیکن متنوع قراءتوں میں نہ صرف حرکات کا اختلاف، حرفوں کا تنوع اور اندازِ تلاوت کا فرق موجود ہے بلکہ اس پر آج اُمت کے علماء کا اِجماع بھی ہے۔ میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تنوع نہ صرف دیگر متواتر قراءتوں میں موجود ہے بلکہ صرف روایتِ حفص (جو شرق اوسط سمیت برصغیر پاک وہند میں مروّج ہے) اس میں بھی اِجماعی طور پر موجود ہے مثلاً ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [الغاشیہ:۲۲] میں 'ص' کی جگہ 'س' پڑھنا بھی درست ہے اسی طرح سورالروم:۵۴ میں ﴿ضَعْفٍ﴾ کو 'ض' کے ضمہ کے ساتھ ﴿ضُعْفٍ﴾ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور 'ض' کے فتحہ کے ساتھ بھی۔ (یہ دونوں حرکتوں کی تبدیلی روایت حفص میں ہی موجود ہے)

بلکہ امام حفص کی تو صرف روایت ہے جب کہ اصل قاری امام عاصم جن سے دو متواتر روایتیں ثابت ہیں۔ ان کے پہلے راوی امام شعبہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مُجْرٰىهَا﴾ (میم کے ضمہ کے ساتھ اور امالہ کبغیر)، جبکہ دوسرے راوی امام حفص، جن کی روایت ہمارے ہاں رائج ہے، ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا﴾ (میم کے فتحہ اور امالہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی باتیں زیادہ تفصیل سے لکھوں لیکن ناسازی طبع حائل ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

برادرِ اکبر جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور دیگر سب عزۃ واحباب کے لئے سلام مسنون۔

آپ کا مخلص

حافظ عبد الرحمٰن مدنی

☆ مثلاً ﴿أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کو أَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ، ﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ﴾ کو وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهٖمُ رَبَّهٗ اور ﴿وَعَصَىٰ ءَادَمُ رَبَّهٗ﴾ کو وَعَصَىٰ ءَادَمَ رَبُّهٗ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۲]

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ

جناب محترم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب و جناب محترم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی صاحب حفظہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اما بعد!

خیریت موجود عافیت مطلوب۔ مکتوب گرامی موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم، عمل، رزق، عمر اور اولاد میں برکت فرمائے نیز نیک مقاصد میں آپ کو فائز المرام اور کامیاب بنائے۔ آمین یارب العالمین!

مکتوب میں چند مفتیان کرام، حفظهم الله العلام، کا ایک خاص فتویٰ بھی ہے اس سلسلہ میں میرا مشورہ ہے کہ آپ دونوں اور چاروں مفتیان کرام ایک دفعہ إرشاد الفحول سے المقصد الأول في الکتاب العزیز کی الفصل الثاني اور سیر أعلام النبلاء جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۱ سے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا قول ونحن نقول: نتلو بها وإن کانت لا تعرف إلا عن واحد لکونها تلقیت بالقبول فأفادت العلم، وهذا واقع في حروف کثیرة، وقراء ات عدیدة، ومن ادّعیٰ تواترها فقد کابر الحس ......الخ" ضرور مطالعہ فرمائیں۔

یہ صرف اور صرف الدین النصیحة کے پیش نظر لکھ رہا ہوں، واللہ اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں۔ تمام احباب واخوان کی خدمت میں سلام پیش فرما دیں۔ نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

مولانا عبدالمنان نورپوری

سرفراز کالونی، گوجرانوالہ

محترمی ومکرمی شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ

اَلسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مزاج گرامی قدر!

آپ کی خدمتِ عالیہ میں ماہنامہ 'رُشد' کی طرف سے حجیتِ قراء ات کے مسئلہ پر ایک سوال نامہ ارسال کیا گیا جس کے ساتھ چار مقتدر علماء کا فتویٰ بھی لف تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ سوالات کا تفصیلی جواب بصورت فتویٰ اِرشاد فرمائیں۔ لیکن اگر مصروفیات اِجازت نہ دیں تو فتویٰ ملفوفہ پر تائیدی نوٹ رقم فرما کر دستخط فرما دیں، لیکن آپ کا عزت نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے فتویٰ کے بجائے مزید ایک علمی مسئلہ کی نشاندہی فرما دی ہے لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا ہے کہ اس کی وضاحت پیش کردیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ لاہور الاسلامیہ کی طرف سے شائع شدہ فتویٰ میں موجود ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ ہیں جس پر آپ نے اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب إرشاد الفحول کے المقصد الأوّل في الكتاب العزیز کی فصل ثانی اور سیر أعلام النبلاء جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۱ پر موجود بحث کو دیکھنے کی تلقین فرمائی، ہم اس پر آپ کے ممنون ہیں اور ذیل میں اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ اور مزید جن مقامات پر اُنہوں نے اس بحث کو ذکر کیا ہے، پیش کرتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے یہ مؤقف اختیار فرمایا ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر قراءت کے جمیع اَلفاظ متواتر نہیں ہیں بلکہ بعض اَلفاظ ایسے بھی ہیں جن کی سند تواتر اسنادی کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔ آپ اِرشاد الفحول میں رقمطراز ہیں:

”اختلف في المنقول آحادا، هل هو قرآن أم لا؟ فقيل: ليس بقرآن، لأن القرآن ما تتوفر الدواعي نقله لكونه كلام الرب سبحانه، وكونه مشتملا على الأحكام الشرعية، وكونه معجزا. وما كان كذلك فلا بد أن يتواتر، فما لم يتواتر فليس بقرآن. هكذا قرر أهل الأصول التواتر وقد ادّعى تواتر كل واحدة من القراءات السبع وهي قراءة أبي عمرو ونافع وعاصم وحمزة والكسائي وابن كثير وابن عامر دون غيرها. وادعى أيضا تواتر لقراءات العشر وهي هذه مع قراءة يعقوب وأبي جعفر وخلف، وليس على ذلك أثارة من علم فإن هذه القراءات كل واحدة منها منقولة نقلا آحاديا، كما يعرف ذلك من يعرف أسانيد هؤلاء القراء لقراءاتهم، وقد نقل جماعة من القراء الإجماع على أن في هذه القراءات ما هو متواتر، وفيها ما هو آحاد ولم يقل أحد منهم بتواتر كل واحدة من السبع فضلًا عن العشر وإنما هو قول قاله بعض أهل الأصول وأهل الفن أخبر بفنهم.

والحاصل أن ما اشتمل عليه المصحف الشريف واتفق عليه القراء المشهورون فهو قرآن، وما اختلفوا فيه، فإن احتمل رسم المصحف قراءة كل واحد من المختلفين مع مطابقتها للوجه الإعرابي والمعنى العربي فهي قرآن كلُّها، وإن احتمل بعضها دون بعض، فإن صحّ إسنادا ما لم يحتمله وكانت موافقة للوجه الإعرابي فهي شاذة ولها حكم أخبار الآحاد في الدلالة على مدلولها وسواء كانت من القراءات السبع أومن غيرها. وأما ما لم يصحّ إسناده مما لم يحتمل الرسم فليس بقرآن ولا منزل منزلة أخبار الآحاد أما انتفاء كونه قرآنا فظاهر وأما انتفاء تنزيله منزلة أخبار الآحاد عدم صحة إسناده وإن وافق المعنى العربي والوجه الأعرابى فلا اعتبار بمجرد الموافقة مع عدم صحّة الأسناد.“

[إرشاد الفحول: ص ۸۷-۸۸، دار الكتب العربي ۱۹۹۹ء]

”اِس بارے میں اِختلاف ہے کہ قرآن کریم کے جو الفاظ خبر واحد سے نقل ہوئے ہیں کیا وہ قرآن ہیں یا نہیں؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ شروط موجود نہیں ہیں جو قرآن کے لیے ضروری ہیں اس لیے کہ قرآن کلام ربانی، اَحکام شرعیہ پر مشتمل ایک معجزہ ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ متواتر ہو اگر وہ متواتر نہیں تو وہ قرآن نہیں یہ اُصولین کا نقطۂ نگاہ ہے لہٰذا قراءاتِ سبعہ یعنی نافع، ابن کثیر، ابن عمرو، ابن عامر، عاصم، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ میں سے ہر ایک متواتر ہے اسی میں ان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ قراءاتِ عشرہ بھی متواتر ہیں جس میں مذکورہ سات کے علاوہ ابوجعفر، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت شامل ہے جبکہ اس پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک قراءات خبر آحاد سے منقول ہے جس طرح قراءات کی اَسناد کے عالم اس سے پوری طرح باخبر ہیں۔ قراء کی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت نے اس پر اِجماع نقل کیا ہے کہ قراء اتِ عشرہ میں سے بعض قراء ات متواتر ہیں اور بعض خبر واحد کے ذریعہ سے منقول ہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ قراء اتِ سبعہ میں سے ہرایک متواتر ہے چہ جائیکہ عشرہ کے بارے میں یہ بات کہی جائے اور ہر صاحب ِفن اپنے فن کے بارے میں زیادہ باخبر ہوتا ہے جیسا کہ بعض اُصولیوں نے کہا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ مصحف میں موجود ہے اور مشہور قراء جس پر متفق ہیں وہ قرآن ہے اور جس میں قراء کا اِختلاف ہو وہ اگر رسم اور لغت عرب کے موافق ہے تو وہ بھی سارا کا سارا قرآن ہے لیکن اگر سند صحیح ہو وجہ عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف اس کو قبول نہ کرتا ہو تو وہ شاذ ہے تو اس کا حکم دلالت میں خبر آحاد کی مثل ہے برابر ہے کہ وہ قراء اتِ سبعہ میں سے ہو یا ان کے علاوہ لیکن جس کی سند بھی صحیح نہ اور رسم مصاحف سے بھی مخالف ہو اگر چہ نحوی وجہ کے موافق ہو تو نہ تو وہ قرآن ہے اور نہ ہی اس کا درجہ خبر آحاد کا ہے۔''

اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے ماخوذ نکات

① اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے قراء ت کے بارے میں ائمہ کے مذاہب کا تذکرہ کیا ہے کہ بعض علماء کے ہاں قراء اتِ عشرہ ساری کی ساری متواترہ ہیں، جبکہ ایک نظریہ یہ ہے کہ قراء ات کی اَسناد تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچتی بلکہ خبر آحاد ہیں، ایک جماعت نے قراء کا اِجماع نقل کیا ہے کہ قراء اتِ متواترہ کے ساتھ ساتھ کچھ اَلفاظ خبر آحاد سے بھی مروی ہیں۔

② اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے اس بحث کا نتیجہ یوں نکالا ہے کہ ہر وہ قراء ت جو رسم مصحف کے مطابق ہے اور جمیع قراء اسکے قرآن ہونے پر متفق ہیں تو وہ بالاتفاق قرآن ہے اور اگر قراء میں اختلاف موجود ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے برابر ہے کہ وہ متواتر ہو یا آحاد، رسم مصحف کے بھی موافق اور لغت عرب سے بھی موافق ہو تو وہ بھی بالاتفاق قرآن مجید ہے۔ البتہ کسی قراء ات کی سند صحیح ہے اور وجہ اعرابی کے بھی مطابق ہے لیکن رسم مصحف کے خلاف ہے تو وہ قراء تِ شاذہ ہے۔ بطور قرآن اس کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا درجہ خبر آحاد کی مثل ہوگا جس سے اِستنباط ہوسکتا ہے۔

دوسری جگہ اپنی کتاب السیل الجرار میں فرماتے ہیں:

”والحق أن القراءات السبع فيها ما هو متواتر وفيها ما هو آحاد وكذلك القراءات الخارجة عنها وقد جمعنا في هذا رسالة حافلة ونقلنا فيها مذاهب القراء، وحكينا إجماعهم المروي من طريق أهل هذا الفن: أن المعتبر في ثبوت كونه قرآنا هو صحة السند مع احتمال رسم المصحف له وموافقته للوجه العربي. وأوضحنا أن هذه المقالة، أعني كون السبع متواترة وما عداها شاذاً ليس بقرآن. لم يقل بها إلا بعض المتأخرين من أهل الأصول، ولا تعرف عند السلف ولا عند أهل الفن على اختلاف طبقاتهم و تباين أعصارهم.“

[السيل الجرار:٢٣٩]

''حق بات یہ ہے کہ قراء اتِ سبعہ میں بعض متواتر ہے اور بعض آحاد ایسے ہی وہ قراء ات ہے جو سبعہ کے علاوہ (قراء اتِ ثلاثہ) ہیں۔ اس بارے میں ہم نے ایک باقاعدہ رسالہ بھی تحریر کیا ہے جس میں قراء کے مذاہب نقل کئے ہیں اور اَہل فن کا اِجماع بھی نقل کیا ہے کہ قرآن ہر وہ شے ہے جس کی سند صحیح ہو، رسم عثمانی کے موافق ہو اور وجہ عربی کے بھی موافق ہو۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا، کہ قراء اتِ سبعہ متواتر ہیں اور اس کے علاوہ باقی جمیع قراء اتِ شاذ ہیں، یہ بعض متاخرین اُصولیوں کے علاوہ کسی نے نہیں کہا، سلف نے اور اہل فن میں سے کسی نے بھی کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی طبقہ اور عصر میں ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

اسی بحث کو امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الأوطار میں باب الحجة في الصلوٰة بقراءة ابن مسعود وأبي میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"والمصنف -رحمه الله- عقد هذا الباب للرد على من يقول: إنها لا تجزئ في الصلاة، إلا قراءة السبعة القراء المشهورين. قالوا: لأن ما نقل أحاديا ليس بقرآن، ولم تتواتر إلا السبع دون غيرها، فلا قرآن إلا ما اشتملت عليه. وقد رد هذا الاشتراط إمام القراءات الجزري، فقال في النشر: زعم بعض المتأخرين أن القرآن لا يثبت إلا بالتواتر ولا يخفى ما فيه لأنا إذا اشترطنا التواتر في كل حرف من حروف الخلاف انتفى كثير من أحرف الخلاف الثابتة عن هؤلاء السبعة وغيرهم. وقال: ولقد كنت أجنح إلى هذا القول ثم ظهر فساده. وموافقة أئمة السلف والخلف على خلاف وقال: القراءة المنسوبة إلى كل قارئ من السبعة وغيرهم منقسمة إلى المجمع عليه، والشاذ غير أن هؤلاء السبعة لشهرتهم وكثرة الصحيح المجمع عليه في قراءتهم تركن النفس إلى ما نقل عنهم فوق ما نقل عن غيرهم. فانظر كيف جعل اشتراط التواتر قولا لبعض المتأخرين وجعل قول أئمة السلف والخلف على خلافه.

وقال أيضاً في النشر: كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح إسنادها فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها، ولا يحل إنكارها، بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين، ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أو عمن هو أكبر منهم، هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف، صرح بذلك المدني والمكي والمهدوي وأبوشامة، وهو مذهب السلف الذي لا يعرف من أحدهم خلافه، قال أبوشامة في 'المرشد الوجيز' فلا ينبغي أن يغتر بكل قراءة تُعزَى إلى أحد هؤلاء السبعة، ويطلق عليها لفظ الصحة وأنها أنزلت هكذا، إلا إذا دخلت في تلك الضابط، وحينئذ لا ينفرد مصنف عن غيره، ولا يختص ذلك بنقلها عنهم، بل إن نقلت عن غيرهم من القراء فذلك لا يخرجها عن الصحة، فإن الاعتماد على استجماع تلك الأوصاف لا على من تنسب إليه، إلى آخر كلام ابن الجزري الذي حكاه عنه صاحب 'الإتقان'. وقال أبو شامة: شاع على السنة جماعة من المقرءين المتأخرين وغيرهم من المقلدين أن السبع كلها متواترة أي كل حرف مما يروى عنهم. قالوا: والقطع بأنها منزلة من عند الله واجب ونحن نقول بهذا القول، ولكن فيما أجمعت على نقله عنهم الطرق واتفقت عليه الفرق من غير نكير فلا أقل من اشتراط ذلك إذ لم يتفق التواتر في بعضها. إذا تقرر لك إجماع أئمة السلف والخلف على عدم تواتر كل حرف من حروف القراءات السبع، وعلى أنه لا فرق بينها وبين غيرها، إذا وافق وجها عربيا وصح إسناده ووافق الرسم ولو احتمالا بما نقلناه عن أئمة القراءتين لك صحة القراءة في الصلاة بكل قراءة متصفة بتلك الصفة سواء كانت من قراءة الصحابة المذكورين في الحديث أو من قراءة غيرهم. وقد خالف هؤلاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأئمة النويري المالكي في 'شرح الطيبة' فقال عند شرح قول ابن الجزري فيها:

فكل ما وافق وجه نحوي وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت شذوذه لو أنه في السبعة

ما لفظ ظاهره أن القرآن يكتفي في ثبوته مع الشرطين المتقدمين بصحة السند فقط ولا يحتاج إلى التواتر وهذا قول حادث مخالف لا جماع الفقهاء والمحدثين وغيرهم من الأصوليين والمفسرين. وأنت تعلم أن نقل مثل الإمام الجزري وغيره من أئمة القراء لا يعارضه نقل النويري لما يخالفه، لأنا إن رجعنا إلى الترجيح بالكثرة أو الخبرة بالفن أو غيرهما من المرجحات قطعنا بأن نقل أولئك الأئمة أرجح." [نيل الأوطار: ۲۳۸-۲۳۹]

''فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کا اس باب کو قائم کرنے کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قراء سبعہ کی قراءت کے علاوہ کسی کی قراءات نماز میں جائز نہیں ہے اور جو قراءات خبر آحاد سے منقول ہیں وہ قرآن نہیں ہیں۔متواتر قراءات صرف سبعہ ہیں اور صرف یہی قرآن ہیں حالانکہ اس شرط کا اِمام القراءات ابن الجزری رحمہ اللہ نے النشر میں ردّ کیا ہے اور کہا ہے:

''بعض متاخرین کا زعم ہے کہ قرآن صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ بات مخفی نہیں کہ اگر ہم نے یہ شرط لگا دی تو بہت سے اَحرف اور کلمات ثابتہ (جوان قراءِ سبعہ یا ان کے علاوہ سے منقول ہیں) کی نفی ہوجائے گی۔

پھر فرماتے ہیں: میں نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا پھر جب اس کے فساد اور سلف وخلف کے بارے میں علم ہوا کہ وہ اس کے خلاف ہیں تو میں نے ترک کردیا۔

نیز فرماتے ہیں: وہ قراءات جو قراء سبعہ اور دیگر کی طرف منسوب ہیں دو طرح سے ہیں۔بعض ایسی ہیں جو مجمع علیہ اور بعض شاذ ہیں، باقی جو قراءاتِ سبعہ ہیں ان کی شہرت کی وجہ سے اور اس لیے بھی کہ ان میں صحیح اور مجمع علیہ قراءات ہیں اس لیے طبیعت ان کی طرف زیادہ مائل ہے۔

اس کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہاں غور کرنا چاہیئے کہ کس طرح امام ابن جزری رحمہ اللہ نے تواتر کی شرط کو بعض متاخرین کا قول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ سلف وخلف اس کے مخالف ہیں۔

اپنے اس تبصرے کے بعد دوبارہ پھر امام جزری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نشر میں فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو صحیحہ ہے اس کا ردّ کرنا جائز نہیں، اس کا اِنکار کرنا حرام ہے اور وہ اُن اَحرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے جن کا قبول کرنا واجب ہے، برابر ہے کہ وہ ائمہ سبعہ یا ائمہ عشرہ کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی بھی قابل اِعتماد امام سے منقول ہو۔ جب بھی ان اَرکان ثلاثہ میں سے کوئی رُکن فوت ہوجائے تو وہ قراءت ضعیفہ، شاذہ یا باطلہ ہوگی اگرچہ وہ ائمہ سبعہ کی قراءت ہو یا ان سے بھی کسی بڑے امام کی ہو۔سلف وخلف میں سے محققین کا یہی مذہب ہے جس کی مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ، امام دانی رحمہ اللہ، ابوالعباس مہدوی رحمہ اللہ اور اِمام شامہ رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔''

اس بارے میں اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ 'المرشد الوجيز' میں فرماتے ہیں:

''کسی کے یہ لائق نہیں کہ اس بات سے دھوکہ کھائے کہ قراءِ سبعہ کی طرف منسوب ہر روایت مطلق طور پر صحیح ہے اگرچہ اسی طرح ہی نازل ہوئی ہو، ہاں اگر اسے اس ضابطہ میں داخل کردیا جائے اور وہ اس پر پوری اُترے تو اُسے درست

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا جا سکتا ہے۔اس وقت اس میں کوئی بھی ناقل کسی دوسرے سے منفرد نہیں ہے اور نہ اس کو خاص کیا جائے گا کہ وہ انہی قراءِ سبعہ سے نقل کرے بلکہ وہ اس کے علاوہ بھی کسی سے نقل کرے تو درجہ صحت سے وہ کسی طرح بھی نہیں گرتی کیونکہ اعتماد فقط اس پر ہوگا کہ آیا اس میں اَوصاف ثلاثہ جمع ہیں؟ نہ کہ اس پر کہ وہ منسوب کس سے ہے۔''

اسی طرح ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متاخر قراء اور مقلدین میں یہ بات عام طور پر معروف ہے کہ قراءاتِ سبعہ ساری کی ساری متواتر ہیں یعنی ہر ایک حرف جو بھی قراءِ سبعہ سے مروی ہے وہ درجۂ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اور ہم کہتے ہیں قطعی بات یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ وہ منزلة، من عنداللہ ہے۔لیکن اس میں کم از کم یہ شرط ضرور پائی جائے کہ اس کے طرق متفق ہوں اور جمیع علماء کا اس پر اِتفاق ہو اور کسی نے اس کے قران ہونے کا اِنکار نہ کیا ہو اگرچہ وہ تواتر کے درجہ تک نہ بھی پہنچتی ہوں۔

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ کے اس قول کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سلف وخلف کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ قراءاتِ سبعہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے، ان میں اور دیگر قراءات (یعنی عشرہ) میں کوئی فرق نہیں ہے جب وہ وجہ نحوی کے موافق ہو سند صحیح ہو اور رسم مصاحف کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو تو یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر ایسی قراءت کے ساتھ نماز درست ہے برابر کہ وہ مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی اور کی ہو۔اس مسئلہ میں جمہور ائمہ کی امام النویری المالکی رحمہ اللہ نے شرح الطیبہ میں مخالفت کی ہے اور ان اَشعار:

فكل ما وافق وجه نحوي وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت شذوذه لو أنه في السبعة

کی شرح میں لکھتے ہیں: امام جزری رحمہ اللہ کے الفاظ جو ظاہر کر رہے ہیں کہ قران کے ثبوت کے لیے مذکورہ دو شروط (یعنی وجہ نحوی اور موافقت رسم) کے ساتھ صرف صحت سند کافی ہے تواتر کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نیا قول ہے جو فقہاء، محدثین، اصولیین اور مفسرین کے اجماع کے خلاف ہے۔

اس پر امام شوکانی رحمہ اللہ تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''کہ اس بات کا آپ کو بخوبی علم ہے کہ نویری کی بات علامہ جزری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اگر ترجیح کے اسباب کی طرف بھی رجوع کریں تو اِمام جزری رحمہ اللہ کے ہم نوا زیادہ لوگ ہیں اور پھر فن قراءات پر گہری نظر رکھنے والے ائمہ ہیں جو کہ اس کے راجح ہونے کے لیے کافی ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ تینوں اَبحاث سے درج نکات سامنے آتے ہیں:

① صرف یہ کہنا کہ قراءاتِ سبعہ ہی قران ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز بطور قران قبول نہیں کی جائے گی یہ بات سراسر غلط ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید موجود ہے۔

② یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے بلکہ بعض اَحرف (کلمات) سند کے اِعتبار سے آحاد بھی ہیں۔

③ ثبوتِ قراءات کے سلسلہ میں امام شوکانی رحمہ اللہ سو فیصد امام ابن الجزری رحمہ اللہ کے نظریہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ قراءات جو رسم عثمانی کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو لغت عرب کے مطابق ہو اور اس کی سند

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہو برابر ہے کہ اُسے سندی تواتر حاصل ہو یا نہ ہو وہ قرآن ہے اوراس کا اِنکارقران کا اِنکار ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور یہ نظریہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ کا نہیں ہے بلکہ جمیع محقق ائمہ مثلاً امام دانی رحمہ اللہ، مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ، ابوالعباس المہدوی رحمہ اللہ اورابوشامہ رحمہ اللہ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس بارے میں ہماری پہلی گذارش یہ ہے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ حجیت قراءات کے اُسی قدر قائل ہیں جس قدر امام ابن الجزری رحمہ اللہ ہیں اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ بالاتفاق قراءت کے امام اور محقق اعظم ہیں اور قراءاتِ عشرہ میں سے ہرایک قراءت کو حجت اور قرآن تسلیم کرتے ہیں لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کے صرف اس ایک مسئلہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ قراءتِ سبعہ یا عشرہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے بلکہ بعض آحاد بھی ہیں، کوئی آدمی یہ دلیل لے کہ وہ علم تجوید و قراءات میں آئمہ اسلاف سے علیحدہ کوئی رائے رکھتے تھے، تو یہ ان پر بہتان ہے۔ حالانکہ وہ اس مسئلہ میں جمہور علماء اور محقق قراء کے ہی پیرو ہیں اور ان سے ایک قدم بھی آگے بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو، جو امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر متنوع قراءات کے مسئلہ میں جمہور سلف سے علیحدہ رائے رکھتے ہیں، انہیں اپنے مؤقف پر نظرثانی فرمانے کی ضرورت ہے، کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نمائندہ علماء میں کوئی ایسا فرد نہیں جو تنوع قراءات کے سلسلے میں اس قسم کی 'منفرد' رائے رکھتا ہو، حتی کہ اَہل تشیع بھی تعبیرات کے اختلاف سے قطع نظر مجموعی طور پر اس مسئلہ میں اہل سنت کے ساتھ ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ رائے کہ وہ صحیح بخاری وغیرہ میں منقول قراءاتِ شاذہ کے بھی قرآن ہونے کے قائل تھے، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی امام شوکانی رحمہ اللہ تو کیا اَہل السنۃ والجماعۃ کے مقتدر پیشواؤں سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی، بلکہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس نظریہ کا بذات خود پُرزور ردّ کیا ہے۔ وہ السیل الجرار میں فرمایا ہے: ”أن المعتبر في ثبوت كونه قرانا هو صحة السند مع احتمال رسم المصحف له و موافقته للوجه العربي: ثبوت قرآن میں اگر کوئی چیز معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو، رسم مصحف میں اس کا اِحتمال موجود ہو اور وجہ عربی (نحوی) کے موافق ہو۔ لہٰذا جب تک کسی بھی روایت کے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ رسم کی موافقت موجود نہیں ہے تو امام شوکانی رحمہ اللہ کے ہاں بھی قران نہیں ہے اور بخاری وغیرہ کی جمیع روایات رسم مصحف کے مخالف ہونے کی وجہ سے بطور قران قبول نہیں کی جاسکتیں۔ جیسا کہ اِرشاد الفحول میں خود امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی بالکل واضح کھلے اور صریح اَلفاظ میں صراحت کی ہے اور اُسے غیر قران یعنی قراءتِ شاذہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”فإن صح إسناد ما لم يحتمله وكانت موافقة للوجه الإعرابي والمعنى العربي فهي شاذة.“

”اگر سند صحیح بھی ہو اور وجہ اعرابی معنی عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف کا احتمال موجود نہیں ہے تو وہ قراءتِ شاذہ ہے۔“

لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر غیر قران کا قران قرار دینا خود امام شوکانی رحمہ اللہ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو ارسال کئے گئے فتویٰ میں جو آپ کے نزدیک بنیادی نقطہ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ شیوخ نے قراءاتِ عشرہ کو متواترہ کیوں لکھا ہے۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ علماء کے ہاں تواتر کی تعریف میں فرق ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کی تعریف کی ہے اور وہی عام طور پر معروف ہے، فرماتے ہیں:

”فأما خبر المتواتر فهو ما أخبر به القوم الذين يبلغ عددهم حداً يعلم عند شاهدتهم بمستقر العادّة أن اتفاق الكذب منهم محال.“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خبر متواتر وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے اتنے زیادہ لوگ ہوں کہ ان کے مشاہدہ سے معلوم ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہے پھر اسی تعریف کو دیگر مصنفین مزید تہذیب اور تنقیح سے بیان کیا ہے جیسا کہ تیسر مصطلح الحدیث میں ہے:"ماروا‌ه عدد كثير تحيل العادة تواطؤهم على الكذب ."

''متواتر وہ روایت ہے کہ جسے روایت کرنے والے اس قدر زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو۔''

[تيسير مصطلح الحديث: ١٩]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی اس تعریف کے بارے میں حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن المشهور المتواتر الذي يذكره أهل الفقه وأصوله، وأهل الحديث لا يذكرونه باسمه الخاص المشعر بمعناه الخاص وإن كان الحافظ قد ذكره، ففي كلامه ما يشعر بأنه اتبع فيه غير أهل الحديث ."

''اور مشہور روایت میں سے متواتر روایت کی تعریف بھی ہے جو فقہاء اور اصولیوں نے ذکر کی ہے، جبکہ محدثین اس خاص نام اور مخصوص معنی کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کرتے۔ اگرچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس تعریف کو ذکر کیا ہے لیکن ان کے کلام سے یہی مترشح ہے کہ وہ اس مسئلہ میں محدثین کے متبع نہیں ہیں۔''

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے جس نظریہ پر نقد کیا ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کو جو عدد رواۃ کے ساتھ مقید کر دیا ہے یہ محدثین کے نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔

اِس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلا معنى لتعيين العدد على الصحيح ."[نزهة النظر:١٠]

''صحیح بات یہ ہے کہ تعین عدد کوئی چیز نہیں ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے نظریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وأما المتواتر فالصواب الذي عليه الجمهور: أن المتواتر ليس له عدد محصور، بل إذا حصل العلم عن أخبار المخبرين كان الخبر متواتراً ."

''متواتر کے سلسلہ میں درست رائے وہی ہے جس پر جمہور ہیں کہ متواتر کیلئے کسی تعین عدد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جب کسی خبر سے علم یقینی حاصل ہوجائے وہ متواتر ہے۔'' [مجموع فتاویٰ: ۱۸/۴۰]

شیخ الاسلام متواتر روایت کے بارے میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

"فلفظ المتواتر يراد به معان، إذ المقصود من المتواتر ما يفيد العلم، لكن من الناس من لا يسمىٰ متواتراً إلا ما رواه عدد كثير يكون العلم حاصلًا بكثرة عددهم فقط . و يقولون: إن كل عدد أفاد العلم في قضية أفاد مثل ذلك العدد العلم في كل قضية وهذا قول ضعيف .

والصحيح ما عليه الأكثرون أن العلم يحصل بكثرة المخبرين تارةً ويحصل بصفاتهم لدينهم وضبطهم وقد يحصل بقرائن تحتف بالخبر يحصل العلم لمجموع ذلك وقد يحصل العلم بطائفة دون طائفة وأيضاً فالخبر الذي تلقاه الأئمة بالقبول تصديقاً أو عملا بموجبه يفيد العلم عند جماهير السلف والخلف ."[مجموع فتاویٰ: ۱۸/۴۸]

''لفظ متواتر سے کئی معانی مراد ہیں جبکہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ متواتر فقط وہی ہے جس کو عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور علم یقینی کا فائدہ صرف اُسی خبر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگا جس میں رُواۃ کی کثرت ہو۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر وہ عدد جو کسی خاص معاملہ میں علم یقینی کا فائدہ دے ضروری ہے کہ یہی عدد ہر ایک قضیہ میں علم یقینی کا فائدہ دے جبکہ یہ انتہائی ضعیف قول ہے۔
صحیح بات وہی ہے جس پر اکثر اہل علم ہیں کہ کبھی علم یقینی رواۃ کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے، کبھی رواۃ کی اعلیٰ صفات یعنی ان کے ضبط اور دینداری کی بنیاد پر ملتا، کبھی ایسے قرائن ساتھ مل جاتے ہیں جو اُسے علم قطعی کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں، بعض دفعہ ایک جماعت تو علم کا فائدہ دے رہی ہوتی ہے لیکن دوسری نہیں۔ اسی طرح ہر وہ خبر بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے جیسے تلقی بالقبول حاصل ہوجائے اُسے ائمہ قبولیت صرف تصدیق کرکے عطا کریں یا اس پر عمل کرکے جیسا کہ جمہور سلف خلف کا نقطۂ نظر ہے، آخر میں فرماتے ہیں وهذا معنى المتواتر ، یہ ہے متواتر کا مفہوم۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس واضح اور دوٹوک تصریح کے بعد مزید کسی بات کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ تواتر صرف یہ نہیں ہے جو کثرتِ رواۃ کی بنیاد پر ہوتا ہے بلکہ ہر وہ شے جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور کثرتِ رواۃ سے بھی قطعیت کا حصول ہوجاتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ذرائع بھی ایسے ہیں جن سے علم قطعی اور یقینی کا فائدہ حاصل ہوگا، خبر کا ہر وہ ذریعہ جس سے علم یقینی اور قطعی حاصل ہو وہ متواتر ہے۔ لہٰذا جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شیوخ نے اپنے فتویٰ میں قراءاتِ عشرہ کے متواتر ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ 'ما أفاد القطع فهو متواتر' کہ جو بھی چیز قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور قرآن کریم کے بارے میں اُمت مسلمہ کا ہر ہر دور میں یہ اِجماع رہا ہے اور آج بھی ہے کہ قرآن قطعی الثبوت ہے۔

یہ صرف ہمارا موقف نہیں بلکہ بقول حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ، جمہور سلف وخلف اسی نظریہ کے قائل ہیں اور جو لوگ صرف اس بات کے قائل ہیں کہ تواتر صرف کثرت رواۃ کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے ان کا قول ضعیف ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اِمام شوکانی رحمہ اللہ اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس کی نفی کیوں کی ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے اس سے ان کا مقصود فقط یہ کہ قراءات کا ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ بعض اَحرف سند کے اعتبار سے آحاد ہیں اور ان کے سند کے آحاد ہونے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ وہ قطعی الثبوت نہیں ہیں اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو اُسے اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی جمیع قراءات قطعي الثبوت ہیں اور قطعی الثبوت کے بارے میں جمهور أهل الحديث من السلف والخلف کا نظریہ یہ ہے کہ وہ متواتر ہے۔ والله أعلم بالصواب .

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قاری فہد اللہ مراد
رُکن مجلس التحقیق الاسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

قاری محمد ابراہیم میر محمدی☆
مرتّب: محمد مصطفیٰ راسخ*

مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ رحمہ اللہ میں علومِ قرآن

ائمہ اسلاف میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ متعدد کتب کے مصنف ہیں اور اہل علم کے ہاں ان کی آراء کو معتبر خیال کیا جاتا ہے، اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتبِ فکر ان کے نقطہ نظر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ میں انہوں نے مختلف سوالوں کے جواب دیتے ہوئے متعدد علوم کے ساتھ ساتھ قراءاتِ قرآنیہ کی حجیت، قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال، منکرین قراءات کا حکم، قراءات شاذہ کی شرعی حیثیت، ضبط القرآن، رسم القرآن، جمع القرآن، تجوید القرآن، حفاظتِ قرآن اور آدابِ تلاوت وغیرہ جیسے موضوعات کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ امام صاحب نے تقریباً چار مختلف مقامات پر حجیتِ قراءات کے حوالے سے گفتگو کی ہے، جس میں انہوں نے حدیث «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [صحيح البخاري: ۴۹۹۲] کی وضاحت، نماز میں قراءاتِ مختلفہ کی تلاوت اور قراءاتِ عشرہ کو جمع کرکے پڑھنے کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔

اسی طرح انہوں نے مختلف سوالات کے جواب دیتے ہوئے تقریباً بیس (۲۰) مختلف مقامات پر اپنے موقف کی تائید میں قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ رُشد کے گذشتہ شمارہ قراءات نمبر حصہ دوم میں ہم نے ''آئمہ اسلاف اور عرب مفتیان کے فتاویٰ'' نامی مضمون میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حجیتِ قراءات کے حوالے سے تفصیلی فتاویٰ کا ترجمہ پیش کیا تھا۔ اس مضمون کے چھپ جانے کے بعد اُستاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ نے مجموع فتاویٰ میں موجود علوم قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ پر مشتمل ابحاث کے حوالے سے تفصیلی مواد ہمیں ارسال کیا جو انہوں نے کچھ عرصہ قبل پورے مجموع فتاویٰ کے مطالعہ سے منتخب کیا تھا۔ اس کو تفصیلاً نقل کرنا تو مشکل ہے، کیونکہ یہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے پیش نظر مجلس التحقیق الاسلامی کے فاضل رُکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ نے ان ابحاث کا اشاریہ تیار کر دیا ہے تاکہ قارئین براہ راست مجموع فتاویٰ سے استفادہ کرسکیں۔ (اگر اللہ نے موقع دیا تو تفصیلی ابحاث بھی ان شاء اللہ بعد میں کبھی شائع کردی جائیں گی)

ہم علومِ قرآن سے متعلق ان تمام ابحاث کا اشاریہ قارئین کے سامنے پیش کررہے ہیں تاکہ عوام بھی اس بیش قیمت خزینہ سے مستفید ہوسکیں۔ مجموع فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ امام صاحب رحمہ اللہ نہ صرف قراءاتِ قرآنیہ کے عالم تھے بلکہ وہ متعدد فقہی مسائل میں ان سے استدلال بھی کیا کرتے تھے۔ [ادارہ]

☆ پرنسپل كلية القرآن الكريم، مرکز البدر، بنگہ بلوچاں، پھول نگر
* فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیت قراءات

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں حدیث: «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [صحیح البخاری: ۴۹۹۲] کی وضاحت، نماز میں قراءاتِ مختلفہ کی تلاوت، قراءات عشرہ کی حجیت اور قراءاتِ شاذہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ نیز انہوں نے منکر قراءات کی تکفیر اور قراءاتِ عشرہ کو جمع کرکے پڑھنے کے بارے میں بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

حجیت قراءات کے حوالے سے ان کی یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔

[مجموع فتاویٰ: ۱۳/۳۸۹-۴۲۴، ۱۳/۴۴۴-۴۴۵، ۱۲/۵۶۹-۵۷۰، ۲۰/۲۶۰]

تذکرہ قراءات

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ متعدد علوم کے ساتھ ساتھ علومِ قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر قراءاتِ عشرہ، قراءاتِ سبعہ کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے فتویٰ میں ان قراءات کو ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے مجموع فتاویٰ میں درج ذیل مقامات پر مختلف قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔ [۱/۳۳۸-۳۳۹، ۱۲/۵۶۹-۵۷۰، ۱۴/۷۲، ۱۵/۲۴۸، ۱۵/۲۴۸-۲۶۴، ۱۶/۴۸-۵۱، ۱۶/۱۴۵-۱۴۶، ۱۶/۵۳۷-۵۳۸، ۱۷/۱۳۰، ۱۷/۱۸۳، ۲۱/۱۲۲-۱۳۴، ۲۱/۲۳۲-۲۳۵، ۲۱/۳۴۶-۳۵۰، ۲۲/۲۶۴، ۲۲/۴۵۴-۴۶۷، ۲۲/۴۴۵، ۲۲/۶۴۴-۶۵۱، ۲۴/۲۴۴، ۲۴/۴۱-۴۵]

ضبط القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قراءاتِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ ضبط اور اعراب وغیرہ پر بھی گفتگو کی ہے۔ ضبط اور علم الضبط کی اہمیت اور اس کی چند مختصر جزئیات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ انہوں نے مجموع فتاویٰ میں درج ذیل مقامات پر ضبط القرآن کا تذکرہ کیا ہے۔ [۳/۴۰۱-۴۰۴، ۱۲/۱۰۰-۱۰۲، ۱۲/۵۷۶-۵۷۸، ۱۲/۵۸۶-۵۸۷، ۱۳/۱۰۵]

تلاوۃ القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید کو خوبصورت آواز سے پڑھنے، غور سے سننے اور نماز میں تلاوت قرآن کی فضیلت جیسی ابحاث کو بھی موضوعِ گفتگو بنایا ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ موسیقی کی بجائے قرآن مجید کو پڑھا اور سنا جائے اور اپنے دلوں کا زنگ اتارا جائے۔ نیز آداب تلاوت پر بھی سات اصول نقل کیے ہیں۔ مجموع فتاویٰ میں یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔ [۳/۴۲۵-۴۲۷، ۱۱/۵۳۱، ۵۲۶، ۲۱/۲۶۵-۲۶۷]

ترجمۃ القرآن

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ترجمہ اور تفسیر القرآن کے لیے بھی رہنما اُصول ذکر کیے ہیں اور تفصیل کے ساتھ اس امر پر گفتگو کی ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں کن کن اُمور کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ترجمہ و تفسیر القرآن کے حوالے سے ان کی بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔ [۴/۱۱۶-۱۱۷]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی شرعی حیثیت

قرآن کی شرعی حیثیت کے بارے میں بعض گمراہ فرقوں نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ جب کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس گمراہ کن عقیدے کے سامنے بند باندھا اور بے شمار تکالیف کے باوجود یہی نعرہ بلند کرتے رہے کہ قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن کی شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور یہ بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۲/۷۰]

حفاظت قرآن

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] ''بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں حفاظت قرآن کے موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لیا ہے۔
حفاظت قرآن کے حوالے سے ان کی بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۲/۱۰۰-۱۰۲]

تعریف القرآن

قرآن مجید کی تعریف، قرآن کیا ہے؟ دیگر کتب سماوی سے قرآن کے امتیازات، مصاحف اور صدور میں حفاظت قرآن مجید کا ادب واحترام جیسی ابحاث مجموع فتاویٰ کے درج ذیل مقامات پر موجود ہیں۔[۱۲/۳۸۱-۳۹۱، ۱۲/۵۷۹]

جمع قرآن

قرآن مجید کی جمع کے تین معروف دور ہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید کی تدوین اور جمع کے ان اَدوار ثلاثہ پر بھی گفتگو کی ہے اور تینوں اَدوار کی کیفیت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کی یہ بحث درج ذیل مقامات پر موجود ہے۔[۱۵/۲۴۸-۲۶۴، ۲۱/۳۱۷-۳۱۹]

اہل قرآن کے فضائل

جس طرح قرآن مجید ایک عظیم الشان کتاب ہے اسی طرح اہل قرآن بھی عظیم المرتبت لوگ ہیں، کیونکہ ان کی نسبت قرآن کے ساتھ ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل قرآن کے فضائل کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ ان کی یہ بحث درج ذیل مقام پر موجود ہے۔[۱۶/۴۸]

تجوید القرآن

قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا فرض اور واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ [المزمل:۴] سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترتیل سے مراد تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف ہے۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں تجوید القرآن، مخارج الحروف اور ان کی صفات سمیت تمام تر تفصیلات پر بھی بحث کی ہے۔ جس کے لیے درج ذیل مقامات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔[۱۶/۲۲۱، ۲۲۵، ۲۳/۳۵۰-۳۵۱، ۳۵/۴۷۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متفرقات

اس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے مجموع فتاویٰ میں قرآن وعلوم قرآن سے متعلقہ متعدد دیگر موضوعات پر گفتگو کی ہے۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① بوسیدہ مصاحف کوتلف کرنے کا حکم [۱۲/۵۹۹-۶۰۰]
② سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۃ الاخلاص کی فضیلت [۱۷/۲۰۵]
③ حکم نسخ القرآن بالسنة [۲۰/۳۹۷-۳۹۹]
④ الجهر بالبسمله وحكمها في الصلاة [۲۲/۲۶۴-۲۶۷،۲۲/۲۷۴-۲۷۹]
⑤ البسمله آية أم لا؟ [۲۲/۳۴۸-۳۵۵،۲۲/۵۰۵-۴۴۵]
⑥ درود شریف کے الفاظ کا اختلاف [۲۲/۴۵۴-۴۶۷،۲۲/۶۴۴-۶۵۱]
⑦ حكم سجدة التلاوة بلا وضوء [۲۳/۴۷-۴۸]
⑧ طلب العلم أو تلاوة القرآن أيهما أفضل؟ [۲۳/۵۴-۶۷]
⑨ حكم أجرة الإمام [۲۳/۳۶۷]
⑩ حكم الصلاة بدون وضوء ناسيا [۲۳/۳۶۹]
⑪ حكم كتابة القرآن على الدرهم والدينار وغيرهما [۲۵/۶۶-۶۷]
⑫ أي الرجل أفضل بالإمامة؟ [۲۳/۳۴۰-۳۴۱]
⑬ من يقرأ الضاد متشابهاً بالظاء فحكم صلاته [۲۳/۳۵۰-۳۵۱]
⑭ عدد سجود التلاوة في القرآن [۲۳/۱۳۶-۱۷۷]
⑮ حكم التراويح بعد المغرب [۲۳/۱۱۴-۱۲۲]

————*

علوم قراءات پر تفصیلی اشاریہ جات

معزز قارئین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ رُشد قراءات نمبر حصہ سوم کی ضخامت بڑھنے کی وجہ سے کتابیات، مخطوطات اور اشاریہ جات وغیرہ سے متعلق بعض مضامین کو، جو تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل تھے، شمارہ ہذا میں شامل نہیں کیا گیا، صرف تبرک کے طور پر مضمون 'مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ میں علوم قرآن' اس شمارہ میں شائع کیا گیا ہے۔لہٰذا 'ادارہ رُشد' اس قسم کے تمام مضامین کو اپریل اور مئی ۲۰۱۰ء دو ماہ پر مشتمل قراءات نمبر حصہ چہارم کے طور پر شائع کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ شمارہ صرف اشاریہ جات پر مشتمل ہوگا جس میں افادۂ قارئین کیلئے پچھلے دونوں قراءات نمبر میں موجود اس قسم کے مضامین کو دوبارہ شائع کیا جائے گا۔ نیز تینوں قراءات نمبرز کے تمام مضامین کے ذیلی ۹۰۰ ابحاث کا بھی تفصیلی اشاریہ شاملِ اشاعت ہوگا۔ انشاء اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاہیر قراء کرام کا تذکرہ

اس سلسلہ کا ایک تفصیلی مضمون اسی سے قبل ماہنامہ رُشد قراءات نمبر دوم میں صفحہ ۶۷۶ تا صفحہ ۷۵۵ پر شائع ہو چکا ہے جس میں تمام میادین علم کی علمی شخصیات کی علم تجوید وقراءات کے ساتھ وابستگی کے حوالے سے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ زیر نظر مضمون اگرچہ انتہائی مختصر ہے لیکن اس میں صرف متعدد علوم کے صرف معروف علماء کے علم قراءات سے تعلق پر بحث کی گئی ہے، نیز ان کے حالات زندگی سے بھی بالاختصار پردہ اُٹھایا گیا ہے۔

صاحب ِمضمون شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ نے یہ تحریر ادارۂ رُشد کی فرمائش پر قراءات نمبر سوم کیلئے خاص طور پر ترتیب دی ہے۔ آپ کا تعلق ادارہ کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور سے دوطرح قائم ہے۔ اولاً یوں کہ سرپرست ماہنامہ رُشد کے ساتھ مل کر کلیۃ القرآن کی بنیاد رکھنے اور اس کے فروغ کا باعث بننے والے جناب شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میرمحمدی ﷾ آپ کے خاص شاگرد ہیں۔ ثانیاً خود قاری صاحب ﷾ آج کل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور کے اعزازی رئیس ہیں۔ بہرحال ہم قاری صاحب ممدوح کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے قیمتی مصروفیات سے ٹائم نکال کر یہ مضمون ہمیں ارسال فرمایا۔ [ادارہ]

اِسلام کی آفاقی تعلیمات ہم تک پہنچنے کا ذریعہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے خیر قرون میں اَپنے سینوں میں قرآن وسنت کو محفوظ کیا اور زمانے کے حوادث سے بچا کر سو فیصد خالص شکل میں ہم تک پہنچا دیا۔ ان میں سے جن نفوسِ قدسیہ کے ذریعے قرآن کریم کے حروف وقراءات ہم تک پہنچے ہیں ان کو تاریخ نے قراء کا نام دیا ہے جن میں سب سے جلیل القدر شخصیات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہیں، جن کی صفات وخصائل سے کتب بھری پڑی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مرورِ زمانہ کے ساتھ جن لوگوں نے یہ ذمہ داری نبھائی یقیناً وہ بھی اِس لائق ہیں کہ اُن کے فضائل ومناقب کو جمع کیا جائے اور خوبصورت اَلفاظ میں اُن کا ذکر خیر کیا جائے۔ انہی میں سے چند وہ اَشخاص جن کی خدمات کسی طرح بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں ہم اُن کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اَبوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

اَبوعبید قاسم بن سلام الخراسانی الانصاری البغدادی رحمہ اللہ صاحبِ تصانیفِ کثیرۃ ہیں ان کی کتب فقہ، لغت اور شعر میں بھی ہیں لیکن آپ فنِ قراءات بالخصوص رسم قرآن اور اَوقاف کے اِمام مانے جاتے ہیں۔

- علامہ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ فرماتیہیں:

’’آپ نے علم قراءات، اِمام کسائی، شجاع بن اَبی نصر، اِسماعیل بن جعفر اور حجاج بن محمد سے عرضاً وسماعاً حاصل کیا ہے۔

☆ مدیر جامعہ عزیزیہ، ساہیوال، اعزازی رئیس کلیۃ القرآن، جامعہ ہذا، اہلحدیث مکتبہ فکر میں علم تجوید وقراءات کے بانی اُستاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ سے بے شمار مخلوق نے قراءات کو نقل کیا ہے۔''

◉ امام دانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''آپ اپنے زمانے میں جمیع علوم کے جامع مانے جاتے تھے۔ آپ ثقہ اور عامل بالسنۃ مشہور تھے۔ محدثین میں سے بڑے بڑے علماء آپ کے شاگرد تھے مثلاً امام ابومحمد الدارمی رحمہ اللہ، ابوبکر بن اَبی الدنیا رحمہ اللہ، محمد بن یحییٰ المروزی رحمہ اللہ اور احمد بن یحییٰ البلاذری رحمہ اللہ وغیرہم۔ آپ مقلد نہیں بلکہ ایک مجتہد اِمام تھے اور اِمام اللغۃ بھی مانے جاتے تھے۔''

◉ اِمام اَحمد بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اِسحٰق بن راہویہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ اِمام ابوعبید قاسم بن سلام مجھ سے بڑے فقیہ اور عالم ہیں۔''

◉ امام حسن بن سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے اسحٰق بن راہویہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم اَبوعبید قاسم بن سلام کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔''

◉ اِمام عباس کہتے ہیں:

''میں نے اَحمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اَبوعبید قاسم بن سلام ایسا شخص ہے جو ہر روز ہم سے بھلائی میں بڑھ جاتا ہے۔''

◉ شیخ عبداللہ بن طاہر فرماتے ہیں:

اِسلام میں چار بڑے اِمام ہیں:

① عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ② اِمام شعبی رحمہ اللہ ③ قاسم رحمہ اللہ ④ اَبوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

یہ چاروں حضرات اَپنے اَپنے زمانے کے نابغۂ روزگار شخصیتیں تھیں۔

اِمام ابن الانباری فرماتے ہیں:

''اِمام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ رات کے تین حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ سونے، ایک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور آخری حصہ نوافل و تسبیحات میں صرف کرتے۔ آپ رحمہ اللہ کے بے شمار مناقب ہیں۔''

۲۲۴ھ کو مکہ مکرمہ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمة الله علیه رحمة واسعة

اِمام ابن جریر طبری رحمہ اللہ

آپ کا اِسم گرامی ابوجعفر محمد بن جبیر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری ہے۔ آپ نے ۲۲۴ھ کو آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی سال ہے جس سال اِمام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ اِس دنیا فانی میں لیل و نہار بسر کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے یعنی ایک اِمام کبیر روز و شب کی قید سے آزاد اور دوسرا قید ہو جاتا ہے۔

آپ کی طبیعت میں جب حصولِ علم کی رغبت پیدا ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی یعنی عین جوانی کے اَیام میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ لہٰذا آپ نے سب سے پہلے اِسلامی دستور کے موافق قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی آپ کے پہلے شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الطلحی ہیں۔ اِمام نافع رحمہ اللہ کی قراءت آپ نے الشیخ یونس بن عبدالاعلی سے پڑھی۔ آپ نے علم حدیث اِمام ابن ابی الشوارب، اِمام اسحاق بن اسرائیل، الشیخ اسماعیل بن موسیٰ الفراری اور الشیخ اَحمد بن منیع سے حاصل کیا۔

◉ ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''آپ نے قرآن کریم کی مزید تعلیم بیروت میں الشیخ عباس بن ولید سے حاصل کی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ اَبوبکر الخطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’آپ علمی شخصیتوں کے درمیان اِمام مانے جاتے تھے۔آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔علماء آپ کی رائے کی قدر کرتے تھے کیونکہ آپ علمی لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتے تھے،اپنے ہم عصروں میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔آپ قرآنِ کریم کے حافظ،فنِ قراءات کے ماہر،شرعی علوم کے فقیہ اور تفسیر قرآن میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔علم حدیث میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔علم الرجال کے ماہر اور ضعیف وصحیح کو جانتے تھے۔بالخصوص اَقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ سے آپ خوف واقف تھے۔آپ نے ہرفن میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔‘‘

◉ الشیخ ابومحمد الفرعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’آپ کے تلامذہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے آپ نے بے شمار کتب تصنیف فرمائی ہیں۔کہتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات کو پوری زندگی کے اَیام پر تقسیم کیا جائے تو روزانہ کے چودہ ورق بنتے ہیں، یہ بہت قلیل اندازہ ہے۔‘‘

الشیخ ابوحامد الأسفرائینی رحمہ اللہ جوفقہ شافعی کے بہت بڑے اِمام مانے جاتے ہیں، کہتے ہیں:

’’اگر آدمی پوری دنیا کا چکر لگائے تو جس جس جگہ بھی جائے گا اُسے ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر قرآن مل جائے گی۔‘‘

[ماخوذ از معرفۃ القراء:۲۱۲]

آپ نے ماہ شوال ۳۱۰ھ بغداد میں وفات پائی۔إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اِمام ابومحمد مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی رحمہ اللہ

آپ کا مکمل اِسم گرامی اَبومحمد مکی بن اَبی طالب بن حموش بن محمد بن مختار القیسی المغر بی القیر وانی القرطبی الاندلسی۔

آپ ۳۳۵ھ میں اُندلس کے مشہور شہر قیروان میں پیدا ہوئے۔آپ نے علم قراءات اَبی طیب ابن غلبون رحمہ اللہ، ابن طاہر وابی عبداللہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔نیز علی بن محمد الادفوری رحمہ اللہ سے بھی سماع کیا ہے۔

آپ کے زمیل ابوعمر احمد بن مہدی المقری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’علامہ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ علم قراءات اور علوم عربیہ کے متبحر عالم تھے آپ بے پناہ ذہین، اعلیٰ اَخلاق کے پیکر، معاملہ فہم اور دین میں اِنتہائی پختہ تھے۔آپ اعلیٰ اَدا کے مالک مجود عالم تھے۔تیرہ سال کی عمر میں آپ نے مصر کا سفر کیا وہاں حفظِ قرآن کی تکمیل کی اور بعد اَزاں ابن غلبون طاہر رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اوران سے علم قراءت کی تکمیل کی۔ پھر قیروان واپس تشریف لائے اور یہاں دیگر علوم حاصل کئے۔

۳۸۲ھ میں پہلا اور ۳۸۷ھ میں دوسرا حج کیا۔اِسی دوران مکہ مکرمہ میں الشیخ اَحمد بن فراس رحمہ اللہ وابی القاسم عبید اللہ بن السقطی رحمہ اللہ سے سماع کیا۔جب حج سے واپس تشریف لائے تو جامع قرطبہ میں مسند تدریس پر رونق اَفروز ہوئے۔ آپ سے خلق کثیر نے علم قراءات اور دیگر علوم میں اِستفادہ کیا۔آپ کو اللہ نے وہ شہرت عطا کی کہ ہرخاص وعام آپ کا اِحترام کرتا تھا، ایک امیر شخص دورانِ خطبہ مذاق کیا کرتا تھا آپ نے اُسے بددعا دی تو قرطبہ کا فقیر ترین شخص ہوگیا۔

آپ کے زُملاء میں سے معروف ترین لوگ یہ ہیں۔اَصبغ بن راشدین ،اَصبغ اللخمی، الشیخ علی اَبی زید القابسی، الشیخ اَبی الحسن القابسی اور اَبوالعباس المہدوی مذکورہ چاروں حضرات بھی علم قراءات اور ادب میں یکتائے روزگار تھے۔

آپ نے شیخ ابی الحسن القابسی رحمہ اللہ سے علم قراءات اور علم حدیث میں اِستفادہ بھی کیا ہے ان کے علاوہ فقہ مالکی کے مشہور اِمام ابومحمد بن ابی زید رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم لی۔‘‘

◉ اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علوم قرآن میں آپ کے عصر میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا اور آپ سید اہل عصرہ کے لقب سے مشہور تھے۔''

آپ نے مذکورہ شیوخ کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی اِستفادہ کیا ہے جس میں ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ، شیخ مظفر بن اَحمد بن حمدان رحمہ اللہ، شیخ اَحمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اور شیخ سعید بن السکن رحمہ اللہ شامل ہیں۔ امام دانی رحمہ اللہ شیخ سعید بن السکن کے بارے میں فرماتے ہیں: ''آپ قراءت ِنافع میں ورش کے لیے اِمالہ میں منفرد تھے۔ نیز آپ نے شیخ عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبون، ابراہیم بن عبدالرزاق، شیخ اِبراہیم بن محمد، شیخ ابن خالویہ اور محمد بن جعفر الفریابی رحمہم اللہ نے بھی اِستفادہ کیا ہے۔

اِسی طرح آپ مکہ کے پڑوس میں ایک عرصہ تک ٹھہرے رہے تاکہ شیوخِ حرم سے بھی اِستفادہ کرسکیں، اسی دوران شیخ حرم ابوالحسن احمد بن ابراہیم القبقسی سے سند اہل حجاز حاصل کی۔ نیز مکہ میں قیام کے دوران الشیخ اَبوذر عبداللہ بن احمد الھروی رحمہم اللہ سے بھی تحصیل علم کیا۔

آپ اِس قدر اعلیٰ اَخلاق کے مالک تھے کہ بہت سارے علماء نے آپ کے بارے میں تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ شیخ ابوحیان الاندلسی رحمہ اللہ اور آپ کے زمیل خاص ابن شق اللیل نے آپ کی مدح میں عجیب وغریب اَشعار کہے ہیں۔

اِمام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم مبارک اَبوعمرو سعید بن عثمان الدانی الاموی القرطبی الاندلسی ہے۔ آپ کو ابن صیرفی کی کنیت سے بھی جانا جاتا ہے لیکن ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ زیادہ معروف ہے۔ آپ ۳۷۲ھ کو پیدا ہوئے اور باقاعدہ تعلیم ۳۸۶ھ سے شروع کی۔ تحصیل علم کے سلسلہ میں آپ نے پہلا سفر قیروان کی طرف کیا یہاں آپ چار ماہ تک ٹھہرے اور مختلف شیوخ سے اِستفادہ کیا۔ ماہ شوال ۳۸۷ھ میں مصر تشریف لے گئے اور ایک سال یہاں سکونت علمی اِختیار کی، اور ذیعقد ۳۸۹ھ واپس اُندلس تشریف لائے۔ ۴۰۳ھ میں شہر تغر تشریف لے گئے وہاں محلّہ سرقسطہ میں سات سال تک قیام فرمایا وہاں آپ نے علم قراءات اور دیگر علوم کی تدریس کی اور ہر خاص وعام نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

سات سال بعد آپ پھر دوبارہ قرطبہ لوٹے اور قصبہ دانیہ میں مستقل سکونت اختیار فرمالی آپ نے یہاں رہ کر سترہ سال تک علوم قرآن کی شمع کو فروزاں رکھا اور سینکڑوں شائقینِ قرآن نے علمی پیاس بجھائی۔

آپ نے علم قراءات الشیخ عبدالعزیز جعفر خواستی الفارسی، شیخ خلف بن اِبراہیم بن خاقان، الشیخ ابی الفتح فارس بن احمد، شیخ ابی الحسن طاہر بن غلبون رحمہم اللہ سے حاصل کیں۔ ابن مجاہد رحمہ اللہ کی کتاب السبعہ کا سماع ابومسلم محمد بن احمد الکاتب رحمہ اللہ سے کیا، نیز علم حدیث کا سماع الشیخ احمد بن فراس العبقسی رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن عثمان الزاھد رحمہ اللہ اور شیخ ابی مسلم رحمہ اللہ سے کیا۔

آپ کے معروف تلامذہ میں سے، الشیخ ابوبکر بن الفصیح، ابوالدرداء مفترح، ابوالحسین یحییٰ بن ابی زید و ابوبکر محمد بن المفترح، ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن الاش، ابوداؤد سلیمان بن نجاح، ابوعبداللہ محمد بن مزاحم، ابوعلی الحسن بن علی بن مبشر، ابوالقاسم خلف بن ابراہیم اور ابواسحاق ابراہیم بن علی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خلقِ کثیر نے آپ سے فیض پایا ہے۔

- ابن بشکوال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ علم قراءات کے اِماموں میں سے ایک بہت بڑے اِمام تھے آپ تفسیر، حدیث، معانی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِعراب وغیرہم کے ماہر تھے اور بلا کے ضابط تھے آپ کی کتب کی بہت لمبی فہرست ہے۔''

- علامہ مقامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ مالکی المذہب تھے اور مجیب الدعوات اِنسان تھے۔ آپ کی مشہور تالیفات میں سے جامع البیان فی القراءات السبع، التسیر في القراءات السبعه، المقنع في الرسم القرآني، المکتفیٰ في الوقف والإبتداء، کتاب الإقتصار في القراءات السبع، المحکم في نقط المصاحف، التحدید في علم التجوید شامل ہیں۔ علم قراءات میں عالی السند ہونا بہت بڑے اِعزاز کی بات ہے۔ آپ بھی عالی السند ہیں موجودہ دور میں شاید ہی کوئی اَیسی سند ہو جس میں آپ کا واسطہ نہ ہو۔

آپ دانیہ میں یوم الاثنین نصف شوال ۴۴۴ھ کو اللہ کی ملاقات کیلئے سدھار گئے۔

اِمام شاطبی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم گرامی اَبو محمد قاسم بن خلف بن اَحمد الرعینی الشاطبی الاندلسی الشافعی ہے۔

۵۳۸ھ کے آواخر میں آپ اپنے آبائی شہر الشاطبہ میں پیدا ہوئے۔ یہی پر الشیخ ابی عبداللہ محمد بن ابی لعاص النفزی رحمہ اللہ سے قراءات پڑھیں اور خوب حفظ کیا۔

بعد اَزاں بلنسہ جو شاطبہ کے قریب ہی واقع تھا تشریف لے گئے وہاں الشیخ اَبی الحسن بن ھذیل، اَبی الحسن بن نعمہ، ابی عبداللہ بن سعادۃ، ابی محمد عاشر بن محمد، ابی عبداللہ بن عبدالرحیم، علیم بن عبدالعزیز اور ابی عبداللہ بن حمید رحمہم اللہ سے علم قراءات اور علم حدیث پڑھا۔

اس کے بعد آپ سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے تو مصر کے شہر اَسکندریہ میں شیخ اَبوطاہر السّلفی سے ملاقات ہوئی آپ نے اُن سے سماعِ حدیث فرمایا۔ حج سے واپسی پر جب آپ مصر پہنچے تو شائقین علوم قرآن و حدیث میں آپ کی آمد کی اِطلاع پھیل گئی لہٰذا مصر کے اَطراف و اَکناف سے طالبانِ علوم نبوت جوق در جوق حاضر ہوئے۔ اس بات کا جب حاکم شہر قاضی فاضل کو پتہ چلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو مدرسہ فاضلیۃ کا شیخ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اسی زمانہ میں آپ نے اَپنے مشہورِ زمانہ کتاب قصیدة الشاطبیة تحریر فرمائی۔ جب فصحاء بلغاء نے اُسے دیکھا تو اس جیسی پرمغز اور لطیف کلام دیکھ کر محوِ حیرت ہوگئے۔

شیخ ابوالحسن بن فیرہ، ابوموسیٰ عیسیٰ بن یوسف المقدسی اور شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن سعید رحمہم اللہ آپ کے حافظہ کے عجیب وغریب قصے بیان کرتے ہیں اور علماء آپ کو آیة من ایات الله مانتے ہیں۔

- ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ ایک صالح، متقی معروف اور مقری کبیر تھے آپ نے بہترین قصیدہ لکھا ہے۔ آپ کے وقت میں مصر میں کوئی اَیسا شخص نہیں تھا جو آپ سے زیادہ فنون میں ماہر ہو۔''

- ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب آپ پر بخاری اور مؤطا پڑھی جاتی تو آپ اپنے حافظہ سے اس کی تصحیح کرواتے۔''

[معرفة القراء الکبار: ۱۱۱۴/۳]

امام شاطبی رحمہ اللہ نے چار مختلف علوم میں قصائد تحریر فرماتے ہیں جو اَپنی مثال آپ ہیں۔ یہ اَصل میں دیگر کتب کو نظم کیا گیا ہے مثلاً قصیدہ شاطبیہ یہ اِمام دانی رحمہ اللہ کی کتاب التیسر کی نظم ہے عقیلہ یہ المقنع کی نظم ہے۔ اسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب البیان فی عدآی القرآن کوبھی ناظمة الزھر کے نام سے نظم فرمایا ہے۔ نیز ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب التمھید کوقصیدہ دالیہ میں نظم فرما دیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ میں سے امام ابوالحسن علی بن محمد السخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عمر الکروی، عیسیٰ بن یوسف بن اسماعیل المقدسی، ابوعمرو عثمان بن عمر بن الحاجب، عبداللہ بن محمد بن عبدالوارث رحمہم اللہ شامل ہیں

آپ رحمہ اللہ کوحرمین کے بعد بیت المقدس کی زیارت کا بہت اِشتیاق تھا اور اس کی آپ دعا بھی کیا کرتے تھے۔ جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے رمضان وہاں گزارا اِعتکاف فرمایا بعد از زیارت دوبارہ مصر تشریف لائے اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے لیکن رفیق الاعلیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور آپ نے ۵۹۰ھ کو اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ رحمة الله عليه رحمةً واسعةً۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ

آپ کا نام شمس الدین ابی عبدالرحمن محمد بن اَحمد بن عثمان بن الذہبی الدمشقی الشافعی ہے۔

آپ ۶۷۳ھ کو دمشق شام میں پیدا ہوئے یہاں آپ کے دادا نورالدین زنگی کے دور میں آئے تھے اور پھر یہاں ہی کے ہوکر رہ گئے۔

آپ کو اللہ رب العزّت نے اِتنا علم عطا فرمایا کہ ہم عصروں میں سے کوئی بھی آپ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا۔ اللہ رب العزّت نے ذکاء فہم اور ضبط اس قدر وافر عطا کیا تھا کہ معاصرین میں سے کسی کو اس قدر نہیں ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وُسعتِ فہم سے بحرالعلوم بنا دیا تھا اس وجہ سے آپ شیخ العلم حامل لواء العلم اور حافظ الحدیث مشہور ہوئے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے بے پناہ محبت تھی طلباء آپ کی مجالس میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے اور عوام الناس آپ کی مجالس کو اعلیٰ اَخلاق اور محبت کا گنجینہ سمجھتے تھے اور گفتگو اس قدر پُر اثر ہوگی کہ جی چاہتا سنتے ہی جائیں۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی باقاعدہ تعلیم کا آغاز بہت بڑے اَدیب علاء الدین علی بن محمد الحلبی المعروف البصیص رحمہ اللہ سے کیا یہ بہت بڑے خطاط تھے اور بچوں کے بہترین معلم کے طور پر مشہور تھے۔ ان سے بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حفظِ قرآن کے لیے مسعود بن عبداللہ الاغازازی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے قرآن حفظ کرنے کے بعد چالیس مرتبہ قرآن کریم مکمل سنایا۔

مزید علومِ دینہ کے حصول کے لیے دیگر شیوخ کے حلقات کی طرف رجوع شروع کردیا۔ صدرالدین محمد بن عمر بن مکی العثمانی سے سب سے پہلے دارالحدیث میں صحیح مسلم کا سماع کیا، اس کے بعد باقاعدہ اِہتمام کے ساتھ علم قراءات کی تعلیم شیخ القراء جمال الدین اَبی اِسحاق ابراہیم بن داؤد العسقلانی الدمشقی المعروف الفاضلی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ یہ اِمام سخاوی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اِس کے علاوہ اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے جمال الدین ابراہیم بن غالب شاور البدوی الحمیری رحمہ اللہ سے اور ابی عبداللہ بن جبرئیل المصری رحمہ اللہ سے علم قراءات پڑھا اس کے علاوہ دیگر بہت سارے شیوخ سے علم قراءات میں اجازے حاصل کئے۔

علم قراءات میں متفق ہونے کے بعد شیخ محمد بن عبدالعزیز الدمیاطی رحمہ اللہ نے اُنہیں اپنی جگہ جامع الاموی میں مسندِ تدریس پر بٹھا دیا۔

علم قراءات میں دسترس حاصل کرنے کے بعد اِمام ذہبی رحمہ اللہ حدیث اور علوم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس فن کے ماہرین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے جن میں اَبی حفص عمر بن عبد المنعم ابن القواس، ابی الفضل اَحمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر، یوسف بن اَحمد الغسولی، اسی طرح مصر میں ابی العباس اَحمد بن محمد بن عبداللہ الحلبی المعروف بابن الظاہری، ابی المعالی احمد بن اسحاق الاہرقوہی، ابن دقیق العید ابی الفتح محمد بن علی، شرف الدین عبد المؤمن بن خلف الدمیاطی، تاج الدین ابی الحسن علی بن حمد بن عبد المحسن الہاشمی الغرافی، اسی طرح بعلبك میں تاج الدین عبد الخالق بن عبد السلام البعلبکی حلب میں مستقر بن عبد اللہ الزینی بعلبك میں زینب بنت عمر الکندیہ نے بھی حدیث میں اِستفادہ کیا، نابلس میں عماد الدین عبد الحافظ بن بدران النابلسی مکہ میں فخر الدین اَبی عمرو عثمان بن محمد التوزی رحمہ اللہ سے بھی اِستفادہ کیا ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ حدیث، علوم حدیث، قراءات، علوم قرآن، تاریخ، عقائد، تراجم اور دیگر بے شمار علوم میں ماہر تھے انہوں نے ان جمیع علوم میں تقریباً دوسو کتب تحریر کی ہیں جن کی تفصیلی فہرست الدکتور طیالسی رحمہ اللہ نے معرفۃ القراء کے شروع میں ذکر کی ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے مطالعہ کی اس قدر زیادتی کی اور اس قدر علمی کام کیا کہ اواخر عمر میں اپنی بینائی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اِمام ذہبی رحمہ اللہ کے معروف تلمیذ تاج الدین السبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''آپ بروز سوموار ۳ رذیقعدہ ۷۴۸ ہجری میں مدرسہ اُم صالح کے ایک ہال میں اللہ کو پیارے ہوئے۔'' رحمہ اللہ

الشیخ شہاب الدین ابوشامۃ رحمہ اللہ

اِسم گرامی ابومحمد عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان بن ابی بکر بن عباس المقدسی الدمشقی الشافعی۔

آپ بہت بڑے مقری، ماہر لغت واعراب، عظیم محدث، نابغۂ روزگار، فقیہہ اور مایہ ناز مؤرخ تھے۔ آپ ۵۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ اَوائل عمری ہی میں آپ نے قراءات پڑھنا شروع کردیں اور بہت جلد تکمیل فرمالی۔ آپ نے جلیل القدر قراء ومحدثین کے سامنے زانوائے تلمذ طے کئے جن میں الشیخ علم الدین السخاوی رحمہ اللہ تلمیذ اِمام شاطبی رحمہ اللہ، اِمام ابوالقاسم بن عیسیٰ رحمہ اللہ، داؤد بن ملاہب رحمہ اللہ، اَحمد بن عبد اللہ السلمی رحمہ اللہ اور الشیخ مؤفق الدین المقدسی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

آپ اِبتداءً علم قراءات ولغت کی طرف ہی اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔ طلبِ حدیث کا شوق تقریباً چالیس سال کی عمر میں ہوا لہٰذا سب سے پہلے آپ نے محدث ابی اسحاق بن الخشوعی سے سماع کیا۔ فقہ میں آپ نے فخر بن عساکر رحمہ اللہ، ابن عبد السلام رحمہ اللہ، سیف الآمدی رحمہ اللہ اور موفق الدین بن قدامہ رحمہ اللہ سے تحصیل علم کیا۔

آپ سے علم قراءات الشیخ شہاب الدین حسین بن الکفری رحمہ اللہ، محمد بن موفق اللبان رحمہ اللہ، شیخ شرف الدین اَحمد بن سیاح الفزاری رحمہ اللہ اور اِبراہیم بن فلاح الاسکندرانی رحمہ اللہ نے حاصل کیا۔

آپ کے مناقب میں منقول ہے کہ یکتائے روزگار عالم تھے اور آپ نے کئی علوم میں کتب تصنیف فرمائیں ہیں۔ آپ بے حد فہیم، طبعاً منکسر المزاج اور تکلفات کے قائل نہ تھے۔

- تاج الدین الفزاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''شیخ شہاب الدین ابوشامہ مجتہد کے درجہ پر فائز تھے اور بعض اَوقات اَشعار بھی کہا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کے زمانہ میں اَمانت و دیانت اور عفت و پاکدامنی میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔ آپ کے علمی رُسوخ کا یہ حال تھا کہ آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث الاشرفیہ میں تمام عمر تدریس کی مسند صدارت پر فائز رہے اور یہ وہ اعلیٰ منصب تھا کہ جس کے آپ کے بعد امام نووی رحمہ اللہ مستحق ٹھہرے۔“

آپ نے کئی کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے چند اَشہر یہ ہیں۔ شرح كبير على حرز الأماني، اَبراز المعاني عن حرزالأماني، كتاب الرّد الى الأمر الاوّل، اختصار تاریخ دمشق، كتاب في المبعث، کتاب في الاسراء، كتاب الروضتين في الدولتين، النوريه والصلاصية، الذيل على ذلك، كتاب اِنكار البداع.

آپ کو ۱۹؍رمضان المبارک ۶۶۵ھ کو شہید کردیا گیا۔ إنالله وإنا إليه راجعون۔

امام ابی عبداللہ رحمہ اللہ المعروف بشعله

اِمام ابی عبداللہ محمد بن اَحمد بن حسن الموصلى المقري الحنبلي المعروف بشعله۔ ۶۲۷ ہجری کو اپنے آبائی شہر موصل میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک صالح، زَاہد کامل عارف اِنسان تھے۔ آپ نے علوم قراءات چھوٹی عمر میں سیکھ لیے تھے۔ لغہ عربیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

- امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الشیخ الموصلی ایک محقق فاضل اور علم قراءات میں ماہر تھے۔ علم نحو میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کے اُستاد شیخ اَبوالحسن فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوعبداللہ میرے قریب سو رہے تھے کہ اچانک بیدار ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے ابھی خواب میں رسول اللہ ﷺ ملے ہیں اور میں نے ان سے علم کی دعا چاہی ہے اور آپ نے مجھے ایک کھجور کھلائی اسی وقت سے اللہ رب العزّت نے میرے اُوپر تمام علوم کے دروازے کھول دیئے۔“

آپ رحمہ اللہ نے قصیدہ شاطبیہ کی ایک بہت ہی عمدہ شرح كنز المعاني في شرح حرز الأماني کے نام سے تحریر فرمائی ہے جو کہ اَہل علم کے ہاں بہت ہی مقبول ہے۔

آپ ماہ صفر ۶۵۶ ہجری کو اس دنیا عارضی کو چھوڑ کر اَبدی کائنات کی طرف سدھار گئے۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

آپ کا اِسم شریف ابوالفضل عبدالرحمٰن بن الکمال بن اَبي بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر بن عثمان بن محمد بن خضر بن اَیوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الهمام الخضرى الأسيوطى ہے۔ آپ یکم رجب ۸۴۹ھ بروز اِتوار بعد نماز مغرب قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

جب اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی عمر صرف پانچ سال تھی تو آپ کے والد وفات پا گئے۔ اِس وقت آپ نے سورۃ تحریم تک حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ یتیمی کی حالت میں پلے بڑھے۔ آپ کے والد نے ’فتح القدير‘ کے مصنف کمال بن ہمام کو اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کی تربیت اور سرپرستی کی وصیت کی۔

آپ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا۔ اس کے بعد العمدة، المنهاج الفقهي، المنهاج الأصولي اور ألفية ابن مالك حفظ کیے۔ آپ نے حصولِ علم کے لیے شام، حجاز، یمن، ہند، مغرب اور بہت سے مصری شہروں کا سفر کیا۔ اِنہی اَسفار کے دوران آپ حج کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ زمزم پیتے ہوئے آپ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ مجھے علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ میں اپنے اُستاد شیخ سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ جیسا بلند مرتبہ عطا فرما۔

فنون اور بہت سے علوم میں رتبۂ اِمامت کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب 'حسن المحاضرۃ' میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں بہت زیادہ معلومات دی ہیں۔

آپ اپنی کتاب 'الرد علی من أخلد إلی الأرض' میں رقمطراز ہیں:

''روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک خضر، قطب یا کسی ولی اللہ کے علاوہ حدیث اور عربی کا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔''

اُن کا یہ دعویٰ عربی زبان کے بارے میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے البتہ حدیث کے بارے میں ان کا یہ دعویٰ غیر درست ہے، اِلا یہ کہ اس سے متونِ حدیث کا حفظ مراد ہو یا سخاوی کے علاوہ مراد ہو۔

نیز اُنہوں نے لکھا ہے کہ فقہ کے سوا باقی تمام فنون میں ان کے اَساتذہ میں سے بھی کوئی ان کے ہم پلہ نہیں ہے البتہ فقہ میں ان کے شیخ کی معلومات وسیع اور زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ اَحادیث زبانی یاد ہیں۔

آپ نے قصبہ رضوان میں باب فرویلہ کی جانب پہلے خیمہ میں واقع جامع الکردی کی جگہ موجود مدرسہ محمودیہ کے کتب خانہ سے خوب اِستفادہ کیا۔ یہ مدرسہ مصر کے شاندار مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کو ملکہ اجتہاد اور اس کی تمام ضروری معلومات حاصل تھیں۔ آپ اپنی کتاب 'حسن المحاضرۃ' اور 'مسالك الحنفاء' میں لکھتے ہیں:

''میں اگر ہر مسئلہ کے متعلق نقلی، عقلی دلائل، اس کے اصول واعتراضات مع جوابات، اس بارے میں مختلف مذاہب کے اختلاف اور ان کے مابین موازنہ وغیرہ کے بارے میں رسالہ لکھنا چاہوں تو اپنی قوت یا طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور توفیق سے لکھ سکتا ہوں۔''

آپ کے مشہور اَساتذہ میں سراج الدین البلقینی، شہاب الدین الشارمساحی رحمہ اللہ، الشرف المناوی ابوزکریا یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ، شیخ محی الدین محمد بن سلیمان رومی حنفی رحمہ اللہ، جلال الدین المحلي رحمہ اللہ، اَحمد بن اِبراہیم حنبلی رحمہ اللہ، البرہان ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ اور الشمس السیرامی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے علوم قرآن، تفسیر اور قراءات کے موضوع پر درجنوں کتب تحریر کیں ان میں سے مشہور اور چنیدہ کتب یہ ہیں:

الإنصاف في تمييز الأوقاف. . شرح حرز الأماني ووجه التهاني. . الإتقان في علوم القرآن. . لباب النقول في أسباب النزول. . الدر المنثور في التفسير بالمأثور. . أسرار التأويل. . تناسق الدرر في تناسب الآيات والسور. . متشابه القرآن. . تكملة تفسير الجلالين. . الألفية في القراءات العشر.

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے ۱۹ رجمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ جمعہ کی رات سات روز تک بائیں بازو کے شدید ورم میں مبتلا رہنے کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات کے وقت سورۃ یٰسین کی خود تلاوت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ الروضہ کی جامع الشیخ اَحمد اباریقی میں شعرانی نے پڑھائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ